

بیادگار

تاج العلماء سراج العرفا حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ
سید العلماء سراج الاولیا حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں قدس سرہ
احسن العلماء سراج الاصفیا حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ

مجلس مشاورت

شفیق ملت حضرت سید حسین میاں زیدی قادری برکاتی
امین ملت حضرت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی
شرف ملت حضرت سید محمد اشرف میاں قادری برکاتی

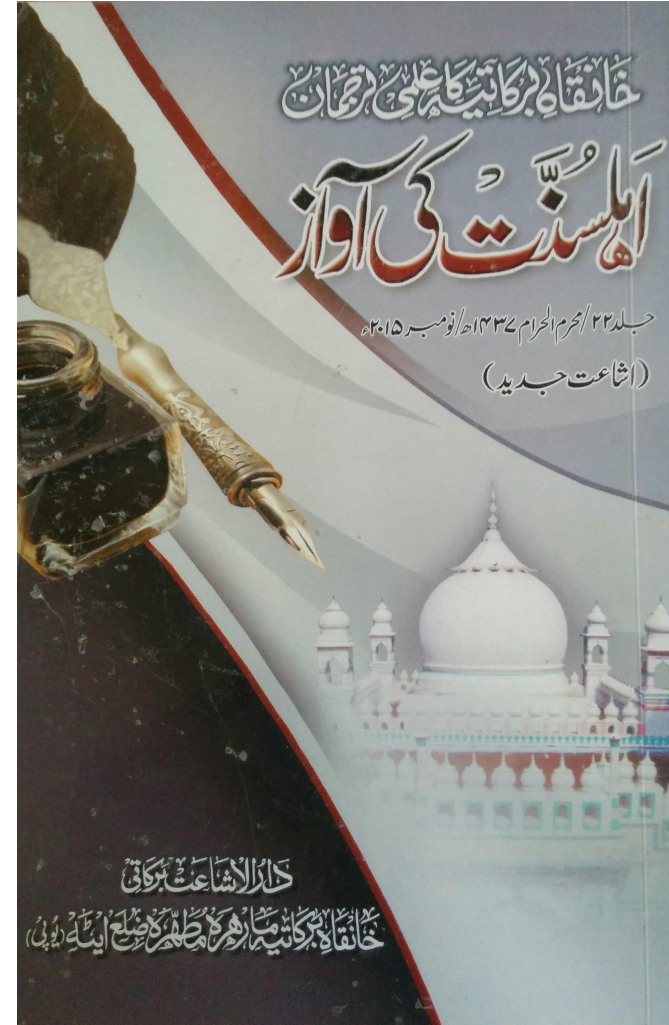
مجلس ادارت

سید محمد افضل قادری برکاتی
سید محمد امان قادری برکاتی
ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی قادری برکاتی
سید محمد عثمان قادری برکاتی

مدیر

سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری

طابع و ناشر : سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری، سجادہ نشین، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف
منتظم : محمد اکبر قادری برکاتی، قادری مسجد، فلیٹ نمبر ۱، کبیر کالونی، علی گڑھ، 09359146877
مطبع : مکتبہ جام نور، ٹیما محل، جامع مسجد دہلی



دارالاشاعت برکاتی

خانقاہ برکاتیہ، بڑی سرکار، مارہرہ شریف
ضلع ایٹہ، اتر پردیش

انتساب

خاندان برکات

کے

ان احباب و متوسلین کے نام

جن کو

مشائخ مارہرہ اور ان کے خلفاء کے ذریعے سلسلہ برکاتیہ

کا

فیضان پہنچا

(ادارہ)

فہرست مضامین

۱	اداریہ	سید نجیب حیدر نوری	۶
---	--------	--------------------	---

گوشہ مضامین

۲	استشراق - تعریف، تاریخ اور تنقید	ڈاکٹر سید علیم اشرف جاسی	۲۲
۳	دہشت گردی اسلام کی نظر میں	مولانا ساجد علی مصباحی	۵۶
۴	اہل سنت کی شیرازہ بندی - مسائل اور امکانات	مولانا محمد احمد مصباحی	۸۶
۵	تصویر اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	مولانا یلین اختر مصباحی	۹۱
۶	اسلام اور عقیدہ آخرت	مولانا جاوید خان مصباحی	۱۰۲
۷	اسلام اور انسانی حقوق	مولانا عبدالباری مصباحی	۱۲۳
۸	عالم اسلام کا موجودہ سیاسی اور سماجی منظر نامہ	ڈاکٹر افضل مصباحی	۱۶۷
۹	ہندوستانی مسلمانوں کے چند اہم عصری ادارے - تعارف و تجزیہ	ڈاکٹر محمد سجاد عالم رضوی	۱۸۱
۱۰	”جمال خلیل“ کا دل کش جمال	ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی	۲۰۹
۱۱	عرس مبارک قاسمی قادری برکاتی کی مختصر روداد	حضرت تاج العلماء سید شاہ محمد میاں صاحب قدس سرہ	۲۲۳

گوشہ نعت و منقبت

۱۲	نعت پاک	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں	۲۵۴
۱۳	قصیدہ روشنیہ	شرف ملت سید محمد اشرف قادری	۲۵۵
۱۴	نعت پاک	سید عابد علی عابد بریلوی	۲۵۸
۱۵	نعت پاک	الحاج یاور وارثی، کانپور	۲۵۹
۱۶	تضمین نعت - لودینے کی تجلی.....	ڈاکٹر سید سراج اجملی	۲۶۰
۱۷	منقبت شریف	مولانا غلام احمد ربانی برکاتی	۲۶۲
۱۸	منقبت در شان حضور اچھے میاں صاحب	ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی	۲۶۳
۱۹	منقبت در شان حضور احسن العلماء قدس سرہ	شرف ملت سید محمد اشرف قادری	۲۶۴
۲۰	منقبت شریف	مولانا قاری قاسم حبیبی، کانپور	۲۶۵
۲۱	منقبت شریف	الحاج عنایت برکاتی، کانپور	۲۶۶

گوشہ روداد و کوائف

۲۲	کوائف جامعہ البرکات	ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی	۲۶۸
۲۳	کوائف جامعہ احسن البرکات	مولانا اقبال احمد نوری	۲۷۵
۲۴	کوائف خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف	محمد اکبر قادری برکاتی	۲۷۹
۲۵	روداد مشاعرہ عرس قادری نوری ۲۰۱۵ء	مولانا علاء الدین	۳۱۴

اداریہ
سید نجیب حیدر نوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محترم قارئین!

اہل سنت کی آواز کا شمار ایک دفعہ پھر اپنے قارئین کے ذوق کو بالیدگی اور معلومات میں تازگی بخشتا ہوا حاضر ہے۔ گذشتہ شمارہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے خلفائے عظام کی حیات اور خدمات کے حوالے سے شائع ہوا۔ متوسلین اور معتقدین نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ حوصلوں کو بڑھایا۔ آگے اور بہت کچھ کرنے کی ہمت بندھائی فجر اہم اللہ۔ اب تک اس رسالے کے متعدد شمارے کسی ایک خاص عنوان کے تحت شائع ہوتے رہے ہیں اور اب ان کو کتابی شکل دینے کے کام کا آغاز ہو چکا ہے۔ تذکرہ اہل بیت اور عشرہ مبشرہ کے عنوان سے دو کتابوں کا اجرا پچھلے سال عرس قاسمی شریف کے موقع پر الحمد للہ برادر معظم امین ملت مدظلہ العالی نے فرمایا۔ انشاء اللہ امسال یہ کوشش ہے کہ سلطان الہند کی حیات و خدمات کو کتابی شکل دے دی جائے۔

خانقاہ برکاتیہ میں درویشی کی بساطیں سلوک کی راہ پر جیسے کل استوار تھیں ویسے ہی آج بھی استوار ہیں۔ فقر و انکساری، کرامت و استقامت اکابر مارہرہ کے خصوصی اوصاف تھے، آج بھی الحمد للہ یہاں وہ بہاریں قائم و دائم ہیں۔ تشنگان معرفت جام شریعت اور طریقت سے سیراب ہو رہے ہیں۔ تصوف کی بیش بہا دولتیں دربرکات پر شاہ عبدالجلیل سے لے کر حضرت امین ملت تک تقسیم ہو رہی ہیں۔ انشاء اللہ صبح قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ مشائخ مارہرہ کا ایک اور وصف بھی ان حضرات کرام کو نمایاں طور پر ممتاز کرتا ہے اور وہ ہے ہمارے خاندان کی دینی، ملی، سیاسی، شہری اور سماجی خدمات انجام دینے کی روش۔ ہندوستان کے سیاسی منظر نامے پر جتنے بھی اہم واقعات ہوئے ان پر مشائخ مارہرہ نے اپنے اپنے طور سے تحریروں کے ذریعے، تنظیم کے ذریعے، تبلیغ کے ذریعے

جو بھی خدمات ہو سکیں، انجام دیں۔

مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ اسماعیل حسن صاحب کی سرپرستی اور ان کے صاحب زادے حضور تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں مارہروی کے زیر نگرانی ان تمام امور میں سنجیدگی کے ساتھ کام ہوا۔ سیدین مارہرہ کی خدمات بھی اس حوالے سے خصوصی امتیاز کی حامل ہیں۔ بڑے ابا حضور سید العلماء نے سنی جمعیۃ العلماء کی داغ بیل ڈال کر ملت کے ہر مسائل پر نہ صرف اپنے موقف کا اظہار بلکہ تن من دھن کے ساتھ نگر نگر ڈگر ڈگر گھوم گھوم کر اس وقت کے نازک مسائل کو حل کرنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ والد ماجد حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ کے کام کو نئے زاویے سے مرتب کیا۔ مدارس اور دارالعلوم قائم کرنے میں جتنا بھی میسر ہو سکا تعاون کیا۔ اور آج بھی الحمد للہ برادران معظم اپنے بزرگوں کی روش پر برقرار ہیں۔

الحمد للہ ہم خادمان صاحب البرکات جتنا اپنے احباب و متوسلین کو چاہتے ہیں اتنی ہی محبتیں یہ حضرات ہم پر ازراں کرتے ہیں۔ خدا کرے یہ سلسلہ محبت یونہی برقرار رہے۔ (آمین)

آئیے اب کچھ بات اس سالانہ محلے کی ہو جائے۔ امسال یہ ارادہ کیا کہ اہل سنت کی آواز کا یہ شمارہ متفرق مضامین پر مبنی ہو۔ لہذا موجودہ دور کی ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے عناوین پر مبنی مضامین کا انتخاب کیا تا کہ رسالہ معلومات کے حوالے سے سودمند ہو۔

برادر محترم سید علیم اشرف جانی کو اگر میں اہل سنت والجماعت کا فخر کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اپنی علمی، عملی صلاحیتوں سے آج وہ بے حد معروف و محبوب ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خصوصیت ہی یہ ہے کہ وہ ان موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں جن کے قریب سے لوگ گزرنے میں تھوڑا احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ استشر اق ایک ایسا موضوع ہے جو فی الوقت سب سے زیادہ پڑھا اور سمجھا جانا چاہئے تھا لیکن ہمارے دانشوران اور عوام دونوں اس طرف توجہ کرنے سے گریز کیوں کر رہے ہیں یہ ایک سوال ہے۔ ڈاکٹر علیم اشرف صاحب کا استشر اق کے حوالے سے مضمون یقیناً معلومات افزا ہے۔

مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں کو بے سرو پا کرنے کے لئے اسلام دشمن طاقتیں متحد اور متفق ہیں۔ مسلمانوں پر دہشت گردی کے الزام عائد کر کے اسلامی حکومتوں اور

حامیان اسلام کو نقصان پہنچانے کی ناپاک کوششیں جاری ہیں۔ اور اگر مذہب اسلام کی تعلیمات اور صحیح طریقے سے ان تعلیمات پر چلنے والے افراد کے موقف کو دیکھیں تو شاید اس مذہب اور مذہب کے حامیان سے بڑھ کر کوئی بھی اور کہیں بھی دہشت گردی اور دہشت گردوں کا مخالف نہ ہوگا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنی تمام باتوں کا اظہار بھرپور طریقے سے اپنے عمل اور کردار سے کیا جائے جس کے لئے فکر و آگہی اور لوگوں کے درمیان صحیح پیغام پہنچنا ضروری ہے۔ دہشت گردی پر اسلامی نظریہ کے حوالے سے ایک بے حد معتبر صاحب قلم عالم دین مولانا ساجد علی مصباحی صاحب نے قلم کو جنبش دی۔ انشاء اللہ اس مضمون کے اثرات سنجیدہ ذہنوں پر ضرور مرتب ہوں گے۔

اہل سنت و جماعت کے مسائل و امکانات ہی آج کے دور میں حساس ذہنوں کے لئے ایک اہم موضوع ہے۔ اول الذکر کی تعداد بہت ہے۔ اور مؤخر الذکر کے بروئے کار ہونے کی امیدیں بہت کم۔ اور ان سے آگاہی ہوتے ہوئے بھی ہماری توجہ اس سے بھی کم ہے۔ لیکن ہمیں اس پر سنجیدگی سے غور کرنا ہی ہوگا۔ خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب کا نہایت ہی سنجیدہ اور فکر انگیز مضمون اس طرف بہت مضبوط نشان دہی کرتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ علامہ مصباحی صاحب جماعت اہل سنت کے ان چند صاحبان قلم میں شمار کئے جاتے ہیں جنہیں نشر لکھنے پر مہارت حاصل ہے۔ امید ہے قارئین اس مضمون کو پڑھ کر اس حوالے سے اپنی فکر و نظر کو روشن کر سکیں گے۔

طریقت میں شیخ ہی تمام عقیدتوں اور نسبتوں کا محور اور مرکز تصور کیا جاتا ہے۔ شیخ سے اتصال کے بغیر طریقت کے رموز و اسرار جاننا اور معرفت کی دولت پانا ناممکن ہے۔ اس موضوع پر رئیس التحریر حضرت علامہ بلین اختر مصباحی صاحب مدظلہ العالی کا مضمون تصور شیخ کے حوالے سے اس شمارے کی زینت کو بڑھا رہا ہے۔ علامہ مصباحی صاحب کا قلم بڑا معتبر و مستند ہے جس نے صحافت اسلامی کو بڑی تقویت عطا فرمائی۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کے قلم میں اعتدال کی روشنائی پڑی ہے جو قارئین کے مزاج کو بذات خود معتدل رکھنے میں بڑی معاون ثابت ہوتی ہے۔ ان کا یہ مضمون انشاء اللہ معرفت کے طلبگاروں کی خوب پیاس بجھائے گا۔

البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کے ماشاء اللہ بہت مفید نتائج اپنی تعلیم و تربیت کے حوالے سے برآمد ہو رہے ہیں۔ علمائے کرام کو ہر ممکن سہولت دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ تاکہ ان کی صلاحیتوں میں اضافہ ہو سکے اور زندگی میں کچھ اچھا اور تسلی بخش کر سکیں۔ شعبہ اسلامک طلبہ کے لئے دو چیزوں پر خاص دھیان دے رہا ہے تحریر اور تقریر۔ ماشاء اللہ مقالہ نگاری میں ان علمائے کرام نے بہت محنت کی۔ علامہ یسین اختر مصباحی صاحب کی سرپرستی و ہدایت کے زیر اثر یہ حضرات اپنی تحریری صلاحیتوں کو اچھی طرح نکھار رہے ہیں۔ اس سال ہمارے سترہ علمائے کرام نے مختلف موضوعات پر طبع آزمائی کی۔ مولانا جاوید خان صاحب نے اسلام اور حقوق انسانی پر اور مولانا عبدالباری صاحب نے تصور آخرت پر سیر حاصل مقالات سپرد قلم کیے ہم ان دونوں حضرات کی حوصلہ افزائی کے لئے ان مقالات کو شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ امید ہے قارئین ان دونوں مقالات سے مستفید ہوں گے۔

آج اسلامی ممالک میں اقتدار کی جو صورت حال ہے اور یہ ممالک اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں کے پیش نظر جن سیاسی، سماجی، اقتصادی دشواریوں سے ہمکنار ہیں وہ کوئی پوشیدہ امر نہیں ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ دانشوران ملت کی خاموشی اس حوالے سے تحریرات کی حد تک بھی نہیں ٹوٹ رہی ہے الا ماشاء اللہ۔ ایسے میں ہماری یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ کم از کم صورت حال سے آگاہی تو ہو ہی جائے۔ ہو سکتا ہے کچھ ذہن اور دل بدل جائیں۔ آج نصرانی و صیہونی طاقتیں سب سے زیادہ دشمن، اسلام کے اتحاد اور خوشحالی کی ہیں۔ اسلامی حکومت کو منتشر کر دینا ہی ان کا اولین مقصد ہے اس لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپنائے جا رہے ہیں۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ ہم بین الاقوامی سیاسی منظر نامے سے بے خبر ہیں۔ اس حوالے سے ایک معتبر صاحب قلم اور نوجوان صحافی اور زبان اردو کے استاد ڈاکٹر افضل مصباحی صاحب کے قلم سے نکلا مضمون آپ کے حوالے ہے۔

ہندوستان میں مذہب کی تبلیغ و اشاعت کا امتیازی کارنامہ مدارس اسلامیہ نے انجام دیا ہے۔ خدا کے فضل سے آج ہندوستان کی سرزمین ان مدارس سے فارغ التحصیل

علمائے کرام کے کارناموں سے روشن ہے۔ ساتھ ہی مسلمانوں کے ذریعے قائم کردہ عصری علوم کے ادارے بھی قوم کی فلاح و بہبود اور معاشرتی نظام کو مضبوط کرنے میں اپنا اہم کردار نبھا رہے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ ان عصری اداروں کی وجہ سے مسلمانان ہند کے سماجی اور اقتصادی حالات پہلے سے کہیں بہتر ہیں۔ ارادہ کیا کہ اپنے قارئین کو ان اداروں کے اجمالی تعارف سے روشناس کرایا جائے تاکہ وہ ان اداروں کی افادیت کو سمجھتے ہوئے تعلیم کے حصول کے لئے کچھ کوشش کر سکیں۔ لہذا ڈاکٹر سجاد عالم مصباحی صاحب سے گزارش کی گئی جنہوں نے ہندو بیرون ہند کے تعلیمی اداروں سے اپنی تعلیمی صلاحیتوں میں اضافے کیے ہیں۔ لہذا ان کے تجربے کی روشنی میں ان اداروں کا تعارف پیش خدمت ہے۔

حضرت خلیل العلماء رحمۃ اللہ علیہ خانوادہ برکاتیہ کے جاں نثاروں اور وفاداروں میں تھے۔ آپ حضرت تاج العلماء کے چہیتے اور معتمد خاص مرید حضرت احسن العلماء قدس سرہ کے استاد تھے اور ایسے استاد کہ سفر و حضر میں بھی ناعذہ ہوا۔ حضرت خلیل العلماء پاپا کے خلیفہ بھی تھے۔ حضرت خلیل العلماء تبصر عالم دین بلند پایہ شاعر ایک بہترین مدرس تھے۔ حضرت خلیل العلماء علامہ شاہ خلیل احمد خان صاحب مارہروی کی شاعری پر عزیزم مشاہد رضوی صاحب کا ایک مضمون ملاحظہ کریں۔

اہل سنت کی آواز کے قدیم شمارے مطالعے میں آئے تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ اپنے احباب و متوسلین کو اس بات سے روشناس کرایا جائے کہ ہمارے اکابر کے زمانے میں اعراس کیسے منعقد ہوا کرتے تھے، ان محفلوں کے رنگ کیا تھے اور ان محفلوں میں شریک ہونے والوں کی شان کیا تھی۔ وہ محافل و مجالس شریعت کے دائرے اور طریقت اور معرفت کے ضابطے میں کس طرح منعقد ہوا کرتی تھیں۔ پیش نظر شمارے میں عرس قاسمی برکاتی کی روداد حضور تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ کے قلم مبارک سے قارئین ملاحظہ کریں گے اور انشاء اللہ آنے والے سالوں میں اہل سنت کی آواز میں یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ جس سے اس بات کا اندازہ آپ حضرات کو ہو جائے گا کہ اہل سنت کی آواز اپنی اشاعت کے قدیم دور میں کس طرح سے شائع ہوتا تھا۔

فقیر حالات حاضرہ پر اہل سنت کی آواز کے ہر شمارے میں کچھ نہ کچھ تبصرہ ضرور کرتا ہے لیکن اس بار موضوعات کا تعارف کرانے میں یہ کام غیر شعوری طور پر ہوتا گیا۔ لہذا کسی عنوان کے تحت اس پر گفتگو نہیں ہو رہی ہے۔ لیکن یہ بات مسلم ہے کہ حالات اب ان معاملات میں غور و فکر کرنے کی دعوت ہمارے ذہنوں کو دے رہے ہیں۔ خیال و فکر میں بے حد متانت اور سنجیدگی کی ضرورت ہے۔ اختلافات جتنے کم ہوں بہتر ہے۔ اتحاد جتنا ہوا اتنا ہی اچھا ہے۔ ایک بارسنی جمعیۃ العلماء نے ایک ایوان میں اکٹھا ہونے کا جو کام انجام دیا تھا اس کام کو دوبارہ کرنے کی بے حد ضرورت ہے۔

خانقاہوں اور درگاہوں کے نظام میں اصلاح لازمی ہے۔ عوام کو مثبت کاموں کی طرف رغبت دلانا ضروری ہے۔ جو بات قرآن و حدیث رسول ﷺ سے ٹکراتی ہو خواہ وہ کسی کی ہو اور کہیں بھی ہو نصیحت کے طور پر اس کو بتانا لازمی ہے۔ بس کہنے کا سلیقہ ہونا چاہئے۔ ایک گزارش آپ حضرات سے کرنی ہے کہ خانقاہ برکاتیہ کا جو مشن ہے تعلیم کو بڑھانا اس پر عمل پیرا ہیں۔ صاحب استطاعت حضرات اپنے اپنے شہروں، قصبوں میں اسکول اور مدارس کھولیں اور ۲۱ ویں صدی کے سب سے بڑے چیلنج کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہیں۔ علم ہی فقط ایسا ہتھیار ہے جو اغیار کے خیموں میں تلاطم پیدا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہماری نسلوں کو علم نافع عطا فرمائے۔ (آمین)

اس کے علاوہ حضرت امین ملت کے اسفار، کوائف جامعہ البرکات، نعت و مناقب اعراس کی روداد حسب روایت موجود ہیں۔ ہماری اپنے قارئین سے ہمیشہ یہ گزارش رہتی ہے کہ آپ حضرات اپنی رائے گرامی ضرور ارسال کیا کریں۔ ساتھ ہی خانقاہ کے مشائخ کا کوئی ایسا واقعہ جس سے ان کی استقامت و کرامت کا اظہار ہو اس کو بھی ارسال کریں تو کیا ہی اچھا ہو۔



تعمیرات

فقیر برکاتی ہر سال خانقاہ کے چاہنے والوں کی خدمت میں خانقاہ برکاتیہ میں ہونے والی نئی تعمیرات کی خبریں فراہم کرتا ہے۔ اس سال کی دونوں خبریں ظاہری اور روحانی طور پر بے حد نفع بخش ہیں۔

جامعہ احسن البرکات:

اب تک جامعہ احسن البرکات میں تدریس و تعلیم و قیام کا انتظام ہمارے دادا علیہ الرحمۃ والرضوان کے مکان میں جاری تھا۔ رب تبارک و تعالیٰ کی توفیق سے اس سال جامعہ احسن البرکات کی جدید عمارت کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ ماشاء اللہ چار منزلہ عمارت کا نصف حصہ تعمیر ہو چکا ہے۔ امید ہے کہ چند ماہ میں باقی کام پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ دارالاقامہ کی تعمیر کا کام جاری ہوگا۔ جامعہ احسن البرکات تمام تر جدید سہولتوں کے ساتھ جن میں کسرت و ورزش کا بھی مکمل انتظام ہوگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے فارغ التحصیل طلبہ کو دین و سنیت کا سچا سپاہی بنائے۔ اور ان سے خوب خوب دین کا کام لے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

حضور صاحب البرکات کے چلے کی تعمیر:

یہ ہمارے لئے فخر و سعادت کی بات ہے کہ امام سلسلہ برکاتیہ کی وہ قیام گاہ جو چلہ کے نام سے موسوم ہے اس پر تعمیرات کا کام بہت تیزی سے جاری ہے۔ حضور صاحب البرکات یہاں عبادت فرمایا کرتے تھے اور اب انشاء اللہ حضور صاحب البرکات کے مہمان ان کے گھر میں آرام اور عبادت کر سکیں گے۔ یہاں بیس بڑے کشادہ کمرے تعمیر ہو رہے ہیں جس میں ایک کمرے میں بیس لوگ قیام کر سکیں گے۔ ارادہ ہے کہ ایک کمرہ صرف عبادت و ریاضت، ذکر اثبات و نفی اور اوراد و وظائف کے لئے وقف ہوگا تاکہ اس چلہ کی قدیم روایت اور شناخت باقی رہے۔ چلے کی تعمیر کا مقصد یہ بھی ہے کہ اس میں قصبہ کی بچیوں

کی دینی تعلیم اور مخصوص ہنروں میں تربیت کا کام ہو۔ سادہ حیثیت والدین کی بیٹیوں کی شادی کے موقع پر نکاح، قیام و طعام کے واسطے عمارت فی سبیل اللہ پیش کی جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور صاحب البرکات کے خادموں کو ان کے روحانی مشن کو مزید تقویت دینے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

مارہرہ پبلک اسکول:

فقیر برکاتی اپنے بڑے بھائیوں کی سرپرستی میں قصبہ مارہرہ میں مارہرہ پبلک اسکول کی نگرانی کر رہا ہے۔ الحمد للہ بڑا اطمینان ہے کہ قصبہ مارہرہ کے بچے انشاء اللہ بہت آگے جائیں گے۔ ہماری کوشش پوری ہے کہ ان کو عمدہ سے عمدہ تعلیم دلائی جائے۔ ہمارے پرنسپل صاحب بہت وسیع تجربے کے مالک ہیں اور بہت سے اسکولوں میں خدمات انجام دیتے آئے ہیں۔ اسکول کے تعلیمی معیار کو برقرار رکھنے کے لئے ہم بہترین اساتذہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ اکثریت میں اساتذہ علی گڑھ سے صبح کو پڑھانے آتے ہیں اور شام میں واپسی ہوتی ہے۔ ہمارے طلبہ کا اس سال ہائی اسکول کا رزلٹ ۱۰۰ فیصد رہا۔ اکثریت میں بچے فرسٹ ڈویژن پاس ہوئے۔ تعلیم کے علاوہ ادبی ثقافتی سرگرمیوں میں بھی طالب علم مارہرہ سے باہر بھی انعام جیت کر آتے ہیں۔ Hindi Essay Competition میں تین طلبہ کو گولڈ میڈل حاصل ہوا۔ ہریانہ میں منعقد G.K Competition میں ایک بچی ایشہ نور نے گولڈ میڈل حاصل کیا۔ Math Talent Search Competition میں مارہرہ کے پانچ بچوں کو گولڈ میڈل حاصل ہوا۔ Hindi Talent Search Competition میں مارہرہ کے پانچ بچوں کو گولڈ میڈل حاصل ہوئے۔ اس وقت ماشاء اللہ مارہرہ پبلک اسکول میں نو سو طلبہ زیر تعلیم ہیں، کوشش کرتے ہیں کہ ہونہار ضرورت مند طلبہ کی تعلیم کو آگے بڑھانے کے لئے ان کی مالی امداد کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم ”آدھی روٹی کھائیے، بچوں کو پڑھائیے“ کے نعرے کو نہ صرف مارہرہ اور علی گڑھ میں بلکہ پورے ہندوستان میں عملی جامہ پہنا سکیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔



تہنیت

حضرت شرف ملت کو ”اقبال سمان“:

آپ سب جانتے ہیں کہ برادر معظم حضرت شرف ملت کا شمار ہندوستان کے معروف افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ حضرت شرف ملت کو ان کی افسانوی تصنیفات پر ۲۰۰۴ء میں حکومت ہند کی جانب سے ”ساتھیہ اکاڈمی ایوارڈ“ سے بھی سرفراز کیا جا چکا ہے۔ اس سال حضرت شرف ملت مدظلہ العالی کو حکومت مدھیہ پردیش کی جانب سے ”اقبال سمان“ تجویز کیا گیا۔ یہ اعزاز وہاں کی حکومت کا ادب کے میدان میں سب سے بڑا اعزاز تصور کیا جاتا ہے۔ حضرت شرف ملت کا نام اس ایوارڈ کے لئے اس سال تجویز کیا گیا ہے۔ جس میں دولاکھ روپے کی رقم کے ساتھ ساتھ توسیعی رقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

دعا ہے کہ برادر معظم ایسے ہی دین اور ادب کی خدمات انجام دیتے رہیں۔ اللہ ان کی عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

عزیزم سید محمد امان سلمہ کے یہاں اولاد کی خوش خبری:

ہمارے فرزند عزیز سید محمد امان سلمہ کے گھر اللہ تعالیٰ نے بیٹی عطا فرمائی۔ اس کے دادا حضرت امین ملت نے ساتویں دن عقیقہ کر کے اس کا نام ایمان فاطمہ رکھا۔ برادر معظم امین ملت کی دلی تمنا تھی کہ امان میاں کی پہلی اولاد بیٹی ہوگی تو خواجہ جمیر کی بڑی دیگ پکوا کر اللہ کا شکر ادا کریں گے۔ حضرت کی دعا قبول ہوئی ایمان فاطمہ دنیا میں آئیں۔ حضرت امین ملت اور فقیر برکاتی نے احباب و متوسلین کے ہمراہ جا کر سلطان الہند کی بارگاہ میں حاضری دے کر منت پوری کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے ہماری پوتی کو زندہ سلامت رکھے اور اس کا نصیب اچھا کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

میں تمام متوسلین کی اور اپنی جانب سے دادا حضرت امین ملت اور نانا حضرت شاہد میاں صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

برادر طریقت محمد اکبر قادری کوچ بیت اللہ کی سعادت:

والد ماجد کے مرید خاص اور البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کے اکاؤنٹ آفیسر جناب محمد اکبر قادری اور ان کی اہلیہ کوچ بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ اکبر بھائی البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کے اکاؤنٹس کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اس رسالے کی اشاعت کی ابتدا سے لے کر اب تک اس رسالے کو عرس قاسمی کے موقع پر تقسیم کرنے کے عمل میں بہت معاون و مددگار ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو زیارت حریم شریفین کی تمام برکات سے نوازے۔ اور ان کی تمام جائز خواہشات کو پورا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔



وفیات

مکہ مکرمہ میں دوران حج حجاج کرام کی شہادت:

اس سال دوران حج مکہ مکرمہ میں دو بڑے حادثے ہوئے۔ ایک صحن کعبہ میں کرین گرنے سے بہت سے حجاج کرام شہید ہوئے۔ دوسرے منیٰ میں بہت ہی دل دہلانے والا واقعہ عمل میں آیا جس میں سینکڑوں حاجی واصل بحق ہوئے۔ ان تمام اموات سے دلوں پر گہرا رنج و ملال ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب پر اپنا فضل فرمائے اور ایسے واقعات دوبارہ رونما نہ ہوں۔ دعا ہے کہ اس موقع پر حادثے کا شکار ہوئے تمام قابل مغفرت مومنین و مومنات مسلمین و مسلمات کو درجہ شہادت عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کامل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

مفکر اسلام مولانا الحاج محمد اسماعیل جانی:

حضرت مولانا محمد اسماعیل جانی ابھی دو ماہ قبل واصل بحق ہوئے۔ مولانا رحمۃ اللہ

علیہ بہت متحرک فعال اور دینی جذبہ سے سرشار شخصیت کے مالک تھے۔ علمائے کرام و مشائخ عظام کی مہمان نوازی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ دارالعلوم امام احمد رضا کے بانی تھے جو اپنے آپ میں اہل سنت و جماعت کا ایک امتیازی ادارہ ہے۔ اس میں پندرہ سو سے زائد طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مولانا مغفور و مرحوم اس کے علاوہ اور بھی متعدد مدارس و دارالعلوم کے لئے کلی یا جزوی طور پر کام کرتے تھے۔ مولانا اسماعیل کے عشق رسول ﷺ اور دینی خدمات کا یہ ثمرہ تھا کہ ان کو پچاس سے زائد دفعہ حج و زیارت روضہ رسول مقبول ﷺ کا شرف حاصل ہوا۔ خانوادہ برکاتیہ سے ان کو بے حد عقیدت و محبت تھی۔ مولانا حضرت مفتی اعظم ہند کے بڑے گرویدہ تھے۔ ہمارے بڑے ابا حضور سید العلماء کی شفقتوں سے بھی وہ بہرہ ور رہے۔ انہوں نے بڑے ابا حضور کے ساتھ آل انڈیائی جمعیت العلماء کے پلیٹ فارم سے بھی دین و سنیت کی خدمات انجام دیں۔ میرے والد ماجد حضور احسن العلماء سے انہیں غایت درجہ الفت و محبت تھی اور حضرت والد صاحب بھی مولانا اسماعیل جانی کے تعمیر کاموں کی بنا پر ان سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ عرس قاسمی شریف کے موقع پر ہم نے ان کو شاید ہی کبھی غیر حاضر پایا ہو۔ عرس کی تمام محافل میں وہ وقت سے پہلے اسٹیج پر پہنچ جایا کرتے اور پورے ادب کے ساتھ سارے وقت محفل میں حاضر رہتے تھے۔ مولانا کے چہرے سے وجاہت اور بزرگی عیاں تھی۔ عرس قاسمی برکاتی کے موقع پر حضور احسن العلماء نے حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کے ساتھ مولانا اسماعیل جانی کو بھی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ہم سب کو اس بار مولانا اسماعیل جانی کی کمی بہت محسوس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اور انہیں جو اسید عالم ﷺ میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

حضرت مولانا احمد مشہور رضا صاحب شہمتی علیہ الرحمہ:

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں عقیدت و محبت، تواضع اور تسلسل کے ساتھ حاضر رہنے والے ہمارے بہت عزیز حضرت مولانا احمد مشہور رضا صاحب بھی دارفانی سے کوچ کر

گئے۔ مولانا مشہود صاحب شیر پیشہ اہل سنت کے صاحب زادے تھے۔ وہ ان امتیازی خطبا میں سے تھے جو اپنی بات کو منوانے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔

دین متین کی خدمت، مسلک اعلیٰ حضرت کی پاسداری، عوام کو متصلب سنی بنانے کی تبلیغ ان کے محبوب مشغلے تھے۔ ہم سب کو ان کی رحلت کا دلی افسوس ہے کہ خانوادہ برکات میں خانقاہ شہمتیہ کی تسلسل کے ساتھ نمائندگی کرنے والا شخص ہمارے درمیان سے رخصت ہو گیا۔ ہم ان کے احباب و متوسلین کو تعزیت پیش کرتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ بطفیل سید عالم ﷺ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

مولانا منصور علی خاں المعروف منصور بھٹیا علیہ الرحمہ:

ابھی ادارہ لکھ ہی رہا تھا کہ پتا چلا ہمارے منصور بھٹیا بھی ہم سے رخصت ہو گئے۔ مولانا منصور صاحب مرحوم و مغفور عروس البلاد ممبئی میں سنیت کی بہاریں کھلائے ہوئے تھے۔ ایک عمدہ خطیب، درجنوں کتابوں کے مصنف ۴۵ سال تک سنی بڑی مسجد مدین پورہ میں امامت اور خطابت کے فرائض، ان کے مزاج میں استحکام کی ایک بہترین اور قابل تقلید مثال ہے۔ منصور بھٹیا نے اپنی زندگی کو اپنے والد ماجد محبوب ملت حضرت محبوب علی خان صاحب قدس سرہ ہی کی طرح تبلیغ دین و سنیت کے لئے وقف فرمایا۔ ان کا ہمارے خانوادے کے ساتھ پرانا اور محبت کا رشتہ تھا، ان کے والد ماجد میرے بڑے ابا اور والد ماجد کے بڑے چاہنے والوں اور اعتماد والے اشخاص میں سے تھے۔ حضرت محبوب ملت نے بڑے ابا کے ساتھ سنی جمعیت العلماء میں عرصے تک سنیت کی خدمات انجام دیں۔ ایسے ہی منصور بھٹیا بھی لمبے عرصے تک سنی جمعیت العلماء سے وابستہ رہے اور سنیت کی اشاعت کا کام انجام دیتے رہے۔

وہ ایک بڑے عالم تھے، ممبئی میں والد ماجد اور بڑے ابا کے اعراس ہوں یا دیگر برکاتیوں رضویوں کے اجلاس آپ ان کے مستقل طور پر ناظم ہوا کرتے تھے۔ ان کے وصال سے خصوصاً ممبئی کے سنیوں کو بہت نقصان ہوا۔ اللہ تعالیٰ منصور بھٹیا کو جنت الفردوس

میں اعلیٰ مقام اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کامل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

برادر محترم سید فرید احمد صاحب مرحوم و مغفور:

ہمارے پھوپھی زاد بھائی سید فرید احمد کا چند روز قبل ممبئی میں انتقال ہوا۔ فرید بھائی ہماری پھوپھی سیدہ مقبولہ فاطمہ کے بڑے بیٹے تھے۔ عرصہ دراز تک کویت میں سروس کی پھر ممبئی آ گئے۔ شکر کی بیماری نے بہت کمزور کر دیا اور اسی کی وجہ سے انتقال ہوا۔ مرحوم بہت مرنجاء طبعیت کے مالک، سخی دل والے تھے۔ فرید بھائی عزیز رشتہ داروں سے بہت محبت کرنے والے اور چاہنے والے بھائیوں میں تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے بیٹے مصطفیٰ سلمہ اور حیا سلمہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان دونوں کو اپنی زندگی میں کامیاب و کامران اور خوش خرم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ماسٹر ضیاء الدین صاحب مرحوم و مغفور

ہمارے قصبے کے معروف ٹیلر ماسٹر ضیاء الدین صاحب اس سال دار فانی سے رخصت ہوئے ماسٹر صاحب مرحوم قصبے کے بڑے مشہور کپڑا سینے والوں میں تھے۔ ملن ساری و خاکساری کی وجہ سے قصبہ میں بہت محبوب تھے۔ خاص بات ان کی یہ تھی کہ ماسٹر صاحب تادم آخر مسجد برکاتی میں پنج گانہ نمازوں میں حاضر رہنے والوں میں سے تھے۔ ان جیسے حاضر باش مقتدی کم دیکھنے کو ملتے ہیں۔ خانقاہ برکاتیہ کے بہت چاہنے والوں اور شفقت کرنے والوں میں تھے۔ ہم سب کو ماسٹر صاحب کی رحلت کا بہت رنج ہے۔ دعا کرتے ہیں رب العزت ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور گھر والوں کو صبر جمیل کامل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

مولانا احسن نیازی صاحب مرحوم و مغفور:

ہمارے بہت عزیز مولانا احسن نیازی صاحب ابھی چند دنوں پہلے رحلت پذیر ہوئے۔ ہمارا ان کا تعلق اہل سنت کی آواز کے حوالے سے تھا۔ رسالے کی اشاعت جدید

کے ابتدائی دور میں انہوں نے اہل سنت کی آواز کی ٹائپنگ میں ہمارا تعاون کیا۔ مولانا صرف اردو ٹائپسٹ ہی نہیں تھے بلکہ اردو اور فارسی زبان پر اچھی نظر بھی رکھتے تھے۔ ان میں خاص بات یہ تھی کہ صرف ٹائپ ہی نہیں کرتے تھے چلتے تھے۔ تصوف کی طرف بہت رجحان تھا۔ بڑے نیک شریف اور توکل والے انسان تھے۔ ان کے بیٹے بھی ایسے ہی سعادت مند ہیں دونوں بچے البرکات سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیازی صاحب کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔



اظہار تشکر

فقیر برکاتی مکون کرم ہے ان تمام اصحاب قلم کا جنہوں نے ہماری گزارش پر لبیک کہا اور اپنے قیمتی وقت کو اس شمارے میں مضمون ارسال کرنے کے لئے وقف فرمایا۔ رب کریم ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

فاضل جلیل مولانا نعمان احمد ازہری صاحب گذشتہ سالوں سے جو محنت اس رسالے کی تدوین کے حوالے سے کرتے آ رہے ہیں اس کا شکریہ کیا ادا کروں ان کے لئے دل سے دعائیں نکل رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو داریں میں کامرانی عطا فرمائے۔

مولانا توحید مصباحی، مولانا علاء الدین صاحبان کے علاوہ البرکات شعبہ اسلامیات کے تمام علمائے کرام نے تصحیح کے کاموں میں دل لگا کر حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

عزیزی حارث احسن اپنے والد ماجد کے انتقال کے تیسرے دن سے ہی کتابوں کی ٹائپنگ میں دن و رات لگے رہے۔ ان کی سعادت مندی پر دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دین اور دنیا دونوں میں سرخ رو فرمائے۔ (آمین)

شعبہ اسلامیات کے ملازم عزیز ضحیر الدین برکاتی نے اس دوران جو معاونت کی اللہ ان کو اس کی جزا دے۔ آمین

اس اظہار تشکر کے ساتھ رسالہ آپ کے حوالے ہے۔ آپ کی رائے گرامی کا انتظار رہے گا۔ اللہ تعالیٰ بطفیل سید عالم ﷺ خانقاہ برکاتیہ کے وقار کو قائم رکھے۔ صاحب سجادہ اور برادران معظم کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

نوٹ: اہل سنت کی آواز کے شمارے جتنے تو اتر اور تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں اتنے تسلسل کے ساتھ قارئین کے تاثرات موصول نہیں ہو رہے ہیں۔

فقیر برکاتی صاحب سجادہ کی طرف سے گزارش کرتا ہے کہ جو خواص اور عوام اہل سنت کی آواز کا ہدیہ کریں تو اس کا مطالعہ ضرور کریں اور اس کے بعد اپنی رائے گرامی سے ضرور آگاہ کریں اور اچھے مشوروں سے نوازیں۔

آپ کا

سید نجیب حیدر نوری

مدیر

استشراق - تعریف، تاریخ اور تنقید

ڈاکٹر سید علیم اشرف جاسی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ عربی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد



گوشہ مضامین



لفظ استشراق علمی اور تعلیمی حلقوں میں ایک مانوس اور متداول لفظ ہے، لیکن اس کے مفہوم کی حقیقی دلالت اور لفظ کے معنوی ابعاد سے کم لوگ ہی واقف ہیں۔ استشراقی مطالعات نے اپنے وسیع و عمیق اثرات سے اہل مشرق کے زندگی کے تمام گوشوں کو متاثر کیا ہے۔ استشراق اجمالی طور پر مشرق کو سمجھنے کی مغرب کی کوشش کا نام ہے، استشراق مشرق کے علوم و فنون زبان و ادب اور تہذیب و تمدن کے بارے میں مغربی مطالعات کا نام ہے، جو مختلف اغراض و مقاصد اور محرکات کے ساتھ کئے گئے ہیں، جن میں دینی سیاسی علمی اقتصادی اور استعماری مقاصد شامل ہیں، کچھ مطالعات حسن نیت کے ساتھ کئے گئے، خواہ درست رہے ہوں یا غیر درست، لیکن کچھ پوری طرح سے بد نیتی پر مبنی تھے۔ ان مقاصد و محرکات کے اختلاف کے پیش نظر استشراقی مطالعات اپنے آثار و نتائج کے اعتبار سے بھی مختلف ہے۔

اگر استشراق نے ایک طرف مشرقی بالخصوص اسلامی مطالعات کو نئی جہتیں، نئے اسالیب اور نئے مناہج سے روشناس کرایا ہے تو دوسری طرف تحریفات اور دسیسہ کاریوں کا ایک طویل سلسلہ بھی دیا ہے، اگر اس نے ایک طرف اسلامی میراث کی حفاظت و صیانت کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے تو دوسری طرف اسی میراث سے مسلمانوں کے اعتماد کو متزلزل کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ لہذا استشراقی مطالعات سے پہلے خود استشراق کا

مطالعہ از بس ضروری ہے۔ اس میں ایجابیات بھی ہیں اور سلبیات بھی، نہ ایجابیات کی وجہ سے سلبیات کو قبول کرنا چاہئے اور نہ سلبیات کے سبب ایجابیات کو رد کرنا چاہئے۔ اور ہمیں ان مطالعات میں ”خذ ما صفا و دع ما کدر“ کے اصول کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

استشراق کا لغوی معنی اور مفہوم:

استشراق عربی زبان کے لفظ ”شرق“ سے مشتق اور ماخوذ ہے اور شرق کا مطلب ہے ”مشرق الشمس“، یعنی وہ سمت جدھر سے سورج نکلتا ہے۔ لفظ ”استشراق“ مصدر ہے اور ”استفعال“ کے وزن پر ہے، اور اس کی اصل ش ر ق ہے۔ جس میں الف سین اور تاء کا اضافہ کر دیا گیا ہے جو عربی زبان میں طلب کرنے اور حالت کے تبدیل ہونے کا معنی دیتا ہے۔ مثلاً استغفر اللہ کا معنی ہے: میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور ”استحجر الطین“ کا مطلب ہے: مٹی پتھر میں تبدیل ہوگئی۔ یوں استشراق کا معنی ہوا ”مشرق کی طلب“ اور مشرق کی طلب اس کے علوم و معارف، افکار و نظریات، مذاہب و دیانات، تہذیب و ثقافت، زبانوں بولیوں کی طلب کی صورت ہی میں ہوگی۔ لہذا اس اعتبار سے استشراق کا لغوی معنی ہوا مشرق یا عالم مشرق کا علم۔ اس مادے (ش ر ق) سے ثروق اشراق اور تشریق وغیرہ بھی بنتے ہیں جن میں طلوع، ظہور، روشن ہونے اور روشن کرنے وغیرہ کے معانی پوشیدہ ہیں۔

استشراق کے مقابلے میں انگریزی اور یورپین زبانوں میں 'Orientalism' کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس لفظ کی تفہیم بھی استشراق کے معنی کی تعیین میں مددگار ہوتی ہے، لفظ 'Orient' کا معنی ہے مشرق اور یہ لفظ لاطینی زبان کے لفظ 'Oriens' سے بنا ہے جو شرق (Rising) کے معنی پر مشتمل ہے۔ لاطینی زبان کے اس لفظ کا استعمال کسی چیز کے علم اور اس کی طلب کے لیے بھی ہوتا ہے۔ فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں Orientation کا لفظ رہنمائی و تربیت اور ہدایت و ارشاد کے لیے بھی ہوتا ہے۔ بالخصوص فکری اور روحانی تربیت کے لیے ہوتا ہے۔ کیونکہ مشرق ہمیشہ سے روحانی و اخلاقی علوم و افکار کا سرچشمہ رہا

ہے۔ اسی مفہوم کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہی یورپین زبانوں میں مشرق کے لیے 'Morgeland' کا استعمال ہوتا ہے کہ جس کا معنی ہے صبح، نور اور بیداری کی زمین، اور اس کے مقابلے میں مغرب کے لیے 'Abend Land' کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کا معنی ہے تاریکی اور راحت کی زمین۔

لفظ Orient اور Morgeland کے ساتھ ساتھ مشرق کے لیے مغربی زبانوں میں ایک اور لفظ ملتا ہے وہ ہے "Levant" یہ لفظ بھی لاطینی اصل ہے اور اس کا معنی ہے اٹھانا (Lift) اور بلند کرنا (Raise) یہ لفظ بحیرہ ورم (Mediterranean Sea) سے مشرق میں واقع خطہ زمین کے لیے بولا جاتا تھا جہاں سورج نکلتا ہے اور جدھر سے صبح آتی ہے۔ یہ وہ خطہ زمین ہے جہاں آج بلا دشام یعنی اردن، سوریہ، فلسطین اور لبنان واقع ہیں۔ بدنام زمانہ دہشت گرد تنظیم ISIS کا سابق نام ISIL تھا، جس میں حرف 'ایل' LEVANT کا ہی مخفف تھا۔

- اہل مغرب نے مشرق یا شرق کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ (1) شرق قریب (2) شرق اوسط (3) شرق بعید۔
- ۱- شرق قریب یا شرق اوسط (The Near East) اس میں مراکش الجزائر، تیونسیا اور لیبیا وغیرہ شامل ہیں۔
- ۲- شرق اوسط (The Middle East) اس میں مصر، شام، جزیرہ عرب، ترکی، ایران اور عراق وغیرہ شامل ہیں۔
- ۳- شرق بعید (The Far East) اس میں برصغیر سے لے کر بحر الکاہل تک کے مشرقی ممالک آتے ہیں۔

مشرق کا جغرافیائی مفہوم:

استشراق کے لغوی معنی و مفہوم کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے مشرق کے جغرافیائی اور تہذیبی مفہوم کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ اگر ہم مشرق کی مندرجہ بالا تقسیم میں غور کریں تو پتہ

چلتا ہے کہ مطالعہ استشرق میں مشرق سے مراد پوری طرح سے جغرافیائی مشرق نہیں ہے ، کیونکہ شرق ادنیٰ کے بعض ملک بیشتر مغربی ملکوں سے بھی زیادہ مغرب میں واقع ہیں اور شرق ادنیٰ واسطہ کے اکثر ملک یورپ کے مقابلے میں مشرق میں نہیں بلکہ جنوب میں واقع ہیں۔ اور آسٹریلیا کے مقابلے میں پورا وطن عربی اور عالم اسلام شمال مغرب میں واقع ہے۔ علاوہ ازیں مشرق کا جغرافیائی مفہوم ایک اضافی امر ہے جو مختلف ملکوں کے محل وقوع کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔ مثلاً عراق ایران کے مقابلے میں مغرب میں اور شام کے مقابلے میں مشرق میں واقع ہے۔

مشرق کا تاریخی و تہذیبی مفہوم:

مطالعہ استشرق میں لفظ مشرق کے لغوی اور جغرافیائی مفہوم سے زیادہ اس کا تاریخی اور تہذیبی مفہوم غالب ہے اور اسی تاریخی اور تہذیبی مفہوم کی رعایت کے ساتھ اہل مغرب نے استشرق کا استعمال کیا ہے۔ مشرق کے تاریخی مفہوم میں ایشیا اور شمالی افریقہ کے وہ ممالک شامل ہیں جو بحیرہ روم کے مشرق اور جنوب میں واقع ہیں پھر مختلف ادوار میں مشرق کے معنی میں توسع پیدا ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ ایشیا اور افریقہ کے تمام ممالک اس میں داخل ہو گئے۔ نوآبادیاتی عہد میں اہل یورپ مغرب سے خود کو مراد لیتے تھے اور مشرق سے ان کی مراد وہ نوآبادیات تھیں جو ایشیاء و افریقہ میں واقع تھیں۔ مشرق و مغرب کی تقسیم میں رنگ و نسل بھی ایک اہم عوامل تھے۔ آریں نسل اور سفید فام لوگ مغرب کے نمائندے بن گئے جب کہ رنگ دار اور سیاہ فام نسلیں مشرق کی نمائندہ قرار پائیں۔ مغرب و مشرق کے تعین میں مذہب، زبان اور تہذیب کا بھی نمایاں رول رہا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نوآبادیاتی قوتیں یا ان میں سے اکثر و بیشتر مذہب، زبان اور تہذیب سب میں مشترک یا باہم قریب تھیں جب کہ ایشیا اور افریقہ کے رہنے والے باہم تہذیبی اور ثقافتی طور پر قریب تھے۔

مشرق و مغرب کے اس قریب العہد مفہوم سے قطع نظر مشرق و مغرب کی اس تقسیم کی جڑیں عہد استعمار سے بہت پہلے کے تاریخی و تہذیبی تصادم تک پہنچتی ہیں۔ ماضی قدیم

سے دنیا میں دو بڑی قوتیں رہی ہیں اور ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی جدوجہد میں صدیوں تک مصروف رہی ہیں۔ ان میں سے ایک مشرق کی نمائندگی کرتی تھی اور دوسری مغرب کی۔ جیسے فارس اور روم، اول الذکر مشرق کی نمائندہ تھی جبکہ مؤخر الذکر مغرب کی نمائندگی کرتی تھی۔ اس کے بعد مسلمانوں اور رومیوں کا تصادم، صلیبی جنگوں کے وقت یہ تصادم اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا، جس میں مسلمان مشرق کی اور رومی یا صلیبی جنگجو مغرب کی نمائندگی کرتے تھے۔ پھر خلافت عثمانیہ اور یورپ کا باہمی ٹکراؤ اور اخیر میں استعماری قوتوں اور ان کی نوآبادیوں میں رہنے والوں کے درمیان کی کشمکش۔ یہ سب مشرق کے تہذیبی مفہوم کو متعین کرنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مشرق کا صرف جغرافیائی مفہوم اس سلسلے میں ہماری مدد نہیں کرتا۔ آسٹریلیا اپنے محل وقوع کے اعتبار سے مشرق بعید میں واقع ہونے کے بعد بھی صرف نسلی اور تہذیبی اشتراک کی وجہ سے مغرب کا حصہ مانا جاتا ہے۔ البتہ اگر مشرق کے جغرافیائی مفہوم کی رعایت کے ساتھ ساتھ ہم عادات و رسوم، بود و باش کے طریقے اور دینی و تہذیبی و لسانی قریبوں کا بھی لحاظ رکھیں تو استشراتی مطالعے میں مشرق کا مفہوم بڑی حد تک متعین ہو جاتا ہے۔

استشرق کا اصطلاحی معنی اور تعریف

استشرق کی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں جو عموماً تعریف کرنے والے کے ذوق و مشرب اور علمی و فکری رجحان کی ترجمانی کرتی ہیں۔ استشرق و مستشرق کی چند تعریفات حسب ذیل ہیں:

۱- میکسم روڈنسن (Maxime Rodenson)

”مطالعہ مشرق کے لیے علم کی مخصوص قسم کا نام استشرق ہے۔“

۲- ایڈورڈ سعید (Edward W. Said)

”استشرق‘ مشرق پر تسلط پانے اور اس پر اقتدار حاصل کرنے کے مغربی اسلوب

کا نام ہے۔“

۳- محمود زقزوق

”عالم مشرق کے علم کو استشرق کہتے ہیں۔ اس کے دو معنی ہیں، عام اور خاص۔ عام معنی میں استشرق اق کا اطلاق مشرق سے متعلق ان تمام مطالعوں پر ہوتا ہے جو کسی مغربی عالم کے ذریعے ہو، خواہ وہ مطالعہ مشرق بعید کا ہو، مشرق اوسط کا ہو یا مشرق قریب کا، خواہ وہ مطالعہ مشرق کی زبان و عادات سے متعلق ہو، یا تہذیب و ادیان سے متعلق ہو۔ اور خاص معنوں میں استشرق کسی بھی مغربی اسکالر کے ان مطالعوں کو کہتے ہیں جو مشرق اسلامی کی زبانوں، عادتوں، تاریخ اور عقیدے سے متعلق ہو۔“

۴- مستشرق آربری (Arther Arberry)

”مستشرق وہ ہے جو مشرقی زبانوں اور آداب کا ماہر ہے۔“

۵- عبدالوہاب جمودہ

”مستشرق“ ہر وہ مغربی شخص ہے جو مشرق کی کسی زبان کے مطالعے کے لیے خود کو وقف کر دے، جیسے فارسی، ترکی، ہندی یا عربی وغیرہ، اور اس کے ادب کی گہرائی سے جانچ کرے، تاکہ اس کے ذریعہ وہ اس مشرقی قوم یا اقوام کے اخلاق و عادات، علوم و آداب اور تاریخ و مذاہب کی معرفت حاصل کر سکے۔“

۶- مرکز مدینہ برائے استشراتی مطالعات

”استشرق اہل مغرب اور امریکہ کے ذریعہ صادر ہونے والے تمام فکری اور نشریاتی اعمال اور وہ سیاسی اور جاسوسی رپورٹیں ہیں جن کا تعلق اسلام اور مسلمانوں کے امور سے ہے۔ جیسے عقیدہ و شریعت، سماج و سیاست اور فکر و فن وغیرہ۔ ہم استشرق سے ان تحریروں کو بھی ملحق کر سکتے ہیں جو عرب کے وہ قبطنی اور مارونی عیسائی وغیرہ لکھتے ہیں جو اسلام کو مغربی چشمے سے دیکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان مسلم اسکالرز اور مصنفین کی کتابوں اور مقالات کو بھی استشرق سے ملحق کر سکتے ہیں جنہوں نے مستشرقین سے تعلیم پائی ہے اور ان کے افکار کے حامل ہیں۔“

یہ تعریفات مختلف فکری جہات کی نمائندگی کرتی ہیں، اور ان تعریفات کا تجزیہ

کرنے سے کئی باتیں سامنے آتی ہیں: پہلی بات تو یہی ہے کہ مشرق کی جغرافیائی تحدید میں ہونے والے اختلاف کا ان تعریفات پر اثر پڑا ہے۔ بعض تعریفات میں استشرق کو صرف زبانوں اور آداب کے مطالعوں میں منحصر کیا گیا ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ استشرق کے غالب رنگ کی ترجمانی کرتی ہیں حقیقت کی نہیں۔ علاوہ ازیں جن حضرات نے استشرق کو عرب اور اسلام سے متعلق مطالعوں تک محدود کرنے کی کوشش کی ہے انہوں نے استشرق کے دائرے میں مشرق و مغرب کا خیال کیے بغیر غیر مسلموں کے ذریعے کیے گئے تمام مطالعوں کو استشرق قرار دے دیا ہے حتیٰ کہ عام استشرق کی نہج پر کام کرنے والے مسلمانوں کو بھی اسی زمرے میں رکھ دیا ہے۔ ان تعریفات میں نہ تو لفظ استشرق کے مادے کی رعایت ملتی ہے اور نہ ان مطالعات کی طرف التفات نظر آتا ہے جن کا تعلق اسلام، مسلمانوں اور عرب سے نہیں ہے جیسے انگریز، مستشرقین کا ہندوستانی زبانوں اور قوموں کا مطالعہ یا جرمن مستشرقین کا سنسکرت زبان اور قدیم ہندوستانی افکار و نظریات کا مطالعہ۔ لہذا ان تعریفوں کو خالص علمی تعریفات نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ اس امر کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس طبقے کی بیشتر تحقیقات اور مطالعوں کا تعلق عرب اور اسلام سے ہے اور ایک عرصے تک تحریک استشرق کی ترمیم و توجہ کا مرکز عرب اور اسلام رہے ہیں اور زمانے تک یہ تحریک صلیبی دراندازوں کے شانہ بشانہ رہی ہے۔ مستشرقین کی تحریروں کی کاٹ صلیبی حملہ آوروں کی تلوار کی کاٹ سے کم نہ تھی۔ اس تحریک کا دائرہ صلیبی جنگوں کے بعد ہی وسیع ہوا ہے۔ بلکہ بعض آراء کے مطابق صلیبی حملوں کی ہزیمت کے لظن سے ہی اس تحریک کی پیدائش ہوئی ہے۔ اور اس کا بنیادی مقصد مغرب میں اسلام کے خلاف نفرت اور خود مسلمانوں میں اس کے خلاف شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے۔

استشرق کی تعیین اور تحدید میں یہ امر بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ اس میں نسلی عنصر بے حد قوی ہے۔ چنانچہ سفید فام آسٹریلیا، جغرافیائی اعتبار سے مشرق بعید میں واقع ہونے کے باوصف استشراتی مطالعے میں اسے مغرب میں شمار کیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا تعریفات کی روشنی میں تحریک استشرق پر متعدد الزامات عائد کیے جاتے ہیں جیسے: عالم مشرق پر غلبہ

واقفہ حاصل کرنے کی کوشش، استعماری قوتوں اور تبشیری مہمات کی حمایت اور نسل پرستی وغیرہ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ استنشر اق سے ان الزامات کی مکمل نفی ممکن نہیں ہے اور نہ ہی یہ سارے الزامات تمام مستشرقین پر عائد ہوتے ہیں۔

لہذا استنشر اق کی ایک ایسی علمی اور اکیڈمک تعریف کی ضرورت ہے جو پوری طرح سے جامع و مانع ہو اور استنشر اق و مستشرقین کی تمام انواع اور اقسام کو شامل ہو۔

جامع تعریف:

غیر سفید فام مشرق کے بارے میں اہل مغرب کے مطالعات، خواہ ان کا تعلق کسی بھی موضوع سے ہو اور چاہے وہ کسی بھی مقصد کے تحت کیے گئے ہوں۔

تاریخ استنشر اق:

استنشر اق کے آغاز و ابتدا کے بارے میں کوئی بھی قطعی اور حتمی دلیل موجود نہیں ہے۔ جن حضرات نے استنشر اق کی تاریخ رقم کی ہے وہ سب اس کی ابتدا کے موضوع پر باہم مختلف ہیں۔ بعض اہم آراء حسب ذیل ہیں:

- ۱- استنشر اق کا آغاز قبل میلاد ہوا۔
- ۲- استنشر اق کی ابتدا مسلمانوں اور نجران کے نصاریٰ کے باہمی ربط و ملاقات سے ہوئی۔
- ۳- نبی اسلام ﷺ کے ان خطوط سے استنشر اق کا آغاز ہوا جو معاصر بادشاہوں کو بھیجے گئے تھے۔
- ۴- بعض حضرات کی رائے میں استنشر اق کا نقطہ آغاز پادری یوحنا دمشق ۶۷۶-۷۴۹ء کی اسلام دشمن کتاب ہے۔
- ۵- ایک رائے کے مطابق جب اہل مغرب نے اندلس میں مسلمانوں سے اخذ و استفادہ شروع کیا تو وہیں سے استنشر اق کا آغاز ہوا۔ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی سمیت متعدد ماہرین کا یہی نقطہ نظر ہے۔

۶- ایک قوی موقف یہ ہے کہ استنشر اق کا آغاز صلیبی جنگوں میں اہل مغرب کی ہزیمت سے ہوا۔ یہ جنگیں تقریباً دو صدیوں (۱۰۹۵-۱۲۹۱ء) تک چلتی رہیں۔ اس ہزیمت نے مغرب کو اسلام کے مطالعے کی طرف متوجہ کیا تاکہ ان مقاصد کو قرطاس و قلم کے ذریعہ حاصل کیا جاسکے جنہیں تلواریں و ڈھال سے حاصل نہیں کیا جاسکا۔ اس رائے کی تائید اس وثیقے و دستاویز سے بھی ہوتی ہے جس میں فرانسیسی بادشاہ لوئس نہم کی وصیت بھی شامل ہے۔ اس وصیت میں مسلمانوں کے خلاف فکری جنگ برپا کرنے کو کہا گیا ہے۔ یہ بادشاہ آٹھویں صلیبی حملے کا قائد تھا۔

۷- کچھ ماہرین کے خیال میں استنشر اق کی ابتدا ویانا کی کلیسائی اکیڈمی کے اس حکم سے ہوئی جس میں پیرس، آکسفورڈ وغیرہ مغربی تعلیمی اداروں میں عربی، عبرانی اور سریانی وغیرہ زبانوں کی تعلیم کے لیے باضابطہ چیئر قائم کرنے کو کہا گیا ہے۔ لیکن پی۔ ایم۔ ہالٹ (P.M. Holt) کے مطابق یہ پاپائی حکم استنشر اق کا آغاز نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔

۸- بعض حضرات استنشر اق کا آغاز بارہویں صدی میں مانتے ہیں جب کہ استنشر اقی عمل کا باضابطہ ظہور ہوا، قرآن کا ترجمہ ہوا اور عربی کی ڈکشنری تیار کی گئی۔

۹- استنشر اق کے آغاز سے متعلق ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ مصر پر نپولین کے حملے (۱۷۹۸-۱۸۰۱ء) ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ نوآبادی اور سیاسی استنشر اق کی عملی ابتدا ہے۔

استنشر اق کے آغاز کے حوالے سے ان تمام اختلافات کے باوجود ہم اس کے ظہور و ارتقاء کو مندرجہ ذیل چند مراحل میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا مرحلہ:

اس مرحلے کو ہم مشرق سے مغرب کے تلمذ اور شاگردی کا مرحلہ کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ مرحلہ صلیبی جنگوں تک جاری رہا۔ اس کی بعض نمایاں خصوصیات اور امتیازات مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) اسلامی اندلس کی طرف اہل مغرب کے علمی اسفار:

یہ علمی اسفار دو قسم کے تھے انفرادی اور اجتماعی:

اول۔ انفرادی اسفار:

حصول علم کے یہ اسفار انفرادی نوعیت کے تھے اور انہیں مجموعی طور پر زمانی سبقت بھی ہے۔ انفرادی حیثیت سے علمی سفر کرنے والوں میں زیادہ تر عیسائی پادری ہوا کرتے تھے۔ ان میں سب سے نمایاں نام جربرٹ آف آری لیک (Gerbert of Aurillac 916-1003) کا ہے۔ جنہوں نے قرطبہ اور جامعہ قرطبہ (فاس، مراکش) سے عربی زبان، ریاضیات اور فلسفے کی تعلیم حاصل کی اور پھر یورپ میں ان علوم کے فروغ میں حصہ لیا، اور ۹۹۹ء میں سلوسٹر دوم (Sylvester II) کے نام سے پاپائے روم کے منصب کے لیے منتخب ہوئے انہیں کے ذریعہ اہل یورپ ارسطو اور اس کے افکار سے واقف ہوئے۔ انفرادی علمی سفر کرنے والوں میں ایک اہم نام پیٹر محترم (Peter the Venerable 1092-1156) کا بھی ہے۔ اسلام اور اسلامی عقیدے سے متعلق تفصیلی کتابیں انہوں نے ہی لکھیں، جس سے اہل یورپ اسلام سے واقف ہوئے۔ اس ضمن میں ایک بڑی شخصیت گریموناکے جیرارڈ (Gerard de Gremond 114-1187) کی بھی ہے۔ انہوں نے بھی اندلس میں تعلیم حاصل کی۔ جیرارڈ نے متعدد عربی کتابوں کو اطالوی زبان میں ترجمہ کیا ان میں بعض کتابیں ایسی بھی تھیں جو بنیادی طور پر یونانی میں لکھی گئی تھیں لیکن نہ تو یونانی میں باقی رہ گئی تھیں اور نہ ہی لاطینی زبان میں ان کا کوئی ترجمہ دستیاب تھا۔ اندلس اور عالم اسلام کے دیگر مراکز کی طرف انفرادی نوعیت کے تعلیمی سفر

کرنے والوں کی یہ فہرست بہت طویل ہے اور انہیں لوگوں کے ذریعے درحقیقت یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد رکھی گئی۔

دوم۔ علمی وفود:

یہ انفرادی کوششوں کے مقابلے میں زیادہ منظم اور نتیجہ خیز تھے یہ وفود یورپ کی حکومتوں اور وہاں کے مختلف اداروں کے زیر اہتمام اندلس کے جامعات اور تعلیم گاہوں کو روانہ کیے جاتے تھے تاکہ ان وفود کے افراد وہاں عربی زبان اور مختلف علوم و فنون کی تعلیم حاصل کر کے یورپ میں علم کی روشنی پھیلان۔ ان میں کچھ وفود ایسے بھی تھے جن میں یورپ کے شاہی خاندانوں کے افراد بھی شریک تھے، ایسے وفود میں سے ایک وفد کی قیادت شہنشاہ فرانس لوئیس ششم کی خالہ زادہ شہزادی الزابیتھ نے کی تھی۔ ایک دوسرے وفد میں پرنس آف ویلز کی بیٹی شہزادی ڈوبان بطور سربراہ کے شریک تھیں۔ ان وفود میں طلبہ کی تعداد الگ الگ ہوتی تھی بعض وفد سینکڑوں طلبہ پر مشتمل ہوتے تھے۔

(ب) اسلامی اور مغربی ممالک کے درمیان سفارتیں:

یورپین ملکوں نے ان سفارتوں کے ذریعے عالم اسلامی سے کافی استفادہ کیا۔ ان سفارتوں کا آغاز ابو جعفر منصور عباسی (متوفی ۷۵۵ء) کے عہد سے ہو گیا تھا۔ ہارون رشید (۷۶۳-۸۰۹ء) اور چارلی مین (Charlemagne 742-814) کے درمیان قائم سفارت کو تاریخ میں بڑی شہرت ملی ہے۔ ایک بار ہارون نے اپنے سفیر کے ذریعے چارلی مین کو ایک گھڑی تحفے میں بھیجی جس میں سے ٹک ٹک کی آواز آ رہی تھی۔ چارلی مین نے سمجھا کہ اس میں کوئی عفریت یا جن پوشیدہ ہے۔

اندلسی خلیفہ عبدالرحمن سوم (۸۹۱-۹۶۱ء) اور یورپ کے حکمرانوں کے درمیان ہونے والی سفارتوں کو بھی تاریخی طور پر بڑی شہرت حاصل ہے۔ یورپ نے ان سفارتوں سے بہت کچھ سیکھا اور ان کے ذریعہ ہر دو علمی اور تہذیبی سطح پر عرب اور مسلمانوں سے کافی کچھ اکتساب کیا۔

(ج) تحریک ترجمہ:

اس مرحلے کی ایک اہم اور نمایاں خصوصیت ترجمے کی تحریک بھی ہے۔ اس تحریک کے ذریعے عربی اسلامی علوم کو یورپ کی مختلف زبانوں بالخصوص لاطینی اور اسپینی زبانوں میں بڑے پیمانے پر منتقل کیا گیا۔ اس کے لیے مدرسے قائم کیے گئے۔ دفاتر کا قیام عمل میں آیا اور مترجمین کی کمیٹیاں بنائی گئیں۔ اس تحریک کو عیسائی حکمرانوں اور کلیسا کی سرپرستی حاصل تھی۔ صقلیہ (سسیلی) اور اندلس اس تحریک کے دو اہم مرکز تھے۔ ترجمے کی یہ تحریک الفانسوشم کے عہد میں اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی۔ اس نے پادری ریمونڈ کی نگرانی میں ترجمہ کا ایک بڑا دفتر طلیطلہ میں قائم کیا۔ جس میں مترجمین کی کئی کمیٹیاں کام کرتی تھیں۔ یہ کمیٹیاں مختلف علوم و فنون سے متعلق ہوتی تھیں۔ طلیطلہ کے اس دفتر ترجمہ نے سینکڑوں عربی کتابوں کو اسپینی اور لاطینی میں منتقل کیا، ان کتابوں میں یونانی سے ترجمہ شدہ کتابیں بھی تھیں اور عربی کی طبع زاد کتابیں بھی۔ چونکہ طلیطلہ ایک طویل عرصے تک مسلمانوں کے زیر اقتدار رہ چکا تھا لہذا یہاں کے کتب خانوں میں بے حد نایاب علمی کتابوں کا بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ سسیلی میں بھی ترجمے کے مراکز و مدارس قائم تھے جہاں اسلامی عہد کے علمی کاموں کا لاطینی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ زیادہ اہتمام ریاضیات، فلکیات، طبیعیات، طب اور فلسفہ کی کتابوں کے ترجمے کا ہوتا تھا۔ بعد میں یہی ترجمہ کردہ کتابیں یورپ کے جامعات اور مدارس میں تعلیمی نصاب کا حصہ بنیں، جہاں سولہویں بلکہ سترہویں صدی تک ان کی تدریس ہوتی رہی۔ ترجمے کی یہ تحریک گیارہویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی اور تیرہویں صدی کے آخر تک جاری رہی۔ اس تحریک کے زیر اثر قرآن کریم کا بھی پہلا ترجمہ ہوا۔ یہ ترجمہ پادری ہرین نے ۱۱۴۳ء میں کیا تھا، لیکن کلیسا کے خوف سے وہ اپنے اس کام کو ظاہر نہیں کر سکا اور یہ ترجمہ پہلی بار ۱۵۴۳ء میں منصفہ شہود پر آیا۔

اہالیان اسپین:

اسپین کے اصل باشندے اسلامی تہذیب و ثقافت اور علوم و فنون سے مستفید

ہونے والے تمام اہل یورپ کے پیشرو تھے۔ کیونکہ ان کی نظروں کے سامنے ہی اسلامی اندلس کی تہذیب کی ابتدا ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ تہذیب دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ تہذیب بن گئی تھی، اندلس کے قدیم باشندوں پر اس نو ساختہ و پرداختہ تہذیب کے گہرے اثرات مرتب ہوئے تھے۔ یہاں کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد مسلم تہذیب میں رچ بس گئی۔ انہوں نے عربی زبان سیکھی اور عربی علوم و فنون سے استفادہ کیا۔ بلکہ ان میں سے ایک بڑی تعداد بالخصوص نوجوان اپنی بود و باش اور نشست و برخاست میں پوری طرح سے عربوں کے رنگ میں رنگ گئے۔ عربی زبان و ادب میں دلچسپی لینے لگے تھے اور عربی شاعری کے دلدادہ ہو گئے تھے۔ کئی پادریوں اور راہبوں نے اسپین کے عیسائی نوجوانوں کے اس طرز عمل کی خوب تنقید و مذمت کی ہے اور اس پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ یہ مستعرب طبقہ استثنائی تاریخ کے اس مرحلے کا ایک اہم حصہ ہے۔

دوسرا مرحلہ:

یہ مرحلہ اپنے نتائج و آثار کے اعتبار سے سب سے اہم مرحلہ ہے، اس کا آغاز صلیبی جنگوں کے بعد ہوتا ہے۔ استثنیٰ اق کے اس مرحلے پر صلیبی جنگوں کی ہزیمت نے گہرا اثر ڈالا ہے۔ مغرب نے اس عسکری ہزیمت کے بعد فکری حلوں کی تیاری شروع کر دی۔ لہذا استثنیٰ اق کا کردار بے حد اہم ہو گیا اور اسے غیر معمولی اہمیت حاصل ہو گئی۔ مغرب اپنے جن مقاصد کو اسلحوں اور جانبازوں کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکا، اسے حاصل کرنے کے لیے استثنیٰ اق کا استعمال کیا۔

استثنیٰ اق تاریخ کے اس مرحلے کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں یورپ کے اکثر ملکوں میں عربی تعلیم کے مراکز کھولے گئے۔ چنانچہ ۱۳۱۱ء پوپ کلیمنٹ پنجم (Clement V) کی قیادت میں ویانا میں ہونے والی کانفرنس میں یہ قرارداد پاس ہوئی کہ پیرس، آکسفورڈ اور دوسرے یورپین شہروں میں عربی زبان کی تدریس کا انتظام کیا جائے، چنانچہ اس کے بموجب یورپ کے کئی تعلیمی اداروں میں عربی زبان کی چیئر قائم

کی گئیں۔ اس مرحلے میں اُن لاطینی کتابوں کی مقبولیت میں اضافہ ہوا جو پچھلے مرحلے میں عربی سے ترجمہ کی گئی تھیں۔ اور عربی زبان سے ترجمے کی تحریک نے مزید زور پکڑا۔ علاوہ ازیں اسلام اور عرب کی مخالفت میں مزید شدت پیدا ہوئی۔

اس مرحلے میں عربی سے ترجمہ کی گئی کتابیں یورپی جامعات میں مصادر و مراجع کی حیثیت سے داخل ہوئیں۔ اس مرحلے کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اہل مغرب نے اس مرحلے میں مسلمانوں کی علمی اور ثقافتی میراث میں دلچسپی لینا شروع کیا۔

تیسرا مرحلہ:

یہ مرحلہ اٹھارویں صدی سے شروع ہوا۔ اور یہ مرحلہ عملی تنظیم سے عبارت ہے۔ گزشتہ دو مرحلوں میں استشراق پوری طرح سے کلیسا کے گود میں تھا لیکن اس مرحلے میں یہ کلیسا سے نکل کر نوآبادیاتی طاقتوں کے زیر سرپرستی آ گیا۔ اور اس مرحلے کے استشراق کی سب سے نمایاں خصوصیت یہی ہے۔ اس مرحلے کی ابتداء میں مغرب نے مشرق پر اپنے قبضہ و اقتدار کا پروگرام بنایا اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے استشراقی مطالعات سے خوب خوب استفادہ کیا۔ اس مرحلے میں نسل پرستی پر مبنی نظریات و افکار نے بھی عروج پایا۔ اور ان میں سب سے مشہور نظریہ مستشرق رینان (Renan) کا تھا۔ رینان کا پورا نام (Joseph Ernest Renan) تھا۔ یہ فرانسیسی نژاد مستشرق ۱۸۲۳ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۹۲ء میں اس کی وفات ہوئی۔ اس کے اس نسل پرستانہ نظریہ کا خلاصہ یہ تھا کہ نسلی خصوصیات طبعی اور حتمی ہوتی ہیں اور آریں نسل سب سے برتر نسل ہے۔ سفید فام کو سیاہ فام اور رنگ دار نسلوں پر فطری تفوق و برتری حاصل ہے۔ اس نظریے کے لیے اس کی تنقید بھی ہوئی اور نوآبادیاتی نظام کو اس سے تقویت بھی حاصل ہوئی۔

اس مرحلے کی ایک نمایاں بات یہ بھی ہے کہ اس میں استشراق منظم ہوا۔ چنانچہ مختلف استشراقی اداروں اور تعلیمی مراکز سے استشراقی جرنل اور میگزین نکلنے لگے۔ اس مرحلے میں مشرق کے علمی خزانوں اور تہذیبی سرمایوں کی یورپ منتقلی بھی عمل میں آئی۔ یہ

سرمایہ پیش قیمتی مخطوطات، دستاویزات، اور دستکاری اور ہنرمندی کے نمونوں کی شکل میں تھایہ سرمایہ مختلف طریقوں اور وسیلوں سے مغرب کے عوامی اور ذاتی کتب خانوں اور عجائب گھروں کی زینت بن گیا۔ اس کے وسائل میں تحفہ خریداری، چوری، لوٹ کھسوٹ، رشوت اور بلیک میلنگ سبھی شامل تھے۔ مشرق کی یہ علمی و فکری میراث جس بھی صورت میں یورپ منتقل ہوئی اس نے استشراقی حرکت و نشاط میں غیر معمولی اضافہ کر دیا۔ اور اس سرمائے کی منتقلی کے بعد یورپ میں مشرق کے ماہرین کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔

اس مرحلے کی ایک بنیادی خصوصیت یہ بھی رہی کہ اس میں پہلی بار استشراقی کانفرنس منعقد ہوئی۔ یہ کانفرنس پیرس میں ۱۸۷۳ء میں ہوئی جس کے بعد استشراقی کانفرنسوں کا ایک سلسلہ چل پڑا۔

اس مرحلے میں استشراق کی تاریخ میں پہلی بار دائرۃ المعارف اور موسوعی نوعیت کی کتابیں ظہور میں آئیں جن میں مشرقی تہذیب و ثقافت کا مختلف گوشوں سے تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ اس مرحلے میں استشراقی ادب میں ایک بڑی تبدیلی یہ آئی کہ اس میں راست حملوں کا طریقہ چھوڑ کر خفیہ اور غیر ظاہر راستے اختیار کیے گئے جس سے بعض لوگوں کو یہ گماں ہوا کہ استشراق اس مرحلے میں موضوعی اور غیر جانبدار ہو گیا۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ کلیسا کے اقتدار سے نکلنے کے بعد اس میں کسی قدر توازن پیدا ہو گیا لیکن صدیوں کی تعلیمات، مشرق کے بارے میں بالواسطہ معلومات اور نسل پرستی کے نظریات و مذہبی جذبات سے متاثر استشراقی ذہن پوری طرح سے غیر جانبدار ہرگز نہیں رہا، البتہ بعض مستثنیات ضرور ہیں اور ان مستثنیات کو بھی اس مرحلے کی خصوصیت قرار دیا جاسکتا ہے۔

چوتھا مرحلہ:

یہ مرحلہ پہلی جنگ عظیم کے خاتمے (۱۹۱۸ء) سے سویت یونین کے سقوط (۱۹۹۱ء) تک پر مشتمل ہے۔ اس مرحلے میں ہونے والی دو عظیم جنگوں کے اثرات نے یورپ کے سیاسی و اقتصادی ڈھانچے کو یکسر بدل ڈالا اور مغربی نوآبادیات کا خاتمہ بھی اسی

مرحلے میں ہوا جس کے سبب استشراق میں بھی تبدیلیاں آئیں۔ اس مرحلے میں استشراق استعماری ایوانوں سے نکل کر مشرقی ملکوں میں قائم مغربی سفارت خانوں میں منتقل ہو گیا۔ بعض ملکوں میں یہ سفارت خانے اس قدر طاقتور تھے جو عصر استعمار کی ریزڈنسیوں کی یاد دلاتے تھے اور ان ملکوں میں ہونے والی دہشت گردیوں، خونریزیوں اور انقلابات میں شامل رہتے تھے۔

اس مرحلے میں گزشتہ مرحلے کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا، کانفرنسوں اور جرنلز کی تعداد میں اضافہ ہوا، البتہ موسوعاتی نوعیت کے ضخیم اعمال میں گراؤ آئی۔ اس مرحلے میں ہمیں مستشرقین کی صفوں میں وہ افراد نہیں ملتے ہیں جنہوں نے بحث و تحقیق اور تصنیف و تالیف کے لیے اپنی عمریں وقف کر دیں۔ اور غالباً یہ تبدیلی زندگی کا طور طریقہ بدلنے کے سبب ہوئی نہ کہ کسی بے توجہی کے سبب۔ اس مرحلے کی ایک بڑی خاص بات یہ ہے کہ اس مرحلے میں استشراقی سرگرمیوں میں صیہونیت کی شمولیت ہوئی۔ اس ضمن میں برنارڈ لویس (Bernard Lewis) اور مردخای کیدا (Mordecchai Kedar) وغیرہ کے نام پیش کیے جاسکتے ہیں۔

بیسویں صدی کے استشراق کی ایک اور بڑی خصوصیت امریکی استشراق کا ظہور ہے بلکہ دوسری جنگ عظیم کے بعد استشراقی محور یورپ سے امریکہ منتقل ہو گیا اور ہارورڈ یونیورسٹی استشراقی عمل کا سب سے بڑا مرکز بن گئی۔ امریکہ کی متعدد یونیورسٹیوں جیسے پرنسٹن، کولمبیا، پنسلوانیا، بوسٹن اور شکاگو وغیرہ میں استشراقی مطالعات کے سینٹر قائم ہوئے۔

اس مرحلے کی ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ۱۹۷۳ء میں پیرس میں منعقد استشراقی کانفرنس میں استشراق کے خاتمے کا اعلان کر دیا گیا، اور استشراقی مطالعات کو انسانی علوم و معارف کے زمرے میں داخل کر دیا گیا۔ جب کہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ اس اعلان کے ذریعہ لفظ استشراق کے ساتھ وابستہ ظلم و زیادتی، مکروفریب اور نسل پرستی و فرقہ واریت کے تصورات سے پیچھا چھڑانے کی ایک کوشش تھی تاکہ مستشرقین کے اعمال کی صداقت اور اعتباریت کو بحال کیا جاسکے۔ چنانچہ اب استشراقی کانفرنس ایشیا و افریقہ سے

متعلق انسانی مطالعاتی عالمی کانفرنس کے نام سے منعقد ہو رہی ہے۔ ۱۹۹۸ء میں یہ کانفرنس ہنگری کی دارالحکومت بوڈاپسٹ اور ۲۰۰۰ء میں کینیڈا کے شہر مونٹریال میں منعقد ہوئی۔ اس مرحلے کے اہم مستشرقین میں بعض نام مندرجہ ذیل ہیں: لولیس ماسینیون متونی (Massignon L.) 1962، لیوی پروونسٹل متونی (Levi Provencal)، رتجس بلاشیر متونی (Blachere) 1973، کلودھین متونی (Cahen Cl) 1991، وغیرہ فرانسیسی مستشرقین، مونٹگومری واٹ متونی (Montgomery Watt) 2000، مرگیوٹھ متونی (Nicholson R.A) 1940، مارگولنٹھ (Margoleonth D.S)، رینالڈ نکولسن متونی (Arther) 1945، کرکوف متونی (Krenkow Fr.) 1953، آرتھر آری بری متونی (Arberry) 1969، ہملٹن جب متونی (Hamilton Jibb) 1970 اور برنارڈ لویس متولد 1916 (Bernard Lewis) وغیرہ برطانوی مستشرقین، کارل بروکلمان متونی 1956 (Carl Brockelmann) اور جوزف شناخت متونی 1969 وغیرہ جرمن مستشرقین، جویدی میکلائنگلو متونی (Geudi Michelangelo) 1956 اور فرانسیسکو جابرلی متونی 1990 (Gabrieli Francesco) وغیرہ اطالوی مستشرقین، روس کے مستشرق کراچکوفسکی متونی 1951 (Kratchkovski)، ہنگری کے عبدالکریم جرمائوس متونی ۱۹۷۹ (Germanus J) اور ہالینڈ کے ارنٹ ولسنک متونی (Arnet) 1939 (Wensink) وغیرہ۔

پانچواں مرحلہ:

اس مرحلہ کا آغاز سوویت یونین کے سقوط سے ہوتا ہے اور تادم تحریر جاری ہے۔ اس مرحلے کی سب سے نمایاں خصوصیت دنیا کا ایک قطبی ہونا ہے۔ استشراق بھی اس تبدیلی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا ہے۔ اور اس کا مرکز نقل پوری طرح سے امریکہ منتقل ہو گیا۔ فکری طور پر اس مرحلے کی ابتداء تہذیبوں کے تصادم کے نظریے سے ہوئی جسے صمویل

ہنگلٹن متونی (Samuel Huntington) ۲۰۰۸ء میں پیش کیا اور ۱۹۹۶ء میں اسے ”تہذیبوں کا تصادم اور عالمی نظام کی تشکیل نو“ (The Clash of Civilization and the Remaking of New World order) کے نام سے پیش کیا، جس کا خلاصہ ہے کہ مستقبل میں انسانی ٹکراؤ آئیڈیالوجی پر مبنی یا اقتصادی نوعیت کے نہیں ہوں گے بلکہ تہذیبی بنیادوں پر ہوں گے۔ اسلام اور مغرب کے درمیان تہذیبی ٹکراؤ شروع ہو چکا ہے۔ جو مشترک دشمن ”اشتراکیت“ کے خاتمے کے بعد باہمی ٹکراؤ کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ اس نظریہ کا بنیادی مقصد مغرب کی بالادستی کو برقرار رکھنا ہے اور ”اسلامی خطرہ“ کے حوالے سے بے مہابہ فوجی خرچ اور تجربات کو جواز فراہم کرنا ہے۔ بلاشبہ اس نظریہ نے دنیا میں عداوت کی فضا سازگار کی اور مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان خلیج کو وسیع کیا۔ صمویل کو بطور مستشرق نہیں جانا جاتا لیکن چونکہ اس کا اصلی ہدف اسلام اور مسلمان ہیں اور اس کا تمام فکری و علمی مواد استشراق کا فراہم کردہ ہے لہذا اس عمل کو بھی استشراق کی توسیع ہی مانا جا رہا ہے۔

استشراق کا یہ مرحلہ عالمگیریت (Globalization) کا ہے اور مادیت کے ساتھ ساتھ عالم فکر و نظر بھی اس کی زد پر ہے۔ اب استشراق اصرافیت (Consumerism) تغریب (Westernization) کے لیے کام کرتا ہے اور فکری و اقتصادی استعمار کی خدمت میں مصروف عمل ہے جسے نو استعماریت (New Colonialism) کہا جاتا ہے۔ سولیس مستشرق پادری ہانس کونگ (Hans Kung) نے عالمگیریت کے اس عہد کے لیے ایک عالمگیر ضابطہ اخلاق کی فکر پیش کی ہے جس کے ذریعہ تہذیبوں کے اس نام نہاد تصادم سے بچا جاسکتا ہے اور دنیا میں امن قائم کیا جاسکتا ہے۔ اس عالمگیری ضابطہ اخلاق کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں اس وقت تک امن ممکن نہیں ہے جب تک کہ مذاہب کے درمیان امن قائم نہ ہو اور مذاہب کے درمیان گفت و شنید کے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا ہے اور کوئی گفت و شنید نتیجہ خیز اور ثمر بار نہیں ہو سکتی جب تک مشترکہ اخلاقی معیار اور ضابطہ قائم نہ کیے جائیں۔ اس ضمن میں ہانس نے دنیا کے تمام مذاہب سے مشترکہ اخلاقی قدریں جمع کرنے

کی کوشش کی ہے۔

اس مرحلے میں یورپ و امریکہ میں بسنے والی مسلم اقلیات کا مطالعہ استشراقی مطالعے کے جدید محور کے طور پر ابھر کر آیا ہے۔ اور اس کا چلن تیزی سے سامنے آیا ہے۔ اس مرحلے کی ایک نمایاں بات یہ ہے کہ اس میں علاقیت پر مبنی استشراقی (اجتماعی) مطالعات کا ظہور ہوا ہے۔ مثلاً کوئی ایک مستشرق اسلامی یا مشرقی ملکوں میں کسی ایک ملک کا ہمہ جہتی مطالعہ کرتا ہے۔

عالمگیریت اور اصرافیت کے عہد میں بین الاقوامی کمپنیاں استشراقی مطالعات اور خود مستشرقین کا استعمال کر رہی ہیں جیسا کہ سو سال پہلے استعماری قوتوں نے کیا تھا۔ اس مرحلے میں استشراق الکٹرانک میڈیا کی طرف متوجہ ہوا ہے چنانچہ بہت سے مستشرقین اب یورپ اور امریکہ میں بڑے بڑے میڈیا ہاؤسز سے وابستہ ہو گئے ہیں اور بطور پروگرامرز اور اینکرز کام کر رہے ہیں۔ استشراقی رنگ و آہنگ رکھنے والے ٹی وی سیریلوں، پروگراموں اور فلموں کی ایک طویل فہرست پیش کی جاسکتی ہے۔

اس مرحلے کے استشراق میں گہرائی و گیرائی کے بجائے سطحیت، سنجیدہ بحثوں کے بجائے اکسانے والے بیانات، ریسرچ و تحقیق کے بجائے کذب و افتراء، علمی اعتراضات کے بجائے اہانت آمیز الزامات اور علمیت کے بجائے پروپیگنڈوں پر اعتماد وغیرہ عام طور پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ خصوصاً اسلام کے خلاف توہین آمیز مقالوں اور کتابچوں کی بھرمار ہو گئی ہے۔ اس ضمن میں کریگ وون (Craig Wonn) کی کتاب بربادی کا نبی (Prophet of Doom) اور کریسٹ مون پبلیشنگ سے شائع ہونے والے کتابچے ”محمدؐ نو ورنہ!“ اور بے شمار کتابوں، کتابچوں اور مضامین کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

نقد استشراق

استشراق ایک ایسی انسانی علمی تحریک ہے جسے ایک مخصوص خطے اور مخصوص ذہن اور ایک خاص دین و ثقافت کے حامل افراد نے چلایا۔ اور یہ ایک علمی حقیقت ہے کہ انسان

کی کوئی بھی تحریر اس کے عقیدے، افکار اور اس کی ثقافت کے اثرات سے خالی نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ مذہبی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی دوافع اور محرکات نے استشراتی تحریروں کو بھی متاثر کیا۔ یورپ میں اسلام کے خلاف صدیوں کے پروپیگنڈوں نے ان مستشرقین کو بھی متاثر کیا جنہوں نے بالقصد اسلام یا مسلمانوں کی مخالفت نہیں کی۔ اور وہ بھی اپنے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ یہ ایک فطری قانون ہے اور اس کا انطباق استشراق کی تنقید کرنے والوں پر بھی ہوتا ہے۔ یہ حضرات بھی اپنے عقیدے اور افکار کے زیر اثر استشراق کی تنقید میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ اس جہت سے نہ استشراق قابل مذمت ہے اور نہ اس کی تنقید کرنے والے۔ البتہ اگر یہ کام قصد و ارادے کے ساتھ کیا جائے تو بلاشبہ قابل مذمت اور لائق نکیر ہے۔ البتہ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مستشرقین کی ایک بہت بڑی تعداد ہے جس نے بالقصد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لکھا اور اس ضمن میں تمام علمی اور اخلاقی قدروں کو پامال کیا۔

استشراق کے متعدد تاریک گوشوں کے ساتھ بعض روشن پہلو بھی ہیں۔ جن کا اعتراف ہونا چاہیے بلکہ ستائش ہونی چاہیے۔ استشراق کی تنقید میں اس امر کا بھی لحاظ ہونا چاہیے کہ ہم ان سے کسی ایسی بات کی توقع نہیں رکھ سکتے جس کے وہ مکلف نہیں ہیں اور نہ ان سے کسی ایسے کام کا مطالبہ کر سکتے جو اہل ایمان سے کیا جاتا ہے۔ استشراق کی تنقید میں اس بات کی بھی رعایت ہونی چاہیے کہ یہ ایسے افراد کی جماعت ہے جو اسلام، اسلامی تہذیب و ثقافت اور زبانوں سے بڑی حد تک ناواقف ہے۔ استشراق کے عروج کا عہد مذہب بیزاری، الحادی فلسفوں جدلیاتی مادیت کے عروج کا زمانہ تھا اور استشراق بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا۔ یہ عہد مغرب کے عروج و اقتدار کا بھی عہد تھا، چنانچہ استشراتی مطالعات میں استعلائی اسالیب کا درآنا بھی بڑی حد تک فطری ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ مشرق جنت نہیں ہے اور نہ یہاں صرف اور صرف فرشتے رہتے ہیں، عربوں، مسلمانوں اور مشرقیوں سے بھی فکری اور عملی غلطیاں ہوئی ہیں۔ اور ان غلطیوں کی نشاندہی نہ برائی ہے اور نہ کسی کے لئے کسر شان کی بات ہے۔ لہذا ”اپنے بھائی کی حمایت

مظلوم ہونے کی صورت میں کرنا چاہیے ظالم ہونے کی صورت میں نہیں اور مستشرقین کی مثبت تنقیدات کی پذیرائی ہونا چاہیے۔

مستشرقین کی غلطیوں اور غلط فہمیوں کے اسباب:

مستشرقین کی غلطیوں اور غلط فہمیوں کے کئی اسباب ہیں۔ واضح رہے کہ یہاں ان مستشرقین کی بات نہیں کی جا رہی ہے جو محض استعماری اور تنصیری اداروں کے ایجنٹ تھے۔ ابتدا میں تحریک استشراق میں انہیں کی اکثریت تھی بلکہ استشراق کا آغاز ہی عیسائی مذہبی اداروں اور مذہبی شخصیات سے ہوا۔ اور یہ صورت حال اٹھارویں صدی کے خاتمے تک برقرار رہی، بلکہ یہاں مستشرقین سے مراد وہ حضرات ہیں جن سے غیر ارادی غلطیاں ہوئیں ایسے مستشرقین کی غلط فہمیوں اور غلطیوں کے اہم اسباب کو مندرجہ ذیل نقاط میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱- اسلام پر ایمان نہ ہونا:

ظاہر ہے کہ جو شخص اسلام کو من جانب اللہ نہیں سمجھتا ہے نہ وہ حضرت محمد ﷺ کو خدا کا رسول مانے گا اور نہ قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کرے گا۔ وہ اپنی فکر و عقیدے کے مطابق نزول وحی کی مادی توجیہات کرے گا اور قرآن میں مذکورہ تاریخی واقعات کو ورقہ بن نوفل، بحیرہ راہب اور ان جیسے دوسرے عیسائی اور یہودی افراد کی تعلیم قرار دے گا۔ اور قرآن کریم کی بلاغت کو نبی اسلام ﷺ کی بادیہ میں پرورش کا نتیجہ سمجھے گا۔

۲- مسلمانوں اور عربوں کی تہذیب و ثقافت اور سیاسی و سماجی احوال سے ناواقفیت:

بہت سارے مستشرقین کی غلطیوں کا ایک سبب یہ ہے کہ وہ اسلامی تہذیب و ثقافت کو مغربی تہذیب و ثقافت پر قیاس کرتے ہیں اور یہ قیاس انہیں غلط نتائج تک پہنچاتا ہے۔ اس کی ایک مثال عربوں کے حفظ و روایت کے نظام پر مستشرقین کا شک وارتیاب ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی کسی قوم میں زبانی اور شفوی روایات کا ایسا نظام نہیں ملتا ہے جو عربوں کے یہاں تھا، نہ صرف ان کی زبان میں فصاحت و بلاغت کے غیر معمولی

عناصر تھے بلکہ یادداشت اور حافظے کی قوت میں بھی عرب دوسروں سے ممتاز تھے۔ چونکہ عرب عموماً لکھنا نہیں جانتے تھے لہذا حافظے پر بھروسہ کرنا ان کی ضرورت بھی تھی اور مجبوری بھی۔ لیکن اسی چیز نے ان کے حافظوں کو غیر معمولی طور پر مضبوط اور قوی بنا دیا اور یہ فطرت کے مسلمات میں سے ہے کہ جن اعضا کا زیادہ استعمال ہوتا ہے ان کی قوت و صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ مستشرقین نے اپنے ظروف و احوال پر قیاس کرتے ہوئے۔ جاہلی شاعری اور حدیث کی روایتوں میں شبہ کا اظہار کیا مگر یہ قیاس، قیاس مع الفارق تھا۔

۳۔ عربی زبان سے بھرپور واقفیت نہ ہونا:

یہ بھی ایک اہم سبب ہے جس نے مستشرقین کو غلط نتائج تک پہنچایا۔ عربی زبان کی فہم کے لیے زیادہ تر مستشرقین نے غیر عربی اساتذہ اور مصادر پر اعتماد کیا۔ غیر اہل زبان اساتذہ اور انہیں کی تیار کردہ کتابوں اور لغات سے عربی زبان کو سیکھا۔ چنانچہ عربی زبان اور اس کے اسالیب بیان پر پوری طرح قدرت نہ ہونے کے سبب نصوص شریعیہ کو سمجھنے میں بہت سارے مستشرقین سے غلطیاں ہوئیں اور ان غلطیوں نے انہیں غلط نتائج سے ہمکنار کیا۔

۴۔ مادی مناج اور اصولوں کا استعمال:

اسلام ایک آسمانی مذہب ہے جو وحی، الہام، آخرت اور دوسرے امور غیبیہ پر مشتمل ہے۔ جن کا اثبات مادی وسائل و ذرائع سے نہیں ہو سکتا۔ اور جن قاعدوں اور مناج کی اتباع کر کے طبیعیات اور سماجی علوم کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ انہیں غیبیات میں استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے۔

یہ تو ان مستشرقین کی غلطیوں اور غلط فہمیوں کے بعض اسباب ہیں جو علمی وسائل و آلات کی کمی کے سبب ان میں گرفتار ہوئے۔ لیکن ایسے مستشرقین کی بھی کمی نہیں ہے جنہوں نے قصداً اسلام کی صورت بگاڑنے اور اس میں شک و شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ صلیبی جنگوں میں مغرب اور عیسائیت کی بدترین شکست اور ہزیمت نے انہیں جنون میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست علمی محاذ قائم کیا اور انہیں جنگ کے میدان کے بجائے علم کے میدان میں شکست دینے کا ارادہ کیا۔ کئی مفکرین کا

خیال ہے کہ استشرق کی ابتدا اسی نفسیات کے زیر اثر ہوئی۔ اس ضمن میں شہنشاہ فرانس لوئس نہم کی ایک وصیت کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ اس شہنشاہ نے خود ایک صلیبی جنگ کی قیادت کی تھی اور شکست کھا کر گرفتار ہوا تھا۔ صلاح الدین ایوبی نے تو اسے رہا کر دیا تھا لیکن وہ اپنی ہزیمت کے احساس اور ذلت کے شعور کی قید سے کبھی آزاد نہ ہو سکا۔ اور اس نے بستر مرگ پر مسلمانوں کے خلاف علمی اور فکری جنگ شروع کرنے کی وصیت کی تھی اور اس وصیت پر عمل آوری کے طور پر استشرق کا آغاز ہوا۔

ڈاکٹر محمد الہی نے اپنی کتاب ”الفکر الاسلامی الحدیث و صلته بالاستعمار الغربی“ (جدید اسلامی فکر اور مغربی استعمار سے اس کا تعلق) میں فرانسیسی مستشرقین کے تعصب کا ذکر کیا ہے۔ ان کے مطابق کیتھولک مستشرقین اسلام دشمن ہیں۔ اگر اس اطلاق کو پوری طرح صحیح نہ بھی مانا جائے تو بھی اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ فرانس کے کیتھولک مستشرقین اسلام اور مسلمانوں سے تعصب میں سب سے آگے ہیں۔ ڈاکٹر حسین مونس نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ فرانسیسی مستشرقین اسلام اور رسول اسلام کے خلاف تعصب میں زیادہ شدید ہیں۔

نیچے کی سطروں میں تعصب کے شکار مستشرقین کی غلطیوں کے بعض اسباب کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس تعصب کی وجہ دینی بھی ہو سکتی ہے اور قومی اور سیاسی وغیرہ بھی ہو سکتی ہے۔

۱۔ عیسائیت کے غلبے اور نشر و اشاعت کی خواہش جس کی راہ میں اسلام سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اور اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے وہ تشکیک، مغالطہ اور افتراء وغیرہ تمام وسائل سے کام لیتے ہیں۔ ایک طویل عرصے تک رسول اللہ ﷺ کو طرح طرح کی صفات سے متصف کیا گیا اور ان کی عجیب و غریب اور اہانت آمیز تصویر کشی کی گئی جس کا سلسلہ کسی نہ کسی صورت میں آج تک چل رہا ہے۔

۲۔ اسلام کے محاسن سے توجہ ہٹانے کے لیے اس کی تمام خوبیوں کو عیسائیت اور یہودیت سے منسوب کرنے کی کوشش۔ جس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں سوائے ان بعض مشابہتوں اور مماثلتوں کے جو تینوں مذاہب کے آسمانی ہونے

کی وجہ سے ہیں نہ کہ اس لیے کہ ایک نے دوسرے سے نقل کیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہودیت اور عیسائیت میں بھی بہت سی مشابہتیں ہیں مگر ان کی وجہ سے ایک کو دوسرے سے مانوڈ نہیں قرار دیا جاتا۔

۳- استعماری طاقتوں کے ساتھ کام کرنے والے مستشرقین کا فریضہ منہجی تھا کہ وہ اسلامی وحدت و اجتماعیت، اسلامی غیرت و حمیت اور مسلمانوں کے دینی افتخار کے شعور کو کمزور کریں تاکہ استعماری قوتوں کے راستے صاف اور آسان ہو سکیں لہذا فرقہ وارانہ منافرت اور علاقائی تعصب پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ مسلمانوں میں اختلاف و انتشار پیدا ہو۔ نوآبادیاتی نظام اور استعماری اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے عربی زبان اور اسلامی تہذیب سے مسلمانوں کا تعلق کمزور ہونا اور مغربی تہذیب و زبان سے رشتے استوار ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے کبھی اسلامی تہذیب کو مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بتایا گیا تو کبھی عربی زبان پر تہمت لگائی گئی کہ یہ زبان علمی ترقیوں کا ساتھ نہیں دے سکتی ہے۔

۴- بیسویں صدی کے نصف آخر میں جب تمام مشرقی ممالک یورپ کے چنگل سے آزاد ہو گئے ان میں عرب اور اسلامی ممالک بھی تھے۔ تو سیاسی اور قومی اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے انہیں وسائل کا استعمال کیا گیا جن کا استعمال دینی اور استعماری مقاصد کے حصول کے لیے کیا گیا تھا۔

مستشرقین کی غلطیوں کے نمونے:

اسلام اور اسلامی عقیدے اور شریعت کے بارے میں مستشرقین عجیب و غریب مناج کا استعمال کرتے ہیں۔ ایک مخلص محقق کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے متعلقہ نصوص اور عبارتوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ پھر مقدمات تیار کرتا ہے ان مقدمات کو منطقی ترتیب دیتا ہے اور پھر نتیجے پر پہنچتا ہے۔ جبکہ متعصب مستشرقین کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے وہ ایک متعین فکر اور

نتیجے کے ساتھ اپنی بحث و تحقیق کو شروع کرتے ہیں اور پھر اسی فکر و نتیجے کو ثابت کرنے والے مقدمات و نصوص تلاش کرتے ہیں اور ایسے مقدمات و نصوص کو فوراً قبول کر لیتے ہیں جو ان کے مفروضہ نتیجے تک پہنچانے والے ہیں خواہ وہ کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں اور ایسے نصوص اور مقدمات کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو ان کی فکر اور مزعوم نتیجے سے متصادم ہوں خواہ وہ کتنے ہی مضبوط اور قوی کیوں نہ ہوں۔ وہ قیاس علمی کے معمول بہ طریقے یعنی مقدمات سے نتائج تک پہنچنے کے بجائے نتائج سے مقدمات تک پہنچتے ہیں۔ اس حقیقت کو مندرجہ ذیل سطور میں چند مثالوں کے ذریعہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱- گولڈزیہر نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حدیثیں مجموعی طور پر قرون ثلاثہ اولیٰ میں وضع کی گئی ہیں اور صدر اول میں مسلمان احکام شریعت سے پوری طرح واقف نہیں تھے اور نہ سیرت رسول کو اچھی طرح جانتے تھے اور اس کی دلیل کے طور پر دیمیری کی کتاب الحیوان سے یہ نقل کیا ہے کہ ابوحنیفہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ بدر کی جنگ پہلے ہوئی تھی یا احد کی جنگ۔

یہ دعویٰ اور اس کی دلیل سبھی کچھ حیرت انگیز ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ امام ابوحنیفہ ان ائمہ اسلام میں سے ہیں جنہوں نے اسلام میں جنگ کے قوانین پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ بھلا یہ کام واقع سیرت اور مغازی سے بھرپور واقفیت کے بغیر کیونکر ممکن ہے۔ امام صاحب کے شاگردوں اور خوشہ چینوں نے بین الاقوامی قوانین پر کتابیں لکھی ہیں اور جنگ کے احکام پر مستقل تصنیفات کی ہیں۔ جیسے امام یوسف کی کتاب ”الرد علی سیر الاوزاعی“ اور امام محمد بن حسن شیبانی کی کتاب ”السیر الکبیر“ اور امام سرخسی کے ذریعے کی جانے والی اس کی شرح جو نہ صرف اسلام بلکہ بین الاقوامی تعلقات سے متعلق قوانین پر دنیا کی پہلی کتاب ہے۔

امام صاحب کے شاگردوں کی یہ کتابیں گولڈزیہر کے رد کے لیے کافی تھیں۔ علاوہ ازیں بقول عبدالرحمان حبیبکہ میدانی۔ گولڈزیہر کے لیے ان کتابوں تک پہنچنا دشوار نہ تھا لیکن حدیث و سیرت کو بعد میں وضع کیے جانے کے دعوؤں کو ثابت کرنے کے لیے گولڈزیہر نے دیمیری کی کتاب پر اعتماد کیا جو نہ مورخ ہیں اور نہ فقیہ اور ان کی اس کتاب میں بغیر

کسی تحقیق و تحقیص کے معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔

۲- اس کی دوسری مثال امام محمد بن مسلم بن شہاب زہریؒ متوفی 124ھ پر گولڈزیہر کی جانب سے حدیث وضع کرنے کا الزام ہے۔ گولڈزیہر کا دعویٰ ہے کہ امام زہری نے حدیث ”لانشد الرجال الا الى ثلاثة مساجد.....“ کو اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے لیے وضع کیا تھا۔ اور اس بڑے دعویٰ کے لیے ان کے پاس اس کے سوا کوئی دلیل نہیں کہ امام زہری اور عبدالملک بن مروان ہم عصر تھے۔ اور گولڈزیہر نے ان درجنوں ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال کو ایک سرے سے نظر انداز کر دیا جنہوں نے امام زہری کی امانت و صداقت اور دیانت کی شہادتیں دی ہیں۔ اور متعدد سوانح نگاروں اور مورخین کو بھی قابل اعتبار نہیں سمجھا جنہوں نے امام زہری کے تقویٰ اور ورع کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

۳- مستشرقین میں بہت سے ایسے ہیں جو اس بات کو ثابت کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ عرب اپنے عجمی مفتوحین کے ساتھ انسانی سلوک نہیں کرتے تھے اور ان کی تذلیل و تحقیر کرتے تھے۔ مشہور مستشرق بروکلمان اپنی کتاب ”مسلم قوموں کی تاریخ“ میں لکھتے ہیں کہ:

”عرب چونکہ حاکم طبقے کی تشکیل کرتے تھے لہذا وہ عجمیوں کو رعیت سمجھتے تھے۔ رعیت یعنی جانوروں کا ریوڑ جس کی جمع رعایا آتی ہے۔ اور عرب عجمیوں کو رعایا کہہ کر ہی بلاتے تھے اور یہ ایک قدیم سامی تشبیہ ہے جو اشوریوں تک معروف و متداول تھی۔“

یہ لکھتے وقت بروکلمان نے ان تمام تاریخی روایتوں کو نظر انداز کر دیا۔ جو مفتوحین کے ساتھ مسلمانوں اور عربوں کی عدالت بلکہ احسان کی گواہی دیتی ہیں اور ایک لفظ رعیت کے صرف ایک معنی کو لے کر پورا نظریہ قائم کرنے کی کوشش کر ڈالی۔

عربی میں یہ لفظ صرف جانوروں کے ریوڑ کے لیے ہی استعمال نہیں ہوتا ہے بلکہ راہی کے معنی نگراں اور والی کے بھی آتے ہیں اور عربی معاجم و لغات میں رعیت کا معنی عوام بھی لکھا ہوا ہے۔ عربی میں راہی رئیس القوم کے لیے بولا جاتا ہے جس کے اندر نگرانی ہمدردی اور حفاظت وغیرہ کے معنی بھی ہیں اور یہ بھی غلط ہے کہ عربوں نے اس کا استعمال

صرف عجمیوں کے لیے ہی کیا ہے۔ بلکہ یہ لفظ عربی عوام کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ صرف یہی ایک بات بروکلمان کے استدلال کو باطل کرنے کے لیے کافی ہے۔

حدیث ”الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ.....“ والی حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس لفظ کا استعمال تحقیر و تذلیل کے لیے نہیں ہوتا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ”الراعی: الحافظ المؤمن“، یعنی راہی کا مطلب نگراں اور امانت دار کے ہیں۔ (فتح الباری)

۴- چوتھی مثال ولیم میور کا یہ خیال ہے کہ عرب کے بدو بلاغت اور طلاق لسانی میں بہت آگے تھے اور نبی اسلام نے یہ فن بدوؤں سے سیکھا تھا۔ یہ ایک مضحکہ خیز اور وہمی استدلال ہے۔ کیونکہ عربوں کے پاس خاص کر بدوؤں کے پاس ایسا کوئی نظام نہ تھا اور نہ کوئی ایسی روایت ہے جو اس فرضی دعویٰ کی تصدیق کر سکے۔ اور نہ ہی نزول قرآن سے قبل نبی کریم ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا کوئی ذکر اور اس کی کوئی مثال ملتی ہے۔ نبی کریم ﷺ یقیناً فصیح العرب تھے لیکن انہوں نے جو سیکھا تھا وہ سب ان کے رب نے سکھایا تھا۔

مستشرقین واقعات کے فرضی اسباب و علل وضع کرنے میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔ اسلامی تہذیب اور سوسائٹی کو مغربی معیار پر جانچنے کی غلطی کرتے ہیں۔ سیرت محمدیہ اور ظہور اسلام کا تجزیہ اور تحلیل مغربی ذہنیت کی بنیاد پر کرتے ہیں اور بقول ناصر الدین اتیان ڈینٹ: مغربی منطق مشرقی انبیاء کی تاریخ میں صحیح نتائج تک نہیں پہنچا سکتی ہے۔

استشراق کے ایجابی و سلبی آثار

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ استشراق کے ایجابی اور سلبی دونوں پہلو ہیں چنانچہ استشراق کے نتائج اور آثار بھی ایجابی اور سلبی دونوں نوعیت کے ہیں:

ایجابی آثار

۱- مختلف علوم فنون سے متعلق ہزاروں ہزار مخطوطات کی حفاظت و صیانت اور ان کی

نگہداشت۔

- ۲- ان مخطوطات کی تحقیق و تدوین اور ان کی نشر و اشاعت۔
 - ۳- علمی مناہج، بحث و تحقیق کی ترویج و اشاعت اور مشرق سے تعلق رکھنے والے طلبہ اور محققین کی تعلیم و تربیت۔
 - ۴- قدیم مشرقی زبانوں کا انکشاف اور ان کی بازیافت اور ان زبانوں میں ملنے والی تحریروں کو سمجھنا اور حل کرنا۔ جیسے سنسکرت، پالی، بابلی، اشوری اور فنیقی زبانیں۔ جرجی زیدان لکھتے ہیں کہ:
- ”عہد جدید میں عربی زبان کے احیا اور اس کی نشاۃ ثانیہ کے عوامل میں فرنگیوں کے ذریعہ اس زبان کے قدیم مخطوطات کی تحقیق و تدوین اور ان کی نشر و اشاعت بھی ہے۔“
- ۵- قدیم تہذیبوں کے مطالعات کے ذریعے ان تہذیبوں کی معاشی و سیاسی و دینی و ثقافتی زندگی کے احوال کا انکشاف۔
 - ۶- مشرقی مخطوطات اور علمی نوادرات کے لیے ایسے کتب خانوں کا بندوبست جہاں دوسرے ان سے استفادہ کر سکیں۔
 - ۷- ان مخطوطات و آثار کی تفصیلی تعارفی فہرست تیار کرنا اور ان فہرستوں کی اشاعت جس سے ان علمی خزانوں سے دور دراز کے لوگ بھی واقف ہو سکیں۔
 - ۸- مشرقی علوم و فنون میں بحث و تحقیق کے قواعد کو وضع کرنا اور اپنی کتابوں میں انہیں عملی طور پر تطبیق دینا۔
 - ۹- استثنائی کانفرنسوں کا انعقاد اور ان کی تنظیم۔
 - ۱۰- استثنائی رسائل و مجلات کا اجراء، تاکہ ان کانفرنسوں اور رسائل کے ذریعہ استثنائی اعمال میں توحید و تنسيق بھی ہو اور ان کاموں کی بڑے پیمانے پر تشہیر و اشاعت بھی ہو۔ یہ ایک صحت مند علمی طریقہ تھا جس سے مشرق اور اہل مشرق نے بہت کچھ استفادہ کیا۔

- ۱۱- مستشرقین کے ذریعے لکھے گئے بے شمار علمی مقالات، مقدمات، مضامین اور ریویوز وغیرہ اور ان کی تصنیف کردہ کتب، موسوعات اور دائرہ معارف وغیرہ۔ جن میں لسانی فہم اور مشرقی احساس و شعور و جذبات کی سمجھ کی کمی اور مشرقی ادیان و تحریکات اور اداروں سے واقفیت کی قلت کے باوجود تحقیقی مناہج کی مضبوطی، علمی اصولوں کی رعایت اور تحریروں کی پختگی پائی جاتی ہے۔
- ۱۲- مستشرقین کے استثنائی مطالعات اور علمی کارناموں کا مشرقی اقوام کے اندر علمی و سیاسی بیداری پیدا کرنے میں گرانقدر حصہ اور بہت اہم کردار ہے۔

سلبی آثار:

استثنائی کے سلبی آثار بھی کثیر اور متنوع ہیں۔ ان سلبی آثار کے پس پشت دینی، سیاسی اور اقتصادی اور شخصی عوامل ہیں۔ سیاسی برتری اور علمی تفوق کا احساس بھی ان عوامل میں سے ایک ہے۔ استاد عبدالرحمن حبنکہ میدانی نے اپنی مشہور کتاب ”اجنحة المکر الثلاثة“ (مکر کے تین بازو) میں اپنا ایک ذاتی تجربہ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

مشہور برطانوی مستشرق اینڈرسن (Anderson A.B) نے ازہر سے فارغ ایک عربی طالب علم کو لندن یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کے امتحان میں اس لیے فیل کر دیا کہ اس نے اسلام میں عورتوں کے حقوق پر مقالہ لکھا تھا اور اس میں یہ ثابت کیا تھا کہ اسلام نے عورتوں کو کامل حقوق دیے ہیں۔ میدانی لکھتے ہیں کہ میں نے اس مستشرق سے پوچھا کہ آپ لوگ تو آزادی رائے کی بات کرتے ہیں پھر آخراں کو فیل کیوں کر دیا؟ تو اینڈرسن نے جواب دیا کہ وہ کس طرح اسلام میں عورتوں کے حقوق کا دعویٰ کرتا ہے؟ کیا وہ اسلام کا رسمی اور سرکاری ترجمان ہے؟ کیا وہ ابوحنیفہ اور شافعی ہے کہ یہ بات کرے اور اسلام کی ترجمانی کرے؟ اور اس نے اسلام میں عورتوں کے جن حقوق کی بات کی ہے وہ تو قدیم فقہاء نے بھی نہیں کی لہذا اسے کیا حق پہنچتا ہے؟ یہ طالب علم مغرور اور خود پسند ہے اور اس بات کا مدعی ہے کہ وہ اسلام کو ابوحنیفہ اور شافعی سے زیادہ سمجھتا ہے۔

اسے مذہبی تعصب کہا جائے، علمی و فکری تفوق و برتری کا احساس کہا جائے یا قومی جانبداری کا نام دیا جائے۔ اس جواب کو کسی بھی طور پر علمی نہیں کہا جاسکتا ہے اور نہ اس کی غیر معقولیت کو کسی شرح و بیان کی حاجت ہے۔

استشراق کے سلبی آثار کا ایک مظہر مشرقی ممالک کے وہ نام نہاد دانشور حکماء اور ادباء ہیں جنہوں نے مستشرقین یا ان کی کتابوں کے زیر سایہ تربیت پائی اور مستشرقین کے افکار و نظریات سے متاثر ہوئے، عربوں میں اس کی مثال احمد امین، طہ حسین، سلامہ موسیٰ، احمد لطفی سید اور محمد مندور وغیرہ ہیں۔

استشراق کے سلبی آثار میں سے یہ بھی ہے مشرقی ملکوں میں ایک پوری ایسی نسل تیار ہو گئی ہے جس کا اپنے ماضی اور علمی و فکری میراث پر کوئی بھروسہ نہیں ہے اور وہ ہر معاملے میں مغرب کی طرف ہی دیکھتی ہے۔ چنانچہ پورا مشرق مغربی افکار اور تہذیب کا گہوارہ بن گیا ہے۔

استشراقی اخطا و تحریفات:

استشراق نے مشرقی فکر و خیال کو گہرائی تک متاثر کیا ہے اور اتنے طویل عرصے تک کاروان علم و تحقیق کی قیادت کرنے کے سبب مشرقی اقوام میں نہ صرف مرعوبیت کے جذبات پیدا کر دیے بلکہ انہیں اپنی علمی وراثت سے بھی دور کر دیا اور اس کے تئیں ان کے عقیدے کو متزلزل کر دیا، اب جو استشراق کی اتباع اور اس کی اقتداء نہیں بھی کر رہا ہے وہ بھی معذرت خواہانہ لہجے میں بات کر رہا ہے۔ لیکن اب صورت حال بدل رہی ہے۔ پورے استشراقی ورثے کی جانچ پڑتال ہو رہی ہے۔ اور معروضی انداز میں عرب کے کئی جامعات اور اداروں میں ان پر کام ہو رہا ہے۔ اور مستشرقین کی تحریفات اور بے جاتاویلات سے روز بروز پردہ اٹھ رہا ہے۔

مندرجہ ذیل سطروں میں مختلف علوم فنون سے متعلق استشراقی اخطا و تحریفات کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا جا رہا ہے۔

قرآن و حدیث اور فقہ:

۱- جارج سیل نے اپنے ترجمہ قرآن کے مقدمے میں لکھا ہے کہ یہ محمد (ﷺ) کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ رچرڈ بیل (Rechar d Bell) کا خیال ہے کہ نبی اسلام نے قرآن کو یہودی مصادر سے اخذ کیا ہے۔

۲- مستشرقین نے قرآن کے ترجمے اور تفسیر میں لفظی اور معنوی تحریفات کی ہیں۔

۳- حکایت غرائق وغیرہ پر غیر معمولی توجہ دی ہے جب کہ علماء اسلام کی بھاری اکثریت اس واقعہ کو موضوع بتاتی ہے۔ لیکن مستشرقین کا اس واقعے کی صحت پر ”اجماع“ ہے۔ جس کی بازگشت سلمان رشدی کی بدنام زمانہ کتاب ”شیطانی آیات“ میں بھی ملتی ہے۔

۴- گولڈ زیہر وغیرہ نے تمام حدیث کے ذخیرے کو موضوع اور جعلی قرار دیا ہے۔ ان کے خیال میں ان حدیثوں کو مختلف فقہی اور کلامی جماعتوں نے گڑھا ہے۔ اور وضع حدیث کا کام عہد صحابہ ہی میں شروع ہو گیا تھا۔

۵- شاخت کے مطابق پہلے حدیث حجت نہیں تھی۔ حدیث کی حجت کا قاعدہ امام شافعی نے ایجاد کیا ہے۔

۶- مستشرقین نے متواتر احادیث کو موضوع قرار دے دیا ہے چنانچہ پروفیسر گب نے حدیث ”من کذب علی متعمدا.....“ کو اورونسک نے حدیث ”بنی الاسلام علی خمس.....“ کو موضوع قرار دیا ہے۔

۷- مستشرقین کے خیال میں پہلی صدی ہجری میں سند کا وجود نہیں تھا۔

۸- مستشرقین اسلامی فقہ کو رومن قوانین سے مستنبط مانتے ہیں۔

۹- اسلامی فقہ پر تلمودی اثرات مانتے ہیں۔

۱۰- کتاب و سنت کو اسلامی فقہ کا مصدر نہیں مانتے ہیں۔

سیرت، سوانح اور تصوف

- ۱- واقعات سیرت کی حسب دلخواہ تفسیر و تاویل کرتے ہیں۔
- ۲- بعض مستشرقین کے خیال میں پیغمبر اسلام کا نام مکہ میں قثم تھا اور مدینہ میں آ کر آپ کا نام محمد ہو گیا۔
- ۳- مستشرقین کے نقطہ نظر سے یہود، بنو قریظہ اور بنو نضیر کے ساتھ بڑی زیادتیاں ہوئی ہیں۔
- ۴- ان کی رائے میں خیبر کے یہودی مظلوم تھے۔
- ۵- سیرت نبوی میں اپنی پسند کی روایت کے لیے ضعیف ترین مصدر کو قبول کرنا، اور ناپسندیدہ روایات کے لیے قوی ترین مصادر اور ثبوتوں کا انکار کر دینا۔
- ۶- نبی اسلام کے فکر و عمل میں آسمانی ہدایات کے بجائے زمینی حالات کے سبب تبدیلیاں آئیں۔
- ۷- سوانح نویسی میں بھی مستشرقین نے اپنی پسند اور خواہشات کا ہی خیال رکھا۔
- ۸- قائدین اسلام کی صورت مسخ کرنے کی کوشش کی۔
- ۹- منحرف اور انتہا پسندانہ شخصیت رکھنے والے افراد پر توجہ مرکوز کی۔
- ۱۰- منحرف صوفی شخصیات اور ان کے ذریعے کی جانے والی غیر شرعی رسوم و معمولات کو موضوع بنایا۔
- ۱۱- اسلامی تصوف کے غیر اسلامی اصل ہونے کا دعویٰ کیا۔
- ۱۲- تصوف کی خوبیوں کو عیسائیت سے منسوب کرنے کی کوشش کی۔

تاریخ، ادب و لغت:

- ۱- تاریخ لکھنے میں غیر تاریخی کتابوں پر اعتماد کیا ہے جو انھیں کے وضع کردہ علمی مناجیح بحث و تحقیق کے خلاف ہے۔
- ۲- مستشرقین نے فرقہ وارانہ تاریخ اور منحرف جماعتوں اور افراد کی تاریخ پر توجہ دی، جیسے: خوارج اور قرامطہ وغیرہ

- ۳- تفسیر بالاسقاط سے کام لیا یعنی قدیم تاریخی واقعات و حوادث کو موجودہ صورت حال کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی۔
- ۴- انتقائی منہج کو اختیار کیا یعنی جو پسند آیا اسے لے لیا، اور جو نہیں آیا اسے چھوڑ دیا۔
- ۵- تاریخی واقعات و شخصیات کی صورت عمدہ مسخ کی۔
- ۶- ایسے مصادر و مراجع پر بھروسہ کیا جو مسلمانوں کے نزدیک بھروسے مند نہیں ہیں۔
- ۷- قطعی دلیل کو مشکوک قرار دینا۔
- ۸- بغیر دلیل کے قطعی حکم صادر کر دینا۔
- ۹- عہد عباسی کی ایسی صورت گری جیسے اس عہد میں عیش و عشرت اور شراب و کباب کے سوا کچھ نہیں تھا۔
- ۱۰- ایسی تاریخی غلطیوں کو ہائی لائٹ کرنے کی کوشش جو سبھی قوموں میں مشترک ہیں۔
- ۱۱- جزئی تاریخی احکام سے کلی نتائج اخذ کرنا اور اس کے حوالے سے پوری امت پر حکم لگانا۔
- ۱۲- عربی زبان کی اصالت سے انکار کرنا۔
- ۱۳- اس کی صلاحیتوں اور امکانات کو کم کرنے کی کوشش کرنا۔
- ۱۴- عربی قواعد کو یونانی قواعد سے ماخوذ قرار دینا اور اس کے لیے ابوالاسود دؤلی اور خلیل فراہیدی وغیرہ کے یونانی نحو کے ماہرین جیسے حنین بن اسحاق اور یعقوب رهاوی وغیرہ سے تعلقات یا ملاقات کو دلیل بنانا۔
- ۱۵- جدید علوم و فنون کے لیے عربی زبان کو نااہل سمجھنا۔
- ۱۶- عوامی لہجہ کو فروغ دینے کی کوشش کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔
- اس مقالے کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے:
- ۱- اجنحة المکر الثلاثة، عبد الرحمان حبنکہ میدانی، دار القلم، دمشق۔
- ۲- المتشرقون، نجیب العقیقی، ۳ حصے، دائرہ معارف مصر ۱۹۶۲ء

- ۳- موسوعة المستشرقين، عبدالرحمان بدوي، دارالعلم للمائین بیروت، بار سوم ۱۹۹۳ء
- ۴- ظاهرة الاستشراق و موقف بعض المستشرقين منها، كلية الدعوة الاسلامية، طرابلس، ليبيا۔
- ۵- المستشرقون والدراسات القرآنية، محمد حسين الصغير، دارالمورخ العربي، باراول، بیروت ۱۹۹۹ء۔
- ۶- المستشرقون والسيرة النبوية، عماد الدين خليل، دار ابن كثير، باراول، دمشق ۱۴۲۶ھ۔
- ۷- السيرة النبوية واوهام المستشرقين، بد المتعال محمد الجبري، قاهره، غير مؤرخ۔
- ۸- الفقه الاسلامي في دراسات المستشرقين، بان حسين السخري، جامعه مستنصرية، بغداد۔
- ۹- جهود المستشرقين في دراسة تاريخ التصوف الاسلامي، زهير يوسف عليوي، فيكتي آف ايجو كيشن، قادسيه يونيورسٹی۔

10. Edward Said, Orientalism, London: Penguin, 1977
11. Annemarie Schemmel, Mystical Dimensions of Islam, University of North Carolina Press, 1975.

دہشت گردی اسلام کی نظر میں

مولانا ساجد علی مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمده ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

ارباب علم و دانش کی نظر میں دور حاضر کا سب سے بڑا چیلنج ”دہشت گردی“ سے نبرد آزما ہونا اور اس کا قلع قمع کرنا ہے۔ آج گاؤں کے سادہ لوح انسان ہوں یا شہروں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد، ریاست کے سنجیدہ ارباب حل و عقد ہوں یا ملک کے امن پسند اصحاب منصب و اقتدار، سب ”دہشت گردی“ کو برا سمجھتے ہیں اور ”دہشت گردوں“ سے نفرت کرتے ہیں۔ عوام و خواص کا یہ عمل یقیناً لائق تحسین اور قابلِ صدمہ مبارک باد ہے کیوں کہ ”دہشت گردی“ سے جان و مال کی بربادی، عزت و آبرو کی نیلامی اور ہر طرف خوف و ہراس کی حکم رانی ہوتی ہے جس سے ہر شخص بلا واسطہ یا بالواسطہ ضرور متاثر ہوتا ہے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ہمارے ملی رہنما اور سیاسی قائدین ”دہشت گردی“ جیسے بھیانک اور خطرناک جرم کی کوئی ایسی واضح تعریف نہیں کر رہے ہیں جو ہر لحاظ سے جامع و مانع اور کامل و مکمل ہو، یہی وجہ ہے کہ کوئی خاص جماعت یا تنظیم ایک فرقے، ایک ریاست، بلکہ ایک ملک کی نظر میں ”دہشت گرد“ ہوتی ہے اور وہی جماعت یا تنظیم دوسرے فرقے، ریاست یا ملک کی نظر میں مجاہد و جاں باز کہلاتی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ افسوس کا مقام یہ ہے کہ ہمارے وطن عزیز کے بہت سے

دانش ور اور سیاسی گلیاروں کے رمز شناس آفتاب عالم تاب سے زیادہ روشن حقائق پر پردہ ڈالتے ہوئے ”دہشت گردی“ جیسے گھناؤنے اور قابل مذمت عمل کا رشتہ مذہب اسلام سے جوڑنے کی جدوجہد کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ مسلمان ”دہشت گرد“ ہوتے ہیں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں اور اس سلسلے میں رہی سہی کسر قرطاس و قلم کے فرماں روا، میڈیا کے دور میں حکمران پوری کرتے نظر آتے ہیں۔

جب کہ سچائی یہ ہے کہ ”دہشت گردی“ اور ”اسلام“ دو متضاد چیزیں ہیں، جیسے رات اور دن ایک نہیں ہو سکتے، علم کا اجالا اور جہل کا اندھیرا یکجا نہیں ہو سکتا، بالکل اسی طرح دہشت گردی اور اسلام ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، جہاں دہشت گردی کا دور دورہ ہوگا وہاں اسلام کی بہاریں نہیں ہوں گی اور جہاں اسلام کی تابانی ہوگی وہاں دہشت گردی کا اندھیرا نہیں ہو سکتا۔ اسلام تو روز اول ہی سے رب کریم کی زمین میں فساد پھیلانے والے دہشت گردوں اور مخلوق خدا پر ظلم و ستم ڈھانے والے درندہ صفت انسانوں سے برسرِ پیکار ہے، جس وقت دنیا میں ظلم و بربریت کا بول بالا تھا اس وقت اسلام نے انسانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا بند و بست کیا اور دہشت گردی کی تاریکیوں میں حیران و سرگرداں انسانیت کے لیے امن و سکون کا چراغ روشن کیا۔

اس ناقابل انکار حقیقت کو خوب واضح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے دہشت گردی کا معنی و مفہوم بیان کیا جائے، اس کی مناسب تعریف و تشریح کی جائے، پھر قرآن و حدیث کی روشنی میں مذہب اسلام اور اسلامی تعلیمات کا ذکر جمیل ہو، تو یہ حقیقت خود بخود روز روشن کی طرح عیاں ہوتی چلی جائے گی کہ دہشت گردی اور اسلام دو متضاد چیزیں ہیں اور وہ دونوں کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی ہیں۔

دہشت گردی کسے کہتے ہیں؟

عالمی طور پر دہشت گردی کی کوئی متفقہ تعریف نہیں ہے۔ ہاں! بہت سے اہل علم نے اپنے اپنے انداز میں، یا بعض ارباب سیاست و بصیرت نے باہم مل بیٹھ کر اجتماعی طور پر

کچھ تعریفیں کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

دہشت گردی کا مترادف انگریزی لفظ ٹیرورزم (TERRORISM) ہے جو فرانسیسی زبان کے لفظ ٹیرر (TERROR) سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے: اسلحہ سے سیاسی قتل۔ اور فرانسیسی زبان میں اس لفظ کا معنی ڈر اور وحشت بھی کیا جاتا ہے۔ ٹیرر (TERROR) اگرچہ فرانسیسی زبان کا لفظ ہے، لیکن انگریزی زبان میں اس کا استعمال عام ہے۔

دہشت گردی کا اصطلاحی معنی انتہائی پیچیدہ اور مختلف فیہ ہے، یہاں تک کہ دہشت گردی (Terrorism) کے مشہور محقق ایلکس اشمد (ALEX SCHMID) نے دہشت گردی کی ایک سو نو تعریفات بیان کی ہیں۔

ٹید رابرٹ گور (TED ROBERT GURR) کے نظریہ کے مطابق دہشت گردی سے متعلق کی گئی تحقیقات، اس سے متعلق پیدا ہونے والے سارے سوالات کے جوابات دینے سے قاصر ہیں۔ وہ ٹیرورزم (Terrorism) کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے کہتا ہے، ٹیرورزم (دہشت گردی) کے مختلف اصطلاحی معانی بیان کیے گئے ہیں اور ان سب میں قدر مشترک ایسے غیر انسانی، قابل مذمت اقدامات ہیں جن سے اوروں کے بنیادی حقوق ضائع ہوں۔ (۱)

دہشت گردی یا دہشت گرد جیسے الفاظ پہلی مرتبہ مارچ ۱۷۷۳ء سے جولائی ۱۷۹۴ء تک فرانسیسی حکومت کے برپا کیے ہوئے عہد دہشت کے لیے استعمال کیے گئے۔ حکومت مخالف سرگرمیوں کے اظہار کے لیے دہشت گرد کا لفظ ۱۸۶۶ء میں آئرلینڈ اور ۱۸۸۳ء میں روس کے حوالے سے تحریری شکل میں آیا۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۰ء کی دہائیوں میں زیر زمین کام کرنے والے یہودیوں کو دہشت گرد کہا جاتا تھا۔

اب بے گناہ شہریوں کے خلاف طاقت کے ایسے استعمال یا استعمال کی دھمکی کو دہشت گردی سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کسی سیاسی یا معاشرتی تبدیلی لانے کی غرض سے ہو۔ یوں ہی کسی حکومت کو دھمکانے، خوف زدہ کرنے اور اپنے سیاسی اور معاشرتی مقاصد کو

آگے بڑھانے کے لیے اس حکومت کی شہری آبادی یا اس کے کسی حصے میں رہنے والے لوگوں کی جان و مال کے خلاف طاقت کا غیر قانونی استعمال بھی دہشت گردی ہے۔ (۲)

بعض اہل فکر و نظر نے دہشت گردی کے حوالے سے اس طرح لکھا ہے: کسی کی جان و مال، عزت و آبرو، فکر و خیال، مذہبی و قومی اور لسانی و تہذیبی جذبات و احساسات کو پامال و مجروح کرنا دہشت گردی ہے۔ (۳)

رابطہ عالم اسلامی کے سولہویں سیشن میں شریک ارباب علم و دانش نے دہشت گردی کی جو تعریف تجویز کی وہ اس طرح ہے :

الإِرْهَابُ: هُوَ الْعُدْوَانُ الَّذِي يُمَارِسُهُ أَفْرَادٌ أَوْ جَمَاعَاتٌ أَوْ دُولٌ بَغْيًا عَلَى الْإِنْسَانِ دِينِهِ وَدَمِهِ، عَقْلِهِ وَمَالِهِ، وَعَرَضِهِ. وَيَشْمَلُ صُنُوفَ التَّخْوِيفِ وَالْأَذَى وَالتَّهْدِيدِ وَالْقَتْلِ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَمَا يَتَّصِلُ بِصُورِ الْحِرَابَةِ وَإِخَافَةِ السَّبِيلِ وَقَطْعِ الطَّرِيقِ، وَكُلِّ فِعْلٍ مِّنْ أَعْمَالِ الْعُنْفِ أَوْ التَّهْدِيدِ يَقَعُ تَنْفِيذًا لِمَشْرُوعٍ إِجْرَامِيٍّ فَرْدِيٍّ أَوْ جَمَاعِيٍّ، وَيَهْدَفُ إِلَى الْإِقَاءِ الرُّعْبِ بَيْنَ النَّاسِ أَوْ تَرْوِيْعِهِمْ بِإِذْنِهِمْ، أَوْ تَعْرِيزِ حَيَاتِهِمْ أَوْ حُرِّيَّتِهِمْ وَآمْنِهِمْ أَوْ أَحْوَالِهِمْ لِلْخَطَرِ، وَمِنْ صُنُوفِهِ إِحْقَاقُ الضَّرَرِ بِالْبَيْئَةِ أَوْ بِأَحَدِ الْمَرَافِقِ أَوِ الْأَمْلاَكِ الْعَامَّةِ أَوْ الْخَاصَّةِ، أَوْ تَعْرِيزُ أَحَدِ الْمَوَارِدِ الْوَطَنِيَّةِ أَوِ الطَّبِيعِيَّةِ لِلْخَطَرِ. (۴)

دہشت گردی ایسے ظلم و زیادتی کو کہتے ہیں جس کا ارتکاب کوئی فرد، جماعت یا حکومت کسی انسان کے دین و مذہب، جان و مال، عقل و خرد یا اس کی عزت و آبرو پر دست درازی کرتے ہوئے کرے۔ اس کے علاوہ یہ ڈرانے، دھمکانے، اذیت رسانی اور ناحق قتل کی ساری صورتوں کو بھی شامل ہے۔ یوں ہی چھینا چھٹی، ڈاکہ زنی اور فتنہ انگیزی بھی دہشت گردی کے زمرے میں آتی ہے۔ اسی طرح تمام پرتشدد کاروائیاں اور دھمکی کی ساری صورتیں جن کا مقصد لوگوں کو ہراساں کرنا، انھیں اذیت پہنچانا، زندگی یا آزادی کی راہوں میں رکاوٹ ڈالنا یا ان کے امن و سکون کو غارت کرنا ہو، یہ سب انفرادی یا اجتماعی مجرمانہ

سرگرمیوں کی قبیل سے شمار کی جاتی ہیں۔ اور ماحول پر آگندہ کرنا، عوام و خواص کی املاک یا عوامی ضرورت کی چیزوں کا تباہ و برباد کرنا یا ملکی یا فطری ذخائر میں خرد برد کرنا بھی انھیں قسموں میں شامل ہے۔

دہشت گردی کے اقسام:

دہشت گردی کی واقعیت اور دہشت گرد طاقتوں کی شناخت کے لیے ضروری ہے کہ دہشت گردی کی مختلف قسمیں بھی بیان کر دی جائیں، تاکہ واضح ہو جائے کہ دنیا میں کون کون لوگ کس کس طرح کی دہشت گردی میں مبتلا ہیں۔ سیاسی فکر و نظر رکھنے والے ماہرین دہشت گردی کی درج ذیل اقسام پر تقریباً متفق ہیں:

(۱) حکومتی دہشت گردی:

اس قسم کی دہشت گردی میں حکومتیں یا حکومتی ادارے خاص مقاصد کے حصول کے لیے شہریوں کے خلاف دہشت گردی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس کی مثال میں صدام حکومت کا اپنے ملک کے باشندوں خصوصاً کردوں کے خلاف قتل و غارت کے سلسلے، یا برما کی حکومت کا اپنے ملک کے مظلوم مسلمانوں کے خلاف ظلم و بربریت کے واقعات پیش کیے جاسکتے ہیں۔

(۲) بین الاقوامی دہشت گردی:

اس قسم کی دہشت گردی میں دہشت گرد بعض ملکوں کی حمایت سے دہشت گردی کے اقدامات کرتے ہیں۔ جیسے شام میں گزشتہ چند سالوں سے دہشت گرد مغربی اور بعض عرب ممالک کی مدد سے دہشت گردی میں مصروف ہیں، اور اسرائیل امریکہ کی سربراہی میں مظلوم فلسطینی عوام پر مظالم ڈھا رہے ہیں۔ یہ سب بین الاقوامی دہشت گردی کی مثالیں ہیں۔

(۳) مقامی دہشت گردی:

اس قسم کی دہشت گردی میں دہشت گرد اپنے ملک میں حکومت اور عوام کے خلاف دہشت گردی کرتے ہیں۔ اس کی بہترین مثال پاکستان میں شیعوں کے خلاف

دہشت گردوں کی جانب سے کیے جانے والے قتل و غارت گری کے واقعات ہیں۔

(۴) بین الاقوامی یک جہتی دہشت گردی:

اس قسم کی دہشت گردی میں مختلف اقوام کے دہشت گرد، دوسرے ممالک میں دہشت گردی کرتے ہیں۔ جیسے القاعدہ کا مختلف ممالک کے دہشت گردوں کے ذریعہ عراق اور دیگر ممالک میں دہشت گردی کے واقعات انجام دینا۔ (۵)

(۵) مذہبی دہشت گردی:

اس میں کسی بھی مذہب کے دہشت گرد دوسرے مذہب کے لوگوں کو زبردستی اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس سلسلے میں طرح طرح کا جبر و تشدد روا رکھتے ہیں، دھمکیاں دیتے ہیں، مارتے پیٹتے ہیں، اور بسا اوقات قتل و خون ریزی سے بھی کام لیتے ہیں۔ ابھی چند دنوں پہلے بعض شدت پسندوں کی طرف سے گھر واپسی کا پروگرام منعقد کرنا اور مسلمانوں کو زبردستی اپنا ہم مذہب بنانا اسی مذہبی دہشت گردی کی ایک واضح مثال ہے۔

دہشت گردی کے کام اور طریقہ کار:

ارباب علم و دانش کے مذکورہ بالا اقوال و اقتباسات اور پرنٹ میڈیا یا الیکٹرانک میڈیا کے اخبار و نشریات سے بخوبی عیاں ہے کہ اپنے چھوٹے یا بڑے مقاصد و عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے عام شہری بھی دہشت گرد ہو سکتے ہیں اور وردی پوش ملازمین بھی، یوں ہی کوئی جماعت و تنظیم دہشت گردی پر آمادہ ہو سکتی ہے اور کوئی ریاست و حکومت بھی، ایک ملک تنہا اس کا ربد میں مبتلا ہو سکتا ہے اور بہت سارے ممالک مل کر بھی اسے بڑھاوا دے سکتے ہیں، مگر اتنی بات تو مسلم ہے کہ دہشت گرد کوئی بھی ہو، اس کے کام کچھ اسی قسم کے ہوتے ہیں:

۱- کسی پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا۔

۲- کسی کو جسمانی یا روحانی اذیت دینا۔

۳- کسی کو ڈرانا دھمکانا اور تنگ کرنا۔

۴- کسی شخص کی زمین و جائداد ہڑپ لینا یا اس کا مال لوٹ لینا۔

۵- عام لوگوں میں طرح طرح سے خوف و ہراس پیدا کرنا۔

۶- کسی کی عزت و آبرو پامال کرنا۔

۷- کسی کو ناحق قتل کرنا۔

۸- قدرتی اشیا کو تباہ و برباد کرنا۔

۹- ملک کی املاک کو نقصان پہنچانا۔

۱۰- ظلم و ستم کرنے والوں یا بلفظ دیگر دہشت گردوں کی مدد کرنا۔

۱۱- طاقت و قدرت ہونے کے باوجود ظالم کو ظلم سے یا دہشت گردوں کو دہشت گردی سے نہ روکنا۔

ان کاموں کی انجام دہی کے لیے دہشت گرد کبھی حکومت کی طرف سے چلنے والی بسوں یا ٹرینوں میں لوٹ مار، توڑ پھوڑ اور آتش زنی وغیرہ کرتے ہیں، یا ہوائی جہاز کے حملہ کو ہراساں کر کے اس پر قبضہ کر لیتے ہیں اور اس میں سوار مسافرین، ان کے اہل خانہ اور حکومت کو حیران و پریشان کر دیتے ہیں، کبھی شاہ راہوں پر اپنے ہتھیاروں کی نمائش کرتے ہوئے عام شہریوں کو بے چین و بے قرار کر دیتے ہیں، یوں ہی کبھی بمباری کے ذریعہ بے قصور انسانوں کے گھروں کو تباہ و برباد کرتے ہیں اور کبھی عبادت گاہوں، شفا خانوں اور تعلیمی مراکز کو اپنا نشانہ بناتے ہیں، بلکہ بسا اوقات خود کش حملوں کے ذریعہ دوسرے لوگوں کے ساتھ خود کو بھی ہلاک کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ ہر روز میڈیا کے اخبار و نشریات میں دیکھتے، پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں۔

مذہب اسلام اور اسلامی تعلیمات:

مذکورہ بالا واقعات و حقائق کو ذہن میں رکھتے ہوئے مذہب اسلام اور اسلامی

تعلیمات کا جائزہ لیں تو بخوبی سمجھ میں آجائے گا کہ دہشت گردی اور اسلام دو متضاد

چیزیں ہیں جو کبھی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہیں اور یہ حقیقت بھی آفتابِ نیم روز کی طرح روشن ہو جائے گی کہ مذہبِ اسلام امن و سلامتی اور محبت و رواداری کا مذہب ہے، یہ صبر و تحمل، اعتدال و توازن اور مسلم و غیر مسلم سب کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا درس دیتا ہے۔ یہی وہ منفرد اور بے مثال مذہب ہے جس نے اپنے ماننے والوں، بلکہ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کو دہشت گردانہ سرگرمیوں سے باز رہنے کی تلقین فرمائی ہے اور دہشت گردوں کے لیے دنیا میں طرح طرح کی سزائیں مقرر کی ہیں اور آخرت میں قسم قسم کے عذاب کی وعیدیں بھی سنائی ہیں۔ اثباتِ مدعا کے لیے ہم اختصار کے ساتھ چند امور ذکر کرتے ہیں:

مذہبِ اسلام کیا ہے؟

لفظِ اسلام ”السَّلَام“ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں: امن و سلامتی اور خیر و عافیت۔ گویا اسلام اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے سراپا خیر و عافیت ہے اور امن و سلامتی کا معنی و مفہوم لفظِ اسلام کے اندر موجود ہے۔

مذہبِ اسلام، دینِ امن و سلامتی ہے، اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ خالق کائنات جل شانہ نے اسے پسند فرمایا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. (۶)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔ (۷)

قرآن کریم میں دوسری جگہ ہے: اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ. (۸)

بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (۹)

قرآن کریم میں ایک مقام پر ہے: هُوَ سَمُّكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ

هٰذَا. (۱۰)

اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں۔ (۱۱)

ان آیات مبارکہ سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ لفظِ اسلام اور لفظِ مسلمان دونوں اللہ جل شانہ کے منتخب کردہ نام ہیں اور رب کریم نے مسلمانوں کے لیے مذہبِ اسلام کو پسند فرمایا ہے اور یہی مذہب اس کا پسندیدہ دین ہے لہذا اسی کے احکام پر عمل کرنے میں سارے جہاں کے لیے امن و سکون اور خیر و عافیت ہے۔

مسلمان کسے کہتے ہیں:

آج بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسلمان دہشت گرد ہوتے ہیں اور اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے، اس لیے کہ ہادیِ اسلام، نبی رحمت ﷺ کے ارشاد کے مطابق مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان، بلکہ روئے زمین کے تمام لوگ محفوظ و مامون ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ. (۱۲)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ علیہ الصلاۃ والسلام

نے ارشاد فرمایا: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ

النَّاسُ عَلٰی دِمَائِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ. (۱۳)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ و مامون ہوں اور مؤمن

وہ ہے جس کے پاس لوگ اپنی جان اور مال محفوظ سمجھیں۔

ہتھیار اور اسلحہ کی نمائش کرنا:

موجودہ حالات میں دہشت گرد اپنی شان و شوکت اور طاقت و قوت کا مظاہرہ کرنے

کے لیے شاہ راہوں پر اپنے ہتھیار اور جدید اسلحے لہراتے ہیں، ہوائی فائرنگ کرتے ہیں،

کمزور لوگ سامنے آجائیں تو انھیں مارنے پٹینے سے بھی باز نہیں آتے، اس سے ان کا مقصد لوگوں کے دلوں میں خوف و ہراس پیدا کرنا اور انھیں اپنی دادا گیری اور زور آوری سے مرعوب کرنا ہوتا ہے، اس طرز عمل سے بسا اوقات فساد بھی بھڑک اٹھتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے قتل و خوں ریزی کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔

اب اسے سامنے رکھتے ہوئے اسلامی تعلیم پر غور کریں کہ وہ اپنے ماننے والوں کو کس قدر فتنہ و فساد سے محفوظ و مامون رہنے کا درس دیتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنے والے کو ملعون و مردود قرار دیتا ہے اور عام حالات میں اسلحہ کی نمائش سے منع بھی کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: مَنْ أَسَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَدْعَهُ وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ. (۱۳)

جو شخص اپنے بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے تو فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اشارہ کرنے سے باز نہیں آجاتا، خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔

ان ہی سے دوسری حدیث اس طرح مروی ہے: لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسَّلَاحِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَحَدُكُمْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ فَيَقْعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ. (۱۵)

تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، کیوں کہ تم میں کوئی نہیں جانتا کہ شیطان کب اس کا ہاتھ ڈگمگا دے اور وہ قتل ناحق کے نتیجے میں جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔ (اس حدیث میں صاف صاف ہتھیار کے ذریعہ اشارہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کی حکمت بھی بیان کر دی گئی ہے۔)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا. (۱۶)

اللہ کے رسول ﷺ نے ننگی تلوار لینے دینے سے منع فرمایا۔ (اس حدیث پاک میں ہتھیار کی نمائش سے بھی منع کر دیا گیا ہے)۔

مسلم یا غیر مسلم کسی کو بھی اذیت دینا:

دہشت گردوں کا ایک کام بے قصور لوگوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا اور انھیں جسمانی یا روحانی اذیت پہنچانا بھی ہوتا ہے، جیسا کہ آپ میڈیا کے ذریعے سنتے، دیکھتے اور پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں شخص کا اغوا کر لیا گیا اور اس کے اہل خانہ سے اتنی رقم کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس قسم کے واقعات میں دہشت گرد مطلوبہ رقم نہ دینے کی صورت میں طرح طرح کی دھمکی بھی دیتے ہیں جس سے پورا خاندان اور اس کے عزیز واقارب سب ہی حیران و پریشان ہو جاتے ہیں۔ مگر قربان جانیئے مذہب اسلام پر کہ وہ اس طرح کے تمام کاموں سے یک لخت منع کرتا ہے چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم ہوں۔

قرآن پاک میں ہے: إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ. (۱۷)

بے شک جنھوں نے ایذا دی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو، پھر توبہ نہ کی، ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے آگ کا عذاب۔ (۱۸)

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا. (۱۹)

بیشک اللہ تعالیٰ انھیں عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو اذیت و تکلیف دیتے ہیں۔ (یہ حدیث حضرت ہشام بن حکیم سے مروی ہے)

کتب فقہ میں ہے کہ غیر مسلم (ذمی) شہری کو اذیت سے محفوظ رکھنا واجب ہے اور حد تو یہ ہے کہ اس کی غیبت کرنا بھی اسی طرح ناجائز و حرام ہے جس طرح ایک مسلمان کی غیبت کرنا ناجائز و حرام ہے۔ چنانچہ مجمع الانہر فی شرح ملتقى الأبحر میں ہے: وَيَجِبُ كَفُّ الْأَذَى عَنْهُ وَتَحْرُمُ غَيْبَتُهُ كَالْمُسْلِمِ كَمَا فِي الْبَحْرِ. (۲۰) غیر مسلم ذمی کو اذیت

سے محفوظ رکھنا واجب ہے اور اس کی غیبت کرنا اسی طرح حرام ہے جس طرح مسلمان کی غیبت کرنا حرام ہے۔

قتل و خوں ریزی کرنا:

دہشت گردوں کی نظر میں انسانی جان کی کوئی وقعت نہیں، وہ جب چاہتے ہیں قتل و خوں ریزی شروع کر دیتے ہیں، اور بہت سے بے قصور لوگوں کی حیات مستعار کا چراغ گل کر کے مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف اسلامی احکام پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ اسلام کسی کو بھی ناحق قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے، بلکہ صاف اور واضح انداز میں اس سے منع کرتا ہے۔

قرآن حکیم میں رب کریم کا ارشاد ہے: وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ (۲۱) اور کوئی جان جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے ناحق نہ مارو۔ (۲۲)

مذہب اسلام میں انسانی جان کی قدر و قیمت اور اس کی عزت و حرمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے بغیر کسی شرعی جواز کے ایک فرد کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا اور ایک فرد کو ہلاکت سے بچالینے کو پوری انسانیت کا بچانا قرار دیا۔

قرآن مجید میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا۔ (۲۳)

جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو چلا لیا (قتل ہونے یا ڈوبنے یا جلنے وغیرہ اسباب ہلاکت سے بچالیا) اس نے گویا سب لوگوں کو چلا لیا۔ (۲۴)

حدیث پاک میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے کسی انسان کے ناحق قتل کو پوری دنیا کے مٹ جانے سے بڑا حادثہ قرار دیا۔ چنانچہ حضرات براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَزَوَالِ الدُّنْيَا جَمِيعًا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ دَمٍ يُسْفَكُ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ (۲۵) اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری دنیا کا ختم ہو جانا اس خوں ریزی سے بہتر ہے جو ناحق ہو۔

قتل و خوں ریزی اسلام کی نظر میں اتنا بڑا جرم ہے کہ بروز قیامت ایسے مجرموں کو سب سے پہلے بے نقاب کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ۔ (۲۶) قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خوں ریزی کا فیصلہ سنایا جائے گا۔

مذہب اسلام کی امن پسندی کا حال تو یہ ہے کہ وہ صرف اپنوں کے ساتھ عدل و انصاف کی بات نہیں کرتا، بلکہ دشمنوں کے ساتھ بھی عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوِّمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (۲۷)

اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے، اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو، وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کو تمھارے کاموں کی خبر ہے۔ (۲۸)

دوسروں کے گھروں میں گھسنا اور لوٹ مار کرنا:

دور حاضر میں مختلف قسم کے دہشت گرد مختلف انداز میں بھولے بھالے انسانوں کو حیران و پریشان کرتے رہتے ہیں، اس سلسلے میں عام شہریوں کے ساتھ ساتھ بعض وردی پوش ملازمین بھی شریک کار ہوتے ہیں، کبھی کسی ملزم کی تلاش کے نام پر، اور کبھی خود ساختہ فتنہ و فساد کی تحقیقات کے بہانے بے قصور لوگوں کے گھروں میں بلا اجازت گھس جاتے ہیں اور منع کرنے کی صورت میں زد و کوب کرتے ہیں، اہل خانہ کی عزت و آبرو پامال کرتے ہیں

اور بسا اوقات قتل و خون ریزی بھی شروع کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف مذہب اسلام کی تعلیمات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اس میں لوٹ مار کرنا یا دوسروں کی عزت و آبرو پر دست درازی کرنا تو کجا، کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا بھی منع ہے۔

قرآن کریم میں ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ. (۲۹)

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔ (۳۰)

حدیث شریف میں ہے: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ خیبر کے مقام پر اترے، آپ کے ساتھ بہت سے صحابہ کرام تھے۔ خیبر کا سردار مغرور اور سرکش تھا، وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بولا: يَا مُحَمَّدُ! أَلَيْسَ أَنْ تَدْخُلُوا حُمْرَنَا وَتَأْكُلُوا ثَمَرَنَا وَتَضْرِبُوا نِسَاءَنَا؟ اے محمد! کیا آپ کے لیے مناسب ہے کہ آپ ہمارے گدھے ذبح کریں، ہمارے پھل کھائیں اور ہمارے عورتوں کو ماریں پیٹیں؟

یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ ناراض ہوئے اور ارشاد فرمایا: اے ابن عوف! اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور اعلان کر دو کہ جنت حلال نہیں ہے مگر ایمان والوں کے لیے، اور نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ لوگ جمع ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے انھیں نماز پڑھائی، پھر کھڑے ہوئے اور وعظ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَحْلَلْ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ وَلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ وَلَا أَكْلَ ثَمَرِهِمْ إِذَا أَعْطَوْكُمُ الدِّينَ عَلَيْهِمْ۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جائز نہیں رکھا کہ تم اہل کتاب کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر داخل ہو، اور نہ ہی تمہارے لیے ان کی عورتوں کو مارنا اور ان کے پھل کھانا

بھی حلال فرمایا جب کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔ (۳۱)

جس طرح آج کل دہشت گرد مال و دولت جمع کرنے کے لیے لوٹ مار کرتے رہتے ہیں، اسی طرح دور جاہلیت میں بھی بعض قبائل تجارتی قافلے لوٹ لیا کرتے تھے، اسلام نے اس ظلم و زیادتی اور دہشت گردی کو سختی سے روکا اور اپنے دامن سے وابستہ افراد کو اس برے عمل کے وبال سے آگاہ کیا۔ حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ شرکت کی سعادت نصیب ہوئی، بعض لوگوں نے دوسروں کے راستے کو تنگ کیا اور راہ چلتے مسافروں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے ایک صحابی کو بھیج کر اعلان کروایا: إِنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ. (۳۲)

جو دوسرے کے گھر میں گھس کر تنگ کرے یا راستہ میں لوٹ مار کرے اس کے جہاد کا کوئی ثواب نہیں ہے۔

دشمن یا حکومت کی املاک تباہ و برباد کرنا:

موجودہ زمانہ میں مقامی دہشت گرد اپنے دشمنوں کی زمین، جائداد، کھیتی، مویشی اور دیگر املاک تباہ و برباد کر کے اپنی بات منوانا چاہتے ہیں، یوں ہی حکومت کے نظام کو خراب یا اس کی املاک کو تباہ کر کے اپنی انا کو تسکین دیتے ہیں۔ مثلاً بسوں اور ٹرینوں میں لوٹ مار کرتے ہیں، اسکولوں اور اسپتالوں پر بم باری کرتے ہیں یا سرکاری املاک میں آگ لگا دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف مذہب اسلام اپنے ماننے والوں کو جنگ و جدال کی صورت میں بھی اس طرح کے ناپسندیدہ کام کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ اس سے منع کرتا ہے، تو پر امن حالات میں کیوں کر اس کی اجازت دے سکتا ہے اور کوئی مسلمان کیسے دہشت گرد ہو سکتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت اس طرح نقل کرتے ہیں: لَا يَقْتُلُ فِي الْحَرْبِ الصَّبِيَّ، وَلَا الْمَرْأَةَ، وَلَا الشَّيْخَ الْفَانِيَّ، وَلَا يُحْرِقُ الطَّعَامَ، وَلَا النَّحْلَ، وَلَا تَحْرَبُ الْبُيُوتُ، وَلَا

يُقَطَّعُ الشَّجَرُ الْمُثْمِرُ. (۳۳)

جنگ میں کسی بچے، عورت یا شیخ فانی کو قتل نہ کیا جائے، نہ ہی کھانے اور کھجور کے درختوں کو جلایا جائے، نہ ہی گھروں پر ان کیے جائیں اور نہ ہی پھل دار درخت کاٹے جائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کیا تو رخصت کرنے کے لیے تقریباً دو میل اس کے ساتھ چلے اور الوداع کہنے سے پہلے اہل لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا: أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ لَا تَعْصُوا، وَلَا تُغْلُوا، وَلَا تَجْبُسُوا، وَلَا تُغْرِقُوا نَحْلًا، وَلَا تُحْرِقُوا زَرْعًا، وَلَا تَحْبِسُوا بَهِيمَةً، وَلَا تَقْطَعُوا شَجَرَةً مُثْمِرَةً، وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا كَبِيرًا، وَلَا صَبِيًّا صَغِيرًا. (۳۴)

میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، اور اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ نہ فرامانی نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، کبھی بزدلی نہ دکھانا، کھجور کے درختوں کو تباہ نہ کرنا، کھیتیاں نہ جلانا، چوپایوں کو قید کر کے نہ رکھنا، کوئی پھل دار درخت نہ کاٹنا، کسی بڑے بوڑھے کو قتل نہ کرنا اور نہ ہی کسی نابالغ بچے کو قتل کرنا۔

آتش زنی و بم باری کرنا:

دو جہاں میں قتل و خون ریزی عام تھی، لڑائی کے درمیان یا اس کے بعد اپنے دشمنوں کے ساتھ اس قدر وحشیانہ سلوک کرتے تھے کہ انھیں زندہ جلادیا کرتے تھے، جیسے آج دہشت گرد جہاں چاہتے ہیں آتش زنی یا بم باری کر کے بہت سے بے قصور لوگوں کو زندہ جلادیا کرتے ہیں، اسلام نے اس قسم کی وحشیانہ حرکت سے منع کیا اور جنگ کی صورت میں بھی کسی کو جلا کر مارنے کی اجازت نہیں دی۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے دشمن کو بھی جلانے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَلَا تُحْرِقُوهُ فَإِنَّهُ لَا يُعَذَّبُ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ. (۳۵) اور اسے نہ جلانا، کیوں کہ آگ کے ذریعہ عذاب دینا روا نہیں سوائے آگ کے رب کے۔

انسان تو انسان ہیں، مذہب اسلام نے چیونٹی جیسی چھوٹی مخلوق کو بھی آگ میں جلانے سے منع کیا۔ حدیث پاک میں ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے چیونٹیوں کا ایک ہل دیکھا جسے جلایا گیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذَّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ. (۳۶) آگ کے ساتھ عذاب دینا آگ کے رب کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔

عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کی رعایت:

آج دہشت گرد جہاں بھی حملہ آور ہوتے ہیں قتل و خون ریزی شروع کر دیتے ہیں، ان کا نشانہ بچے بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی، مرد بھی ہوتے ہیں اور عورتیں بھی، طاقت ور بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی، گویا وہ اپنی خواہش نفسانی کی تکمیل کے لیے کسی کو بھی قتل کرنے میں دریغ نہیں کرتے، جب کہ اسلام کسی کو بھی ناحق قتل کرنے کی کبھی اجازت نہیں دیتا۔ اور اس سلسلے میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا خاص خیال رکھتا ہے، یہاں تک کہ میدان جنگ میں بھی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے قتل سے منع کرتا ہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم ہوں۔

حدیث شریف میں ہے: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: وَجَدْتُ أَمْرًا مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ. (۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی غزوہ میں ایک عورت کو دیکھا کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے تو آپ نے صاف اور واضح انداز میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمادیا۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک خط کا ذکر کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَقْتُلُ الصَّبِيَّانَ فَلَا تَقْتُلِ الصَّبِيَّانَ. (۳۸)

بے شک اللہ کے رسول ﷺ دشمنوں کے بچوں کو قتل نہیں کرتے تھے؛ لہذا تم بھی بچوں کو قتل نہ کرنا۔

امام ابوداؤد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَنْطَلِقُوا بِاسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا قَانِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَغْلُوا وَضُمُّوا غَنَائِمَكُمْ وَأَصْلِحُوا وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ. (۳۹)

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جاؤ، اسی سے مدد حاصل کرنا اور اس کے رسول کے دین پر مضبوطی سے قائم رہنا، نہ کسی بوڑھے کو قتل کرنا، نہ کسی شیرخوار بچے کو، نہ کسی نابالغ کو، نہ کسی عورت کو۔ خیانت نہ کرنا، سب لوگ مل کر مال غنیمت جمع کرنا اور اصلاح کی کوشش کرنا اور احسان کرنا، بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

خودکشی کرنے کی ممانعت اور اس کا انجام:

مذہب اسلام قتل و غارت گری اور فساد و خون ریزی سے انسانوں کو کس قدر محفوظ رکھنا چاہتا ہے، اس کا اندازہ اس کی واضح تعلیمات سے کیا جاسکتا ہے، یہ جس طرح دوسروں کا خون بہانے کی اجازت نہیں دیتا ہے، اسی طرح خود اپنا خون بہانے سے بھی روکتا ہے، جس طرح بمباری کر کے دوسروں کو قتل کرنے سے منع کرتا ہے، اسی طرح خودکشی کرنے اور خود کش حملوں سے بھی دور رہنے کی تلقین کرتا ہے اور انھیں اس برے اور ناپسندیدہ عمل کا دردناک عذاب سناتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے: وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا (۴۰) اور اپنی جانیں قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔ (۴۱)

اس آیت کریمہ میں بڑے واضح انداز میں خودکشی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی میں دوسرے مقام پر ہے: وَانْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ. (۴۲)

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو، اور بھلائی والے ہو جاؤ، بیشک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔ (۴۳)

اس آیت مبارکہ میں کسی طرح بھی خود کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا گیا ہے، خواہ بے ہتھیار میدان جنگ میں جانا ہو، یا زہر کھانا ہو، یا خودکشی کرنا ہو۔

حدیث شریف میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَا بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا. (۴۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے خود کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کر لیا تو وہ جہنم میں جائے گا، اس میں خود کو گراتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہے گا، اور جس نے زہر کھا کر خود کو ختم کر لیا تو وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ جہنم میں بھی کھاتا رہے گا، اور ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہے گا، اور جس نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ جہنم کی آگ میں اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔

ایک حدیث پاک میں اس طرح ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الَّذِي يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ وَالَّذِي يَطْعُنُهَا يَطْعُنُهَا فِي النَّارِ. (۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پھانسی لگا کر اپنی جان دے دیتا ہے وہ جہنم میں پھانسی لگا کر اپنی جان دیتا رہے گا، اور جو شخص نیزہ مار کر خود کو ہلاک کر لیتا ہے وہ جہنم میں خود کو نیزہ مارتا رہے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا، عَذَّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ". (۴۶)

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی چیز سے دنیا میں خودکشی کی تو اسے بروز قیامت جہنم کی آگ میں اسی کے ذریعہ عذاب دیا جائے گا۔

اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی:

آج دہشت گردوں کا ایک گروہ ہندوستانی قانون کو پامال کرتے ہوئے عام انسانوں کی مذہبی آزادی بھی سلب کرنا چاہتا ہے، اور اپنے طور پر لوگوں کو ہراساں کرتا ہے، دھمکیاں دیتا ہے اور تبدیلی مذہب کے سلسلے میں طرح طرح کے جبر و تشدد کا مظاہرہ کرتا ہے، جب کہ مذہب اسلام کا حال یہ ہے کہ وہ کسی شخص کو بھی مسلمان بنانے کے لیے جبر و اکراہ کی اجازت نہیں دیتا ہے، بلکہ اگر لوگ فتنہ و فساد سے دور رہیں تو وہ ہر کسی کو اپنے مذہب کے رسم و رواج کے مطابق زندگی گزارنے کا پورا حق دیتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے: لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ. (۴۷) کچھ زبردستی نہیں دین (اسلام) میں، بے شک خوب جدا ہو گئی ہے نیک راہ گمراہی سے۔ (۴۸)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی، بصری ثم دمشقی اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: أُنِيَ لَا تُكْرَهُوا أَحَدًا عَلَى الدُّخُولِ فِي دِينِ الْإِسْلَامِ، فَإِنَّهُ بَيِّنٌ وَاضِحٌ، جَلِيٌّ دَلَالُهُ وَبَرَاهِينُهُ، لَا يَحْتَاجُ إِلَى أَنْ يُكْرَهُ أَحَدٌ عَلَى الدُّخُولِ فِيهِ. (۴۹)

یعنی تم کسی کو دین اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہ کرو؛ کیوں کہ یہ دین واضح اور روشن ہے، اس کے دلائل و براہین نمایاں ہیں، یہ دین اس کا محتاج نہیں کہ کسی کو اس میں داخل ہونے پر مجبور کیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ. (۵۰)

اور اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے، تو کیا تم لوگوں کو زبردستی کرو گے یہاں تک کہ مسلمان ہو جائیں۔ (۵۱)

اس آیت مبارکہ میں رب کریم نے کسی کو زبردستی اسلام میں داخل کرنے سے منع فرمادیا ہے، اس لیے کہ ایمان صرف زبان سے کلمہ پڑھنے کا نام نہیں ہے، بلکہ دل سے اس کی تصدیق ضروری ہے اور جبر و اکراہ سے تصدیق قلبی حاصل نہیں ہوتی۔

مذہب اسلام نے امن پسند غیر مسلم شہریوں کے لیے کس قدر مذہبی آزادی فراہم کی ہے اس کا اندازہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس امان نامہ سے لگایا جاسکتا ہے جو انھوں نے اہل قدس کے لیے تیار کرایا تھا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. هَذَا مَا أَعْطَى عَبْدُ اللَّهِ عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَهْلَ إِبِلْيَاءَ مِنَ الْأَمَانِ، أَعْطَاهُمْ أَمَانًا لَا أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَلَكِنَّا نَسْهِمُ وَصْلَانِهِمْ وَسَقِيمَتِهَا وَبَرِيئَتِهَا وَسَائِرَ مَلَّتِهَا، أَنَّهُ لَا تُسَكَّنُ كِنَائِسُهُمْ وَلَا تُهْدَمُ وَلَا يُنْتَقَصُ مِنْهَا وَلَا مِنْ حَيْزِهَا وَلَا مِنْ صَلَاحِيَّتِهِمْ وَلَا مِنْ شَيْءٍ مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَلَا يُكْرَهُونَ عَلَى دِينِهِمْ، وَلَا يُضَارُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ، وَلَا يُسَكَّنُ بِإِبِلْيَاءَ مَعَهُمْ أَحَدٌ مِّنَ الْيَهُودِ، وَعَلَى أَهْلِ إِبِلْيَاءَ أَنْ يُعْطُوا الْجَزِيَّةَ كَمَا يُعْطَى أَهْلَ الْمَدَائِنِ. (۵۲)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ یہ وہ امان ہے جسے اللہ کے بندے، امیر المؤمنین، عمر بن خطاب نے اہل ایلیا کو دی۔ ان کی جان، ان کے مال، ان کے کلیسا اور ان کی صلیبوں کو امان دی گئی، ایلیا کے بیمار اور صحت مند، بلکہ وہاں کے تمام فرقوں کو امان دی گئی۔ نہ ان کی عبادت گاہوں میں رہائش اختیار کی جائے، نہ انھیں گرایا جائے، نہ ان میں یا ان کی جگہوں میں کمی کی جائے، یوں ہی نہ ان کی صلیبوں میں کمی کی جائے، نہ ان کے اموال میں کمی کی جائے، نہ ہی کسی کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کیا جائے، نہ ان میں سے

کسی کو تکلیف دی جائے، نہ ان کے ساتھ یہودیوں میں سے کسی کو ٹھہرایا جائے (کیوں کہ اس زمانہ میں مسیحیوں اور یہودیوں میں بڑی عداوت تھی) اور اہل ایلیا پر لازم ہے کہ وہ ٹیکس ادا کریں جس طرح اہل مدائن ٹیکس ادا کرتے ہیں۔

دہشت گردی اور اس کی سزا:

دہشت گردی دورِ حاضر کی جدید اصطلاح ہے، اس کے متعلق صدر اسلام میں کوئی بحث نہیں ہوئی ہے، لیکن آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ اور عباراتِ فقہاء میں ایسی تعبیرات ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات کے خلاف آواز بلند کرنا اور فساد فی الارض مثلاً لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کرنا، کسی پر ظلم و ستم ڈھانا، ڈاکہ زنی یا فساد و خون ریزی کرنا، قتل و غارت گری کرنا یا کسی کی عزت و آبرو پر دست درازی کرنا اور اس طرح کا ہر کام دہشت گردی کہلاتا ہے۔

مذہب اسلام دہشت گردی کو بہت بڑا جرم قرار دیتا ہے؛ اسی لیے قانون اسلام نے دنیا میں دہشت گردوں کی ایسی سخت سزا مقرر فرمائی ہے جس کی مثال کسی اور قانون میں نظر نہیں آتی، ساتھ ہی دہشت گردوں کو عذابِ آخرت کی وعید بھی سنائی؛ تاکہ کوئی بھی صاحبِ عقل و خرد دہشت گردی کی راہ نہ اپنائے اور نہ ہی دہشت گردوں کی جماعت میں شامل ہو۔

قرآن کریم میں ہے: **إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ. إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ.** (۵۳)۔

وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں، ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں، یا سولی دیے جائیں، یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں، یا (وطن کی) زمین سے دور (ملک بدر) کر دیے

جائیں، یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب، مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ، تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (۵۴)

اس کی تفسیر میں امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: **مَنْ شَهَرَ السَّلَاحَ فِي فِتْنَةِ الْإِسْلَامِ، وَأَخَافَ السَّبِيلَ، ثُمَّ ظَفَرَ بِهِ وَقَدَّرَ عَلَيْهِ فِيمَا مَامُ الْمُسْلِمِينَ فِيهِ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ قَتَلَهُ وَإِنْ شَاءَ صَلَبَهُ، وَإِنْ شَاءَ قَطَعَ يَدَهُ وَرِجْلَهُ، وَكَذَا قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَمُجَاهِدٌ وَعَطَاءٌ وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَإِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ وَالضَّحَّاكُ.** (۵۵)

جس نے مسلمانوں پر ہتھیار اٹھایا اور اپنی دہشت گردی کی وجہ سے راستہ غیر محفوظ بنایا، پھر اس دہشت گرد پر قابو پا لیا گیا اور اسے گرفتار کر لیا گیا تو مسلمانوں کے حاکم کو اختیار ہے چاہے تو تلوار سے اس کا سر قلم کر دے، یا پھانسی دے، یا اس کا ہاتھ پاؤں کاٹ دے۔ اسی طرح سعید بن مسیب، مجاہد، عطاء، حسن بصری، ابراہیم نخعی اور ضحاک نے بیان کیا ہے۔

ابو حفص سراج الدین عمر بن علی حنبلی فرماتے ہیں: **قَالَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ إِمَّا بِالذُّعَاءِ إِلَى غَيْرِ دِينِ اللَّهِ وَإِمَّا بِالظُّلْمِ كَمَا فِي النُّفُوسِ وَالْأَمْوَالِ وَتَحْرِيبِ الْبِلَادِ.** (۵۶)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کی طرف جبراً دعوت دینے سے، یا لوگوں کی جان و مال پر ظلم و ستم کرنے اور ملک میں تخریب کاری سے۔

اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ جان و مال لوٹنے کے علاوہ اسلام سے ہٹ کر اپنے خود ساختہ عقائد کی طرف جبراً دعوت دینا بھی فساد فی الارض کے زمرے میں آتا ہے اور یہ بھی ایک قسم کی دہشت گردی ہے۔

فقہ مالکی کی کتاب الکافی فی فقہ اہل المدینہ میں ہے:

كُلُّ مَنْ قَطَعَ السَّبِيلَ وَأَخَافَهَا، وَسَعَى فِي الْأَرْضِ فَسَادًا بِأَخْذِ

الْمَالِ وَاسْتِباحَةِ الدِّمَاءِ ، وَهَتَكَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ هَتَكَةً مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ فَهُوَ مُحَارِبٌ دَاخِلٌ تَحْتَ حُكْمِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْمُحَارِبِينَ (الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا) سَوَاءٌ كَانَ مُسْلِمًا أَوْ كَافِرًا ، حُرًّا أَوْ عَبْدًا ، وَسَوَاءٌ وَصَلَ إِلَى مَا أَرَادَ مِنْ أَخْذِ الْأَمْوَالِ وَالْقَتْلِ أَوْ لَمْ يَصِلْ ، وَقَدْ قَرَنَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ السَّعْيَ بِالْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ بِقَتْلِ النَّفْسِ الَّتِي مَنْ قَتَلَهَا كَانَ كَمَنْ قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ، فَمَنْ كَانَتْ هَذِهِ حَالَتَهُ فَعَلَى الْإِمَامِ طَلْبُهُ بِكُلِّ مَا يُمْكِنُهُ أَنْ يَقْدِرَ عَلَى اخْذِهِ ، فَإِنْ أَخَذَهُ كَانَ فِيهِ مُخِيرًا عَلَى الْإِجْتِهَادِ فِيمَا يَكُونُ لَهُ أَرْدَعٌ وَأَشَدُّ تَشْرِيدًا لِمَنْ خَلَفَهُ عَلَى حَسَبِ مَا رَأَى مِنْ فِعْلِهِ بَيْنَ قَتْلِهِ ثُمَّ صَلْبِهِ ، أَوْ صَلْبِهِ حَيًّا ، أَوْ ضَرْبِ عُنُقِهِ قَتْلًا أَوْ لَمْ يَقْتُلْ ، أَوْ قَطْعِ يَدِهِ الْيُمْنَى وَرَجْلِهِ الْيُسْرَى ، أَوْ ضَرْبِهِ وَحَبْسِهِ فِي غَيْرِ الْبَلَدِ الَّذِي كَانَ يَقْطَعُ فِيهِ كَنْفَى الزَّانِي ، أَوْ فِي بَلَدِهِ إِنْ رَأَى الْإِمَامُ حَبْسَهُ. (۵۷)

ہر وہ شخص جس نے رہ زنی کی (ڈاکہ ڈالا) اور خوف و ہراس پیدا کر کے راستوں کو غیر محفوظ بنایا، اور لوٹ مار، قتل و خول ریزی اور عزت و آبرو پر دست درازی کرنے کے ذریعہ زمین میں فساد پھیلایا وہ محاربِ دہشت گرد ہے اور دہشت گردوں کے سلسلے میں اللہ جل شانہ کے اس حکم: الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا کے تحت داخل ہے، خواہ وہ دہشت گرد مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو، آزاد ہو یا غلام ہو، چاہے وہ اپنے مقصد یعنی لوٹ مار اور قتل و غارت گری میں کامیاب ہو یا ناکام رہ گیا ہو۔ اللہ جل شانہ نے زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کو اس محترم جان کے قتل سے مقترن فرمایا ہے جس کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مثل ہے، لہذا جس شخص کی یہ حالت ہو اس کی گرفتاری میں حاکم کو حتی الوسع پوری کوشش کرنا ضروری ہے، پھر اگر اسے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائے تو حاکم کو اختیار ہوگا کہ اس کے بارے میں جو سخت کاروائی کرنا چاہے کرے کہ وہ دوسروں کے لیے درس عبرت ہو، خواہ اسے قتل کر کے سولی پر لٹکا دے، یا زندہ ہی سولی پر چڑھا دے، یا اس کی گردن مار دے، چاہے اس دہشت گرد نے کسی کو قتل کیا ہو یا نہ کیا ہو، یا اس کا دایاں

ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دے، یا اس کی پٹائی کر کے کسی دوسرے شہر میں قید کر دے جیسے زانی (عصمت دری کرنے والے) کو دوسرے شہر میں قید کیا جاتا ہے، یا اگر مناسب سمجھے تو اسی شہر میں قید کر دے۔

نرمی کرنے کا حکم:

دہشت گردی اور انتہا پسندی سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا، بلکہ اس کی وجہ سے روزانہ کتنی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں اور نہ جانے کتنے گھر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، بعض ارباب سیاست و اقتدار اپنی مشکلات پر قابو پانے کے لیے تشدد میں اضافہ کر دیتے ہیں، مگر نتیجہ ان کی امیدوں کے خلاف ہوتا ہے اور حالت یہ ہو جاتی ہے کہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اس پالیسی کے خلاف مذہب اسلام اپنے ماننے والوں کو امن و سلامتی اور صبر و تحمل کا حکم دیتا ہے اور اپنے مقاصد کی تحصیل کے لیے الفت و محبت اور نرمی کرنے کی تعلیم دیتا ہے جس سے فتنہ و فساد کے تمام دروازے مسدود ہوتے نظر آتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے باہم لطف و کرم اور نرمی و مہربانی کرنے کی تعلیم و ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: يَا عَائِشَةُ! إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرَّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرَّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعَنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى سِوَاهُ. (۵۸)

اے عائشہ! اللہ جل شانہ نرمی کرنے والا ہے، نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی کرنے پر اتنا عطا فرماتا ہے کہ اتنا سختی کرنے یا نرمی کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ اپنانے پر عطا نہیں فرماتا۔ یہ ایسی پاکیزہ تعلیم ہے جس کی وجہ سے کوئی سلیم العقول مسلمان کبھی دہشت گردی اور انتہا پسندی کی راہ اختیار نہیں کر سکتا، کیوں کہ ہر مسلمان کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ جو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے، اس میں کسی قسم کا شک اور شبہ نہیں کیا جاسکتا، تو جب رب کریم نرمی اور مہربانی کرنے کی صورت میں زیادہ عطا

کرتا ہے تو پھر کوئی مسلمان خلق خدا پر سختی اور تشدد کر کے ربِّ کریم کو کیوں کر ناراض کرے گا؟

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذہب اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو امن و سلامتی، خیر و عافیت، الفت و محبت اور صبر و تحمل کی تعلیم دیتا ہے۔ اور دہشت گردی جیسے برے اور گھناؤنے عمل سے تمام لوگوں کو دور رہنے کی تلقین کرتا ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ آج بہت سے شدت پسند مورخین اور تنگ نظر محققین، تعصب و عناد کی عینک لگا کر دین اسلام کی تعلیمات کا تجزیہ کر رہے ہیں اور دیدہ و دانستہ غلط باتیں اسلام کی طرف منسوب کر کے اس کی شبیہ بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں؛ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم غیروں کے ظلم و ستم، ان کی تحریف و تحریف اور غلط تعبیر و تشریح کا شکوہ کرنے کے بجائے خود میدان عمل میں اتریں اور دنیا کی تمام زبانوں میں صحیح اسلامی تعلیمات کی اشاعت کریں، مناسب اور متوازن تحریر و تقریر کے ذریعہ چہار دانگ عالم میں اسلام کے تابندہ احکام پہنچائیں، الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا کی وساطت سے معترضین کے اعتراضات کا سنجیدہ اور تشفی بخش جواب دیں، ترسیل و تبلیغ کے قدیم و جدید ذرائع سے اقوام عالم کو سچی دینی تعلیمات سے باخبر کریں، غلط پروپیگنڈہ کرنے والوں پر نظر رکھیں اور مناسب موقع پر انھیں دندان شکن جواب دیں۔ ربِّ کریم ہم تمام مسلمانوں کو توفیق خیر سے شاد کام فرمائے اور ہمیشہ صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین، علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔

مآخذ و مراجع

- (۱) شیعوں کے خلاف دہشت گردی کے حقائق، از ایم، اے، حیدر، ملخصاً۔
- (۲) دہشت گردی اور عالم اسلام، از علامہ کوکب نورانی، پاکستان، محدث میگزین، اکتوبر ۲۰۰۲ء۔
- (۳) نقوش فکر، از علامہ یسین اختر مصباحی، ص ۷۰۴، اسلامک پبلشرز، دہلی۔
- (۴) البیان الختامي الصادر عن المؤتمر العالم الاسلامي، الاسلام ومحاربة الارهاب، ص ۴، مکتبہ المکرمۃ۔
- (۵) شیعوں کے خلاف دہشت گردی کے حقائق، از ایم، اے، حیدر، ملخصاً۔
- (۶) قرآن کریم، پارہ: ۶، المائدہ: ۵، آیت: ۳۔
- (۷) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔
- (۸) قرآن کریم، پارہ: ۳، آل عمران: ۳، آیت: ۹۱۔
- (۹) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔
- (۱۰) قرآن کریم، پارہ: ۷، الحج: ۲۲، آیت: ۷۸۔
- (۱۱) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔
- (۱۲) صحیح البخاری، کتاب الایمان، حدیث نمبر: ۱۰، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۱۳) سنن النسائی، صفۃ المؤمن، حدیث نمبر: ۴۹۰۹، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۱۴) صحیح مسلم، باب النہی عن الاشارة بالسلاح، حدیث نمبر: ۶۸۳۲، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۱۵) صحیح مسلم، باب النہی عن الاشارة بالسلاح، حدیث نمبر: ۶۸۳۳، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۱۶) سنن الترمذی، باب ماجاء فی النہی عن تعاطی السیف مسلولا، حدیث نمبر: ۲۳۱۶،

المکتبۃ الشاملۃ -

- (۱۷) قرآن کریم، پارہ: ۳۰، البروج: ۸۵، آیت: ۱۰۔
- (۱۸) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔
- (۱۹) صحیح مسلم، باب الوعد الشدید لمن عذب الناس بغير حق، حدیث نمبر: ۶۸۲۴، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۲۰) مجمع الانہر فی شرح ملتقى الابحر، فصل فی بیان ما بقی من احکام المستامن، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۲۱) قرآن کریم، پارہ: ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۷، آیت: ۳۳۔
- (۲۲) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔
- (۲۳) قرآن کریم، پارہ: ۶، المائدہ: ۵، آیت: ۳۲۔
- (۲۴) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔
- (۲۵) شعب الایمان، تحریم النفوس والجنايات علیہا، حدیث نمبر: ۴۹۶۰، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۲۶) صحیح مسلم، باب المجازاة بالدماغ فی الآخرة، حدیث نمبر: ۴۴۷۵، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۲۷) قرآن کریم، پارہ: ۶، المائدہ: ۵، آیت: ۸۔
- (۲۸) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔
- (۲۹) قرآن کریم، پارہ: ۱۸، النور: ۲۴، آیت: ۲۷۔
- (۳۰) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔
- (۳۱) سنن ابی داؤد، باب فی تعشیر اہل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارات، حدیث نمبر: ۳۰۵۲، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۳۲) سنن ابی داؤد، باب ما یومر من انضمام العسکر وسعۃ، حدیث نمبر: ۲۶۳۱، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۳۳) مصنف ابن ابی شیبہ، باب من تنہی عن قتله فی دار الحرب، حدیث نمبر: ۳۳۷۹۴، المکتبۃ الشاملۃ۔

- (۳۴) مسند ابی بکر اللہ و زی، ابن عمر عن ابی بکر رضی اللہ عنہما، حدیث نمبر: ۲۱، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۳۵) سنن ابی داؤد، باب فی کراہیۃ حرق العدو، حدیث نمبر: ۲۶۷۵، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۳۶) سنن ابی داؤد، باب فی کراہیۃ حرق العدو، حدیث نمبر: ۲۶۷۷، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۳۷) صحیح البخاری، باب قتل النساء فی الحرب، حدیث نمبر: ۲۷۹۲، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۳۸) صحیح مسلم، باب النساء الغازیات یرضخ لهن ولا یرسمن، والنہی عن قتل صبیان اہل الحرب، حدیث نمبر: ۳۳۷۷، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۳۹) سنن ابی داؤد، باب فی دعاء المشرکین، حدیث نمبر: ۲۶۱۶، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۴۰) قرآن کریم، پارہ: ۵، النساء: ۴، آیت: ۲۹۔
- (۴۱) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔
- (۴۲) قرآن کریم، پارہ: ۲، البقرۃ: ۲، آیت: ۱۹۵۔
- (۴۳) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔
- (۴۴) صحیح البخاری، باب شرب السم والدواء بہ وبما یخاف منه والخیث، حدیث نمبر: ۵۷۷۸، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۴۵) صحیح البخاری، باب ما جاء فی قاتل النفس، حدیث نمبر: ۱۳۶۵، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۴۶) الجامع الصحیح للسنن والمسانید، باب الانتحار من الکبار، ج ۵، ص ۱۲۱، المکتبۃ الشاملۃ۔
- (۴۷) قرآن کریم، پارہ: ۳، البقرۃ: ۲، آیت: ۲۵۶۔
- (۴۸) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔
- (۴۹) تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۵۲۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔
- (۵۰) قرآن کریم، پارہ: ۱۱، یونس: ۱۰، آیت: ۹۹۔
- (۵۱) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔
- (۵۲) تاریخ الامم والملوک للامام الطبری، ذکر فتح بیت المقدس، ج ۲، ص ۴۴۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔
- (۵۳) قرآن کریم، پارہ: ۶، المائدہ: ۵، آیت: ۳۴۔

- (۵۴) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔
- (۵۵) تفسیر القرآن الکریم لابن کثیر، ج ۳، ص ۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔
- (۵۶) اللباب فی علوم الکتاب، ج ۱۱، ص ۲۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔
- (۵۷) الکافی فی فقہ اہل المدینہ، باب حکم الحاربین، ج ۲، ص ۱۰۸، مکتبۃ الریاض الحدیثہ، الریاض، المملکت العربیۃ السعودیۃ۔
- (۵۸) صحیح مسلم، باب فضل الرفق، حدیث نمبر: ۶۷۶۶، المکتبۃ الشاملۃ۔

اہل سنت کی شیرازہ بندی - مسائل اور امکانات

مولانا محمد احمد مصباحی

ناظم تعلیمات، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

آج جب ہم اہل سنت کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں بنیادی فکری و اعتقادی اتحاد کے باوجود عالمی یا ملکی یا صوبائی یا ضلعی سطح پر عملاً کوئی باضابطہ ارتباط نظر نہیں آتا۔ یوں اپنی نجی ضروریات اور وقتی کاموں کے لیے لوگ آپس میں رابطہ ضرور رکھتے ہیں مگر جماعتی و اجتماعی انداز میں کوئی باقاعدہ تنظیم کسی میدان میں نہیں۔ نہ کوئی دعوتی و اصلاحی مرکز ہے جس پر سب متفق ہوں، نہ کوئی روحانی قیادت ہے جو سب کا مرجع اور سب پر اثر انداز ہو، نہ کوئی تعلیمی و تربیتی ادارہ ہے جس میں سب کے لئے کشش ہو اور جس کی پیشوائی سب کو قبول ہو، نہ کوئی علمی تحقیقی تصنیفی انجمن ہے جسے قبول حاصل عام ہو، نہ دوسرے سماجی رفاہی قومی میدانوں میں کام کی کوئی اجتماعی ہیئت ہے جو قابل ذکر ہو۔ اور سیاسی میدان تو بالکل خالی ہے، اس میں نہ کوئی ہماری نمائندگی ہے، نہ قومی سطح پر ہمارا کوئی نام و نشان۔ یہ پورا وسیع و عریض میدان غیروں کے لئے محفوظ ہے۔

اس سے انکار نہیں کہ انفرادی طور پر جماعت میں بہت سا کام ہو رہا ہے اور اسی کی بدولت جماعت کا کارواں کسی طرح رواں دواں ہے لیکن اجتماعیت اور تنظیم کی شان ہی الگ ہے اور اس کے ثمرات و برکات ہمہ گیر اور پائیدار ہیں۔

مسائل:

اس میں کوئی شک نہیں اہل سنت و جماعت جن کا وجود عہد رسالت سے آج تک

پورے تسلسل کے ساتھ چلا آ رہا ہے، یہی ہمیشہ بیرونی و اندرونی سازشوں کا نشانہ بنے۔ خارجی طاقتوں کا بھی نشانہ یہی رہے اور داخلی فتنوں کا شکار بھی یہی ہوئے۔ خلافت راشدہ کے دور اخیر میں خوارج کا گروہ ہمارے ہی درمیان سے نکلا اور خود مسلمانوں کے خون کا پیاسا ہوا، اس کے بعد بھی ہر دور میں ایک تسلسل کے ساتھ فتنے اٹھتے، فرقے بنتے اور باطل مذاہب بڑھتے رہے۔ اہل سنت کی تعداد گھٹتی رہی، اہل حق کو اکثر ادوار میں بیرونی دشمنوں سے بھی مقابلہ کرنا پڑا اور عوام کو داخلی فتنوں سے بچانے کے لئے سرگرم رہنا پڑا۔ ان کی دردمندی، مخلصانہ سرگرمی اور ہمہ جہت مساعی کا نتیجہ یہ ہوا بہت سے فرقوں کا خاتمہ ہو گیا اور آج ان کی طرف اپنے کو منسوب کرنے والا کوئی نہ رہا۔ یہ اور بات ہے کہ ان کے اٹھائے ہوئے کچھ خیالات بعد کے نئے فرقوں میں در آئے اور ان کے اثرات آج بھی باقی ہیں مگر قدیم علماء حق اور ان کے معاونین سے جو کچھ ہو سکتا تھا اس میں انھوں نے کوئی کسر روا نہ رکھی۔

اہل سنت پر جن فرقوں کا حملہ زیادہ شدت سے ہو رہا ہے وہ تقریباً دو سو سال پہلے کی پیداوار ہیں، یہ اہل سنت ہی کے درمیان سے نکلے اور ایک نیا مذہب بنا کر اہل سنت کو صراطِ مستقیم سے ہٹانے اور نئے جال میں پھنسانے کی مہم تیزی سے شروع کر دی۔ اس کے لئے انھوں نے مختلف حربے استعمال کیے:

- ۱- کتابیں لکھیں جن میں اہلسنت کے عقائد و معمولات کو شرک قرار دیا۔
- ۲- اجتماعات اور جلسے کر کے لوگوں کا ذہن مسموم کرنے کی کوشش کی۔
- ۳- لوگوں سے دوکانوں، مکانوں پر ملاقات کر کے انھیں اپنی طرف مائل کیا۔
- ۴- اہل سنت کے درمیان اپنے مکاتب و مدارس قائم کر کے تعلیم و تربیت کے نام پر ہماری نسل کو قریب کیا پھر اسے اپنا ہم عقیدہ اور اپنے مذہب کا داعی و مبلغ بنادیا اسی طرح اہل سنت کے درمیان مسجدیں بنائیں یا ان کی مسجدوں پر قبضہ کیا پھر نمازیوں کو اپنا ہم عقیدہ بنالیا۔
- ۵- اسکول اور کالج قائم کر کے عصری تعلیم کا شوق دلایا پھر طلبہ کے ذہن میں اپنا عقیدہ اور مذہب بھی اتار دیا۔

- ۶- کلمہ و نماز کی تبلیغ کے نام پر ایک جماعت قائم کی اور اس کے ذریعہ اہل سنت کے بے شمار افراد چھوٹی بڑی بہت سی آبادیوں کو اپنا ہم نوا بنالیا۔
 - ۷- اس کے علاوہ تحقیقی و تصنیفی، سیاسی و سماجی نقل و حرکت دوسرے ہر قسم کے ذرائع سے لوگوں کو پہلے اپنا مداح و معتقد پھر اپنا ہم عقیدہ بنانے کی کوشش کی۔
- ان حرکتوں سے نقصان صرف اہل سنت کو پہنچا، انہی کی تعداد گھٹی، انہی کے افراد اہل باطل کے نشانہ بنے اور وہی طرح طرح کی سازشوں کا شکار ہوئے۔ اور یہ سلسلہ آج بھی پوری قوت کے ساتھ جاری ہے۔

اب اہل سنت کے سامنے دو چیلنج ہیں:

(۱) اپنے ٹوٹے ہوئے افراد کو پھر جوڑنا۔

(۲) دیگر افراد کو شکار ہونے سے بچانا۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ دشمن کے پاس جتنے اسلحے اور ہتھیار ہیں ان سے زیادہ ہتھیار، ان سے قوی اسلحے ہمارے پاس ہوں، ان کے اندر جو سرگرمی اور مستعدی ہے اس سے زیادہ ہمارے اندر ہو۔

اس کے لئے باہمی اختلاف و انتشار سے دوری اور تحفظ عقائد و فروغ مسلک کے لئے اجتماعیت اور شیرازہ بندی کس قدر ضروری ہے، یہ اہل دانش کے لئے محتاج بیان نہیں۔

امکانات:

پیشوایان اہل سنت اور دردمندان ملت اگر دل و جان سے متوجہ ہوں تو اسباب و وسائل کی فراہمی ہمارے لئے ممکن ہے اور ایسا ہو سکتا ہے کہ کام کو مختلف حصوں اور شعبوں میں تقسیم کر کے ہر شعبے کے لائق اور فعال افراد پر مشتمل مجلسیں یا بورڈ بنادیئے جائیں تاکہ کام آسانی سے ہو سکے۔

اس کے لئے ضروری ہے تین یا چار چار پانچ افراد پر مشتمل ایک تھنک ٹینک یا

مجلس اعلیٰ ہو جو پوری بالغ نظری کے ساتھ تمام امور کے لئے منصوبہ سازی، یا مجلس سازی، اصول سازی اور تنفیذ و ترویج کی ذمہ دار ہو۔ اسی طرح مشکلات اور روکاؤں پر غور کرنے اور انہیں دور کرنے پر بھی اس کی نظر ہو۔

یہ کام ممکن ہونے کے ساتھ مشکل ضرور ہے۔ وقت اور سرمایے کی بڑی قربانی چاہتا ہے۔ اتنے بڑے ملک میں پھیلے ہوئے اہل سنت کی شیرازہ بندی اور ہر خطے کے لوگوں کو متحرک اور فعال بنانا اور شاطرانہ حملوں کے دفاع کے لئے بیدار و تیار رکھنا کوئی ایسا کام نہیں جو چند دنوں یا ہفتوں کی محنت میں انجام پذیر ہو جائے۔ مہینوں بلکہ برسوں کی مدت درکار ہے۔

ہو سکتا ہے کہ پہلے ہر علاقے کا دورہ کر کے وہاں کے حالات اور ضروریات کا جائزہ لیا جائے، قابل عمل اور لائق اعتماد افراد تلاش کئے جائیں، پھر جہاں مکتب، مسجد، مدرسہ، اسکول، کالج، شفا خانہ وغیرہ قائم کرنے کی ضرورت ہو ان کا قیام عمل میں لایا جائے اور طے شدہ خطوط پر ان کا انتظام معتمد افراد کے سپرد کیا جائے۔ اور جہاں پہلے سے ادارے قائم ہیں انہیں بھی تنظیم سے منسلک کرنے کی کوشش کی جائے اور انہیں زیادہ فعال اور کارآمد بنایا جائے۔

اس طرح ہر جگہ کے حالات سے واقفیت بھی بہم ہوگی اور ہر علاقے کے نمائندے مجلس اعلیٰ کے ماتحت مجلس منظمہ یا مجلس شوریٰ میں شامل ہوں گے اور برابری سے رابطہ رکھ سکیں گے۔

بہت بڑی مرکزی عمارت اور بہت سے آفسوں اور ورکروں کی بھی ضرورت ہوگی جو ہر علاقے کے حالات جاننے، ان کی رپورٹ پیش کرنے اور عام ضروریات کے لئے اپنے متعلقہ مقامات کا دورہ کرنے کے ذمہ دار ہوں۔

ساری تفصیلات تھک ٹینک یا مجلس اعلیٰ طے کر سکتی ہے۔ اگر ملک گیر پیمانے پر آغاز مشکل ہو تو جس حد تک باسانی ابتدا ہو سکے اسی حد پر کام شروع کیا جائے۔ اسی طرح جو کام انفرادی طور پر یا کسی مجلس یا بورڈ کی ماتحتی میں ہو رہے ہیں انہی کو تقویت دی جائے

اور جو میدان بالکل خالی ہے اس پر خاص توجہ صرف کی جائے۔

سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ پیش قدمی کس طرح سے ہو؟ کہاں سے ہو؟ اور کون کرے؟ بہر حال یہ اقدام ایک یا چند حساس، دردمند، مخلص اور توانا قلب و جگر کے بغیر ممکن نظر نہیں آتا مگر قوم کے خسارے سے صرف نظر کسی طرح روا نہیں۔ اقدام ہونا چاہیے اور ضرور ہونا چاہیے۔

اندیشے:

اگر سارے اکابر اور پیشوایان قوم اس میں دلچسپی نہیں لیتے تو جو دردمند اور حساس حضرات ہیں وہی پیش قدمی کر کے کام شروع کریں اور آگے بڑھائیں باقی حضرات سے گزارش کی جائے اگر حمایت اور مشارکت نہیں کر سکتے تو مخالفت اور روکاؤں سے بھی باز رہیں ورنہ احکم الحاکمین کے حضور اہل سنت کے عظیم خساروں کا جواب دینے کے لئے تیار رہیں۔

اگر جماعت کی اکثریت خصوصاً اہل علم و دانش اور اہل ثروت میں یہ احساس بیدار ہو جاتا ہے کہ ہم مسلسل خساروں سے دوچار ہیں اور تلافی کیلئے میدان عمل میں جان و دل، ہوش و خرد، اور زبان و عمل کے ساتھ سرگرم ہونا ضروری ہے تو کام کی راہیں کھل سکتی ہیں ورنہ غفلت و بے حسی کے ماحول میں کامیابی کی توقع فضول ہے۔ مگر میرا اندازہ ہے کہ اکثریت حساس اور بیدار ہونے کے ساتھ کسی پیش قدمی کی منتظر ہے۔ رب تعالیٰ ہمارا حسن ظن راست فرمائے اور سب کو حسب درجہ و مقام اور حسب ہمت و صلاحیت توفیق خیر سے نوازے۔ وھو المستعان وعلیہ التکلیل۔

تصور شیخ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

علامہ یسین اختر مصباحی
مہتمم دارالقلم، دہلی

سراج الہند، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء) جلیل القدر عالم دین اور شہرہ آفاق محدث ہونے کے ساتھ صوفی صافی نہاد بھی تھے۔ جنہیں اپنے عظیم المرتبت والد محترم، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (وصال ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) سے مختلف سلاسل طریقت میں بیعت و ارادت کے ساتھ، اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ کی پوری زندگی، علم و فضل کے ساتھ تصوف و طریقت کی بھی آئینہ دار تھی۔

آپ کی دینی و روحانی فضیلت و عظمت کی اس سے بڑی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ:

شمس العارفین، سید شاہ آل احمد اچھے میاں قادری برکاتی مارہروی (وصال ربیع الاول ۱۲۳۵ھ/جنوری ۱۸۲۰ء) آپ کو ستون اسلام کہیں اور، یہ بھی فرمائیں کہ:

”شاہ عبدالعزیز کا ظاہر، میرے باطن کے مساوی اور ان کا باطن، میرے ظاہر کے مساوی ہے۔“

ذیل میں اس روایت کی تاریخی سند، ملاحظہ فرمائیں:

امام اہل سنت، مولانا الشاہ محمد احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ:

شیخ و مرشد طریقت، خاتم الاکابر، سید شاہ آل رسول احمدی قادری برکاتی مارہروی سے آپ کے شیخ و مرشد طریقت، شمس العارفین، سید شاہ آل احمد اچھے میاں قادری برکاتی

مارہروی نے ارشاد فرمایا:

”شاہ عبدالعزیز! عَمَّادُ الْإِسْلَام (ستون اسلام) ہیں۔“ اور حضرت مولانا احمد رضا قادری برکاتی بریلوی سے آپ کے مربی و مولیٰ، نور العارفین، سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی نے بیان فرمایا کہ:

اُن (نور العارفین مارہروی) سے ایک شخص نے اپنی، یہ سماعی روایت بیان کی کہ حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی کا ارشاد مبارک ہے:

شاہ عبدالعزیز کا ظاہر، میرے باطن کے مساوی اور اُن کا باطن، میرے ظاہر کے مساوی ہے۔ تمہارے لئے ان کا، یہ فضل و شرف، کافی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔“

سَمِعْتُ حَضْرَةَ شَيْخِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ حَضْرَةَ شَيْخِنَا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ: شَاهُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَمَّادُ الْإِسْلَام۔“

وَحَدَّثَنَا الْمَوْلَى أَبُو الْحُسَيْنِ السَّيِّدُ أَحْمَدُ النَّوْرِيُّ مَدَّ ظِلُّهُ الْعَالِي عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ الْمَوْلَى الْعَظِيمِ سَيِّدِنَا حَمْدٍ أَجْهَى مِثْلَ الْمَارِ هُرَوِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: ظَاهِرُ الشَّاهِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، يُسَاوِي بَاطِنِي۔ وَبَاطِنُهُ يَعْدِلُ بِظَاهِرِي۔ فَتَاهِيكَ بِهِ فَضْلًا وَشَرَفًا۔“ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔“

(حاشیہ ص ۱۷۵۔ مَطْلَعُ الْقَمَرَيْنِ فِي إِبَانَةِ سَبْقَةِ الْعُمَرَيْنِ۔ مؤلفہ امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی۔ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی۔ صالح نگر، بریلی شریف۔ اتر پردیش ۱۴۱۳ھ/۲۰۱۲ء)۔

سلاسل تصوف و طریقت میں ذکر حق اور وصول الی اللہ کا ایک عمل ”تصویر“ شیخ، بھی ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر طرف سے خالی الذہن ہو کر اپنے مرشد و شیخ طریقت کی صورت کی طرف، پوری نظر جما کر حضور قلب کے ساتھ اس سے فیض حاصل کیا جائے اور اس کی رہنمائی میں ذکر حق کر کے، اللہ کا قرب، حاصل کیا جائے۔

چنانچہ، حضرت تاج الدین سنبھلی نقشبندی، خلیفہ خواجہ محمد عبدالباقی باللہ نقشبندی دہلوی اپنے ایک رسالہ میں ”وصول الی اللہ“ کا تیسرا طریقہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

”وُصُولِ إِلَى اللَّهِ“ کا تیسرا طریقہ، ایسے مُرشد سے رابطہ ہے جسے مقامِ مشاہدہ، حاصل ہے اور وہ تجلّیات ذاتیہ سے بہرہ ور ہے۔

بلاشبہ ایسے شیخ کی زیارت، ان لوگوں کے زُمرے میں آتی ہے جن کے لئے کہا گیا ہے کہ: إِذَا رُؤِيَ ذِكْرُ اللَّهِ - جب انھیں دیکھا جائے تو خدا یاد آتا ہے۔ چنانچہ اس کی زیارت، بمنزلہ ذکر ہے۔ یہ زیارت ذکر ہی کا فائدہ دیتی ہے۔ اسی طرح اس کی صحبت ہُمْ جُلَسَاءُ اللَّهِ (وہ اللہ کے مقرب ہیں) کے مطابق، ان کی صحبت بھی فائدہ دیتی ہے، جو بیان کر آئے ہیں۔ اگر ایسے بزرگ کی صحبت میسر آجائے اور سالک کو اپنے دل میں اس کی صحبت سے اثرات محسوس ہوں تو اسے چاہیے کہ اپنی استطاعت کے مطابق، وہ ان اثرات کو سمیٹے اور انھیں محفوظ کرے۔ اگر ان اثرات میں کوئی خلل اور رکاوٹ پیش آئے تو پھر شیخ کی صحبت اختیار کرے۔ یہاں تک کہ اثرات کی، یہ کیفیت ملکہ بن جائے اور اگر اس بزرگ کی صحبت سے اثر ظاہر نہ ہو مگر محبت اور جذب کی کیفیت حاصل ہو تو سالک کو چاہیے کہ شیخ کی صورت کا تصور کرے۔ اِلٰی آخِرہ۔

(ص ۱۲۲۔ مشمولہ ”الانتباه فی سلاسلِ اولیاء اللہ۔ مؤلفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ رسائل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ مطبوعہ لاہور دہلی)

شیخ تاج الدین سنبھلی نقشبندی، خلیفہ خواجہ باقی باللہ دہلوی، مزید لکھتے ہیں:

”جس وقت دنیوی کاموں سے فارغ ہو جائے، تازہ وضو کر کے خلوت نشین ہو جائے۔ بیٹھتے ہی، سب سے پہلے اپنے مُرشد کی صورت کو دل میں حاضر کرے۔ اس کے بعد اپنے وظائف میں مشغول ہو جائے۔ وہ مُراقبہ ہو یا ذکر۔“ (ص ۱۲۸۔ الانتباه فی سلاسلِ اولیاء اللہ۔ مؤلفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)۔

مندرجہ بالا طریقہ تصوّر شیخ، مذکور در رسالہ شیخ تاج الدین سنبھلی نقشبندی، نقل کرنے سے پہلے ہی اس رسالہ کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھ چکے ہیں کہ:

”وظائف و اشغال نقشبندیہ“ کے بارے میں شیخ تاج الدین سنبھلی، خلیفہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کا ایک بہت عمدہ اور مختصر رسالہ ہے۔

والد گرامی (شاہ عبدالرحیم دہلوی) اسے بہت پسند کرتے تھے۔ آپ نے یہ رسالہ شیخ تاج الدین کے بعض مریدوں سے لے کر اسے نقل کر لیا تھا اور اپنے مُریدین و معتقدین کو اسے محفوظ کرنے، پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

میں نے یہ رسالہ، والد گرامی (شاہ عبدالرحیم دہلوی) سے خوب سمجھ کر اور بحث و تحقیق کے ساتھ پڑھا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ یہ رسالہ مِنْ و عَنْ نقل کردوں۔ وَ مَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ۔ (ص ۱۱۶، الانتباه فی سلاسلِ اولیاء اللہ۔ مؤلفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ رسائل شاہ ولی اللہ۔ مطبوعہ لاہور دہلی)۔

سلسلہ چشتیہ سے اپنی نسبت و ارتباط ظاہر کرتے ہوئے اس سلسلے کے معمولات اور اُردو وظائف کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

”دوسری ضروری بات اور مقصود یہ ہے کہ:

مُرشد کی صورت، اپنے سامنے تصور کرے اور پھر ذکر کرے۔

الرَّفِيقُ ثُمَّ الطَّرِيقُ - پہلے ساتھی، پھر سفر کا راستہ۔

تصویر شیخ، فنی خطرات کے سلسلے میں بہت زیادہ اثر رکھتا ہے۔ بلکہ حضرت سُلْطَانُ الْمُؤَحِّدِينَ، بُرْهَانُ الْعَاشِقِينَ، حُجَّةُ الْمُتَوَكِّلِينَ، جَلَالُ الْحَقِّ وَ الشَّرْعِ وَ الدِّينِ، مخدوم، مولانا قاضی یوسف ناصحی قَدْ سَ اللَّهُ سِرَّهُ الْعَزِيزَ فرمایا کرتے تھے کہ:

مُرشد کی ظاہری صورت دیکھنا، درحقیقت آب و گل کے پردے میں حق تعالیٰ سُبْحَنَہ کا، مشاہدہ کرنا ہے۔ اور خلوت میں اس کی صورت کا نمودار ہونا، آب و گل کے پردے کے بغیر، حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا ہے۔“ (ص ۱۵۶۔ الانتباه فی سلاسلِ اولیاء اللہ۔ مؤلفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)۔

اپنی ایک دوسری کتاب ”الْقَوْلُ الْجَمِيلُ فِي بَيَانِ سَوَاءِ السَّبِيلِ“ میں بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ: ”مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک، وصولِ اِلٰی اللہ کا تیسرا

طریقہ، اپنے مُرشد کے ساتھ، کمال درجے کا رابطہ اور تعلق خاطر ہے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ مُرشد، قَویُّ التَّوَجُّہ اور ”یادداشت“ کی دائمی مشق سے بہرہ ور ہو۔ ایسے مُرشد کی صحبت اختیار کرے تو سوائے اس کی محبت کے، اپنی ذات کو ہر شے کے تصور اور خیال سے خالی کرے اور مُرشد کے فیض کا منتظر رہے۔ آنکھیں بند کر لے۔ اور اگر گھلی رکھے تو مُرشد کی دونوں آنکھوں کے درمیان نظر جمائے۔ جس وقت فیضان کی آمد شروع ہو تو دل کی گہرائیوں سے اس کی حفاظت اور نگرانی کرے۔

اور جب مُرشد سامنے موجود نہ ہو تو انتہائی محبت اور تعظیم کے ساتھ اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرے۔ اس کی شکل و صورت کا تصور، سالک کو وہی فائدہ دے گا جو اس کی صحبت دیتی ہے۔ میرے والد گرامی (شاہ عبدالرحیم دہلوی) فرماتے تھے کہ سالک کے لئے ضروری ہے کہ جس ہیئت اور شکل پر اسے کچھ حاصل ہو، وہ ہیئت اور شکل تبدیل نہ کرے۔ اگر وہ کھڑا ہے تو کھڑا رہے اور اگر بیٹھا ہے تو بیٹھا رہے۔ (ص ۵۹۔ الْقَوْلُ الْجَمِيلُ فِي بَيَانِ سَوَاءِ السَّبِيلِ۔ مؤلفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ رسائل شاہ ولی اللہ۔ مطبوعہ لاہور ودہلی)۔

أوراد و وظائف و معمولات تصوف و طریقت، حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی سے منتقل ہوتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک پہنچے۔ جن میں بعض سلاسل و معمولات، خود ان کے اپنے حاصل کردہ ہیں۔

اور اپنے جدِ محترم شاہ عبدالرحیم، والدِ محترم شاہ ولی اللہ تک کے سارے سلاسل و معمولات، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حصے میں آئے۔ جن میں تصویرِ شیخ بھی شامل اور ان کے معمولات کا ایک اہم حصہ ہے۔ جسے آپ نے اپنے مریدین و متوسلین تک پہنچایا۔ اب اس سے آگے کا ایک بڑا حادثہ، دل پر ہاتھ رکھ کر سنیے اور عبرت حاصل کیجیے۔

شاہ محمد اسماعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کے پیر و مُرشد سید احمد رائے بریلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) تو حید پرستی کے نامعلوم مقام و مرتبہ پہ فائز، ایسے مغلوب الحال شخص تھے کہ انہوں نے اول روز ہی اپنے پیر و مُرشد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

(وصال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کو تو حید پرستی کا وہ سبق سکھایا جس کی طرف: ان کا، بلکہ ان کے باپ دادا کا بھی ذہن کبھی منتقل نہیں ہوا تھا۔ یا منتقل ہوا تھا مگر صحیح نتیجہ اخذ کر کے کوئی صحیح فیصلہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے۔

چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم و مؤرخ غلام رسول مہر (متوفی ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) نے ”مخزن احمدی“ اور ”وقائع احمدی“ کے حوالہ سے یہ انکشاف کیا ہے کہ: ”۱۲۲۲ھ میں سید (احمد رائے بریلوی) صاحب نے، شاہ عبدالعزیز سے بیعت کی۔ اُس وقت ہندوستان میں تصوف کے تین سلسلے، زیادہ رائج تھے۔ یعنی نقشبندیہ، قادریہ اور چشتیہ۔ سید صاحب نے تینوں سلسلوں میں بیعت کی۔ پہلے دن، لطیفہ اول یعنی ذکر و قلب کی تعلیم ہوئی۔ دوسرے دن، باقی لطائف یعنی لطیفہ رُویا، لطیفہ سر، لطیفہ انخی اور لطیفہ نفس کا ذکر سکھایا گیا۔ تیسرے جلسے میں، سُلطانُ الاذکار اور چوتھے جلسے میں ذکرِ نفی و اثبات، بتایا گیا۔ پھر شغلِ برزخ کا حکم ہوا۔ جس میں صورتِ شیخ کا تصور، صوفیہ میں مروج تھا۔ تصویرِ صورتِ شیخ کا حکم سنا تو سید صاحب نے ادب سے عرض کیا کہ: حضرت اس شغل میں اور بت پرستی میں کیا فرق ہوا؟ مفصل ارشاد ہو۔ شاہ عبدالعزیز نے جواب میں خولجہ حافظ شیرازی کا یہ مشہور شعر پڑھا:

بہ مے، سبّادہ، رنگین کن، گرث پیرِ مُغاں گوید

کہ سالک بے خبر نبود، ز راہ و رسم منزلہا

سید صاحب نے دوبارہ عرض کیا کہ:

میں بہر حال فرماں بردار ہوں۔ اس لئے کہ کسبِ فیض کی غرض سے آیا ہوں۔ لیکن تصویرِ شیخ تو صریح بت پرستی معلوم ہوتا ہے۔ الٰہی آخر ۵۔ (ص ۱۱۹ و ۱۲۰) تحریک سید احمد شہید، حصہ اول۔ معروف بہ سید احمد شہید، حصہ اول۔ از غلام رسول مہر۔ مکتبہ الحق، ماڈرن ڈیری۔ جوگیشوری، بمبئی۔ جنوری ۲۰۰۸ء)۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی (متوفی دسمبر ۱۹۹۹ء) بیسویں صدی عیسوی میں خانوادہ سید احمد رائے بریلوی کے ایک معروف و ممتاز فرد گذرے ہیں۔ انہوں نے اس واقعہ کا ذکر

کرتے ہوئے اسے اپنے بزرگ، سید احمد رائے بریلوی کے ذوقِ سلیم اور عرفانِ توحید کی شکل میں بڑی تحسین کے ساتھ پیش کیا ہے۔

چنانچہ مولانا ابوالحسن علی ندوی، یہی واقعہ بعنوان ”تعلیمِ تصوّٰشِخ اور سید صاحب کا عذر“ اس طرح بیان کرتے ہیں: ”تعلیمِ سلوک کے ضمن میں حضرت شاہ صاحب نے حسبِ معمول، تصویرِ شیخ کی تعلیم کی۔ سید صاحب نے نہایت ادب سے عرض کیا:

حضرت! اس میں اور بت پرستی میں کیا فرق ہے؟

اس میں صورتِ سنگی اور قرطاسی ہوتی ہے اور اس میں صورتِ خیالی جو دل میں جگہ پکڑ لیتی ہے اور اس کی طرف توجہ اور اس سے استعانت ہوتی ہے۔

شاہ صاحب نے حافظ کا، یہ شعر پڑھا:

بہ بے سجادہ رنگین کن گرٹ پیرِ مغان گوید

کہ سالک بے خبر نبود، زراہ و رسم منزلہا

سید صاحب نے فرمایا:

شرک کی کسی طرح ہمت نہیں ہو سکتی۔ ہاں! کتاب و سنت و اجماع امت سے کوئی سند لائیں اور اچھی طرح سے اطمینان ہو جائے کہ دونوں ایک چیز نہیں، تو خطرہ دور ہو سکتا ہے۔ شاہ صاحب نے یہ سن کر سید صاحب کو فرطِ مسرت سے گود میں لے لیا اور کئی مرتبہ پیشانی کا بوسہ دیا۔ اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و انعام سے تم کو ولایتِ انبیا سے نوازا۔ اَلِیْ آخِرِہ۔ (ص ۱۲۱، سیرتِ سید احمد شہید، حصہ اول۔ مؤلفہ مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام، ندوہ، لکھنؤ۔ آٹھواں ایڈیشن۔ ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء)۔

فرطِ مسرت سے گود میں اٹھالینا اور پیشانی کو بوسہ دینا، یہ محض ”ایجادِ بندہ“ ہے، جس کی کوئی مستند تاریخی روایت نہیں۔

یہ خیال افسانہ طرازی کے سوا کچھ نہیں۔ کیوں کہ شاہ عبدالعزیز ایسے کسی خیال و رائے کی اس طرح کیسے تحسین کر سکتے ہیں جو ان کے مشائخِ کرام کے وظائف و معمولات کے، اور خود ان کے وظائف و معمولات کے برعکس اور ان سے مُزاحم و متصادم ہو؟ تصویرِ شیخ

سے معذرت اور اس کی قباحیت بیان کرتے ہوئے ”صراطِ مستقیم“ کی ایک طویل عبارت، مولانا ندوی نے نقل کی ہے۔

یہ ”صراطِ مستقیم“ سید احمد رائے بریلوی صاحب کے ملفوظات و خیالات کا مجموعہ ہے جس کی ترتیب و تالیف، ان کے مُرید شاہ محمد اسماعیل دہلوی نے کی ہے۔ چنانچہ مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں: ”سید صاحب نے تصویرِ شیخ سے اس شدت کے ساتھ معذرت کیوں کی اور اس میں کیا قباحیتیں اور خطرات ہیں؟ اس کی تفصیل خود سید صاحب کی زبان سے سننے کی ہے۔ صراطِ مستقیم میں فرماتے ہیں: ”جو اشغال کہ بدعت ہیں، انہیں میں سے شغلِ برزخ (تصویرِ شیخ) بھی ہے کہ وہ اکثر سلاسلِ طریقت کے پچھلے متنبین میں بہت شائع و ذائع ہے۔ بلکہ بعض اکابر کے کلام میں اور تعلیم میں بھی وہ شامل ہے۔ اس شغل کی حقیقت یہ ہے کہ: خطرات و وسوسوں کے ازالے اور توجہ کی مرکزیت و یک سوئی کے لئے شیخ کی صورت کو تعین و تشخیص کے ساتھ ذہن میں جماتے ہیں اور پورے ادب و تعظیم اور اپنی پوری توجہ و ہمت کے ساتھ اس (خیالی) صورت کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ گویا تمام آداب و تعظیم کے ساتھ، شیخ کے رو برو بیٹھے ہیں اور دل کو پورے طور پر اس کی طرف متوجہ کر لیتے ہیں۔ اس شغل کی حقیقتِ حال اور اس کا حکم، تصویر کی حقیقتِ حال سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ سب، جانتے ہیں کہ تصویر کا بنانا، گناہِ کبیرہ اور عظیمِ معصیت ہے۔ اس کو دیکھتے رہنا، بالخصوص تعظیم و توقیر کے ساتھ، حرام ہے۔ (چند سطروں کے بعد) یہ عمل اگر چہ ظاہری نگاہ میں تصویر پرستی نہیں معلوم ہوتا لیکن حقیقتہً وہ صاف صاف، صورت پرستی ہے۔ کاغذی تصویر میں صورت و حلیے کی اس قدر باریکیاں ظاہر نہیں ہو سکتیں جیسی کہ صورتِ خیالی میں نمایاں ہوتی ہیں۔ حال آں کہ دونوں بے جان اور بے روح ہیں۔ اس لئے جہاں تک تصویر کے مقصد و معنی کا تعلق ہے، صورتِ خیالی صورتِ قرطاسی سے آگے بڑھی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں کے درمیان صرف اس بات سے تفریق کی جاسکتی ہے کہ اگر کاغذ، یا پتھر کی تصویر کی اجازت دے دی جائے تو ظاہری شریعت کے نظام میں بڑا خلل واقع ہوگا۔ لیکن دوسری شکل (صورتِ خیالی) میں شریعت کے ظاہری نظم و انتظام کو کوئی نقصان پہنچنے کا

اندیشہ نہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ: فاعل کے ذہن و قلب پر اس عمل کا جواثر پڑتا ہے، وہ صورت خیالی کی شکل میں کہیں زیادہ مؤثر اور خطرناک ہے۔ اس بات کا تقاضا ہے کہ: خیالی صورت کا ہٹانا اور اس کی طرف متوجہ رہنا، بدرجہ اولیٰ حرام قرار دیا جائے۔ (چند سطروں کے بعد) جب شارع علیہ السلام نے تصویر سازی کے بارے میں اتنی احتیاط و انتظام سے کام لیا ہے تو آپ کے تابعین اور شریعت محمدیہ کے پیروں کو شغلِ برزخ، حرام و فتیج ہی سمجھنا چاہیے۔ جو شخص سیرت محمدی پر نظر رکھتا ہے اُس کو خوب معلوم ہے کہ: اگر اُس زمانہ مبارکہ میں اس امر کے متعلق دریافت کیا جاتا تو ضرور اس کی ممانعت کی جاتی اور اس کی حرمت بیان کی جاتی۔“ ص ۱۱۸-۱۱۹، صراطِ مستقیم۔ مطبع مجتہائی۔ (ص ۱۲۴ تا ص ۱۲۶)۔ سیرت سید احمد شہید، حصہ اول۔ مؤلفہ مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوہ، لکھنؤ۔ آٹھواں ایڈیشن۔ ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء)۔

سید احمد رائے بریلوی صاحب نے اپنے آپ کو توحید پرستی کے جس نامعلوم مقام پر فائز سمجھتے ہوئے، سلاسلِ طریقت کے اکابر صوفیہ و مشائخ کرام کے حلقے میں رائج و معمول ”شغلِ برزخ“، یعنی تصویرِ شیخ کو مسترد کیا ہے اور اسے فتیج و حرام قرار دیا ہے، وہ اُن کی ذہنی اُتج اور موہوم خیال ہے۔ کیوں کہ صدیوں کی طویل مدت میں کسی بھی متند سلسلہ طریقت یا اس کے کسی بھی معتمد شیخ طریقت کے سلسلے میں کوئی ایک بھی وہ ایسی مثال و نظیر نہیں پیش کر سکے جس سے وہ اپنے خدشات و خیالات کو قابلِ التفات اور با وزن بنا سکیں۔ البتہ ان کا یہ تصور توحید، انہیں اُس مقام تک ضرور لے گیا جہاں پہنچ کر وہ اس عجیب و غریب خیال اور روح فرسا و ایمان سوز تصورِ توحید کا اظہار کر بیٹھے کہ: نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال و تصور کرنا، گائے، بیل اور گدھے کے خیال و تصور سے بدرجہا بدتر ہے۔ معاذ اللہ رب العالمین۔ ”صراطِ مستقیم“، ملفوظات سید احمد رائے بریلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۱۳ء)۔ جمع و ترتیب شاہ محمد اسماعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کا فارسی متن مع اردو ترجمہ، درج ذیل ہے: ”از وسوسہ زنا، خیالِ مجامعتِ زوجہ خود، بہتر است۔ و صرفِ ہمت بسوے شیخ و امثالِ آں، از معظّمین، گو، جناب رسالت مآب باشند، بچندین مرتبہ، بدتر

از استغراق، در صورتِ گاؤ و خر خود است کہ خیالِ آں، با تعظیم و اجلال بسویدائے دلِ انسان می چسبد، بخلاف گاؤ و خر خود کہ، نہ آں قدر چسبیدگی می بود، و نہ تعظیم۔ بلکہ مہمان و محترمی بود۔ و ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز، ملحوظ و مقصود می شود، بشرک می کشد۔“ الخ۔ (ص ۸۶)۔ صراطِ مستقیم۔ مکتبہ سلفیہ، لاہور)۔

(ترجمہ از فارسی) ”زنا کے وسوسہ سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال، بہتر ہے۔ اور شیخ، یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف، خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، اپنی ہمت کو لگا دینا، اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے۔

کیوں کہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ، انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو، نہ تو اس قدر چسبیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم۔ بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے، اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو، وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔“ (ص ۱۲۶)۔ صراطِ مستقیم (اردو) مطبوعہ محمد سعید ایندسنز، کراچی)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ نماز میں غیر اللہ کی نفی کا جُنون، پیر (سید احمد رائے بریلوی) اور مرید (شاہ محمد اسماعیل دہلوی) کو کہاں سے کہاں لے گیا؟ اور عظمتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انہوں نے کیسی حقیر و ذلیل چیزوں کے ساتھ، کیسے بھونڈے انداز میں خیال و تصور نبوی کا ذکر کیا ہے؟ اَسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَ اَتُوبُ اِلَیْہِ۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں، از عرشِ نازک تر
نفس، گم کردہ می آید، جُئید و بایزید ایں جا

اے پائے نظر! ہوش میں آ، کوئے نبی ہے
آنکھوں سے بھی چلنا تو یہاں، بے ادبی ہے

کیا سورہٴ حجرات کی وہ آیاتِ کریمہ، ایسے پیروں اور مریدوں نے نہیں پڑھیں جن میں بارگاہِ رسول کی حاضری اور گفتگو کی تعلیم، قرآن حکیم نے دی ہے اور اس کے آداب

سکھائے ہیں؟ اور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آواز سے اپنی آواز اونچی کرنے پر، یہ وعید شدید سنائی ہے کہ کہیں تمہارے اعمال، رائیگاں، نہ چلے جائیں اور تمہیں اس کا احساس و شعور بھی نہ ہو؟۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ، بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔ (سورہ حجرات - آیت ۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں، نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ اور ان کے حضور، اس طرح چلا کر باتیں نہ کرو جیسے آپس میں چلا کر باتیں کرتے ہو کہ تمہارے اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔“

صحابہ کرام و تابعین کرام رَضُوا اللہَ عَلَیْہُمْ، جب اذان دیا کرتے تھے اور اذان میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اسم گرامی آتا اور جب نماز میں التَّحِيَّات پڑھتے وقت السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ پڑھتے تو کیا اس اذان و نماز میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خیال و تصور ان کے دل میں نہیں آتا تھا؟ کیا، ایک عام آدمی کو بھی، یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ: جب کسی شخص کا نام لیا جائے تو اُس کا خیال اس کے دل و دماغ میں ضرور آئے گا؟ مذکورہ توحید پرستی تو ایسی ہے کہ اگر ایسے توحید پرستوں کا بس چلے تو وہ اذان و نماز سے جناب رسالت مآب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نام بھی خارج کر دیں کہ: نماز اور اذان میں کسی غیر اللہ کا نام، کیسے لیا جاسکتا ہے؟ یہ تو گھلا ہوا شرک ہے۔ مَعَآذُ اللہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ۔

اسلام اور عقیدہ آخرت

مولانا محمد جاوید خان مصباحی

اسکالر، البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ

آخرت:

لغت میں لفظ آخرت کا معنی ہے بعد میں آنے والی چیز۔ شریعت کی اصطلاح میں آخرت سے مراد یہ ہے کہ یہ دنیا ایک دن فنا ہو جائے گی اور مرنے کے بعد ایک دن ہر جاندار کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ان کے اعمال کے مطابق ان کا فیصلہ کیا جائے گا، نیکوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت میں اور بدکاروں کو اپنے عدل سے جہنم میں داخل فرمائے گا، اس بات پر کسی شک و شبہ کے بغیر یقین رکھنے کو عقیدہ آخرت کہتے ہیں۔

آخرت اور دوبارہ زندہ ہونے کے عقیدہ کے سلسلہ میں بہت سے اختلافات ہیں: بعض لوگ اس کا سرے سے انکار کرتے ہیں جیسے دہریے، مادہ پرست اور بعض مشرکین اور دوسرے چند مذاہب بھی۔

بعض اس کے قائل ہیں، مگر اس تعلق سے تفصیل میں پریشان ہیں۔ یہودیت اور عیسائیت چوں کہ اپنی اصل میں الہامی مذہب تھے اگرچہ بعد میں ان دونوں مذاہب میں مشرکین کے عقائد بھی در آئے۔ اس لیے ان کے یہاں آخرت کا تصور ہے۔ مگر بعد میں اس مذہب کے ماننے والوں نے اپنے ایمان کے ارکان سے اس کو خارج کر دیا۔

بعض مذاہب جیسے ہندومت وغیرہ دوبارہ زندہ ہونے کے قائل ہیں مگر وہ آواگون یا تئناخ کے قائل ہیں۔

(۴) فلسفی حضرات میں سے بعض آخرت کے قائل رہے ہیں مگر صرف حشر روحانی کے قائل ہیں اور لذت و الم کو جو آخرت میں طاری ہوں گے، صرف روح پر وارد مانتے ہیں۔

(۵) موجودہ دور میں سائنس داں اس امکان کو خارج نہیں کرتے کہ یہ کائنات ختم ہو کر پھر سے نئی کائنات بن سکتی ہے۔

حق یہ ہے کہ آخرت کے عقیدہ کی تفصیل جو قرآن وحدیث میں وارد ہے وہی صحیح اور حق ہے۔ اسی لیے ایمان بالآخرت اس وقت تک مکمل نہ ہوگا جب تک اسلامی عقیدہ کو اختیار نہ کیا جائے۔ مذکورہ بالا سطروں میں بیان کردہ مذاہب ایمان بالآخرت نہیں بن سکیں گے۔

اسلام میں روح اور جسم دونوں کے حشر پر، عذاب قبر پر، انعام قبر پر، عرصہ محشر میں حضوری، حساب پر، میزان عمل پر، حوض کوثر پر، لواء الحمد پر، مقام محمود پر، جنت اور دوزخ پر، ان کے خلود اور شفاعت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان میں اکثر کتاب اللہ سے، بعض حدیث متواتر سے اور بعض احادیث مشہورہ سے ثابت ہیں۔

آخرت، توحید و رسالت کے بعد اسلام کا ایک بنیادی اور اہم عقیدہ ہے آخرت کے تعلق سے تمام انبیاء کرام اور مرسلین عظام کی تعلیمات ہمیشہ سے ایک ہی رہی ہے جس کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے اور اللہ نے ہمیں اس دنیا میں آزمائش کے لیے بھیجا ہے کہ کون ایمان لا کر اچھے اعمال کرتا ہے اور کون کفر و شرک اختیار کر کے عذاب الہی کا مستحق ہوتا۔ جس طرح اللہ نے ہمیں اس دنیا میں پیدا فرمایا اسی طرح وہ ہمیں موت کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ فرمائے گا اور ہم اس کی بارگاہ میں اپنے اعمال کے جواب دہ ہوں گے تو جو انبیاء کرام کی تعلیمات پر ایمان لایا، ان کی اطاعت و فرماں برداری کی اور دنیا میں نیک اعمال کیے وہ آخرت میں کامیاب ہوگا اور جو نافرمان ہوا، وہ ناکام و نامراد ہوگا، پس مطیع و فرماں بردار جنت اور کافر و نافرمان جہنم میں جائیں گے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ

فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (الجاثية: ۲۶)

تم فرماؤ اللہ تمہیں جلاتا ہے پھر تم کو مارے گا پھر تم سب کو اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں لیکن بہت آدمی نہیں جانتے۔ (کنز الایمان)

در اصل یہ آیت ان لوگوں کے رد میں نازل کی گئی جو آخرت اور بعث بعد موت کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری یہی دنیا کی زندگی ہے جس میں بعض مرتے اور بعض پیدا ہوتے ہیں۔ ہمیں ہلاک نہیں کرتا ہے مگر زمانہ یعنی روز و شب کا دورہ، اسی کو مؤثر اعتقاد کرتے تھے اور ملک الموت کا اور بحکم الہی روح قبض کیے جانے کا انکار کرتے تھے اور ہر ایک حادثہ کو دہر اور زمانہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

اسی طرح سے انسان کی تخلیق اور بعد موت اس کے احیاء کے بارے میں ایک دوسری جگہ قرآن کریم میں بیان کیا گیا۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى (طہ: ۵۵)

ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے (کنز الایمان)

قرآن کریم کے اندر آخرت کے تعلق سے اتنے دلائل بیان کیے گئے ہیں کہ کوئی بھی انسان جو عقل و ہوش رکھتا ہے اس کا انکار نہیں کر سکتا، ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا کرے، یہ اس کی مشیت پر موقوف ہے۔

اب ذیل میں ہم ان دلائل کا تذکرہ کریں گے جو قرآن کریم میں وقوع آخرت کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ (الاعراف: ۲۹)

جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا ویسے ہی پلٹو گے۔ (کنز الایمان)

یعنی جیسے اس نے تمہیں نیست سے ہست کیا ایسے ہی موت کے بعد بھی زندہ

فرمائے گا اسی مفہوم کو قرآن مجید کے اندر ایک دوسری جگہ یوں بیان کیا گیا۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ أَإِنْدَا مَا مِثُّ لَسَوْفَ أَخْرَجُ حَيًّا أَوْ لَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ
أَنَا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا (مریم: ۶۶، ۶۷)۔

اور آدمی کہتا ہے کیا جب میں مر جاؤں گا تو ضرور غریب چلا کر نکالا جاؤں گا،
اور کیا آدمی کو یاد نہیں کہ ہم نے اس سے پہلے اسے بنایا اور وہ کچھ نہ تھا۔ (کنز الایمان)۔
یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب اس دنیا میں انسان کا کوئی وجود نہ تھا وہ کچھ بھی نہ تھا
تو اللہ تعالیٰ نے اسے وجود بخشا، دنیا میں انسان کی موجودگی اس بات کا بین ثبوت ہے۔ پس
اللہ نے جس طرح سے انسان کو پیدا کیا ہے اسی طرح سے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ
فرمائے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تو خالق کائنات ہے اس کو کسی سے نسبت ہی کیا؟ کیا کوئی آدمی
کسی انسان کے بارے میں یہ کہہ سکتا ہے کہ جب اس نے کوئی کام ایک مرتبہ کر لیا ہے تو
دوبارہ اسے انجام نہیں دے سکتا؟ آج دنیا اتنی زیادہ ترقی کر چکی ہے کہ انسان بہت سارے
کام ٹکنالوجی کے ذریعہ کر رہا ہے، آج دنیا میں جو کمپیوٹر استعمال کیے جا رہے ہیں اس کے
بارے میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کے بنانے والے اسے دوبارہ نہیں بنا سکتے؟ نہیں، ہرگز
نہیں، اگر کوئی کہے تو یہ اس کی ناقصی اور کج فہمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جسے جس حال میں جہاں
چاہا پیدا کیا اسے کوئی روکنے والا نہیں جب چاہتا ہے موت دیتا ہے اور جب چاہے گا دوبارہ
زندہ کر کے اٹھائے گا کوئی اسے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ وَضَرَبَ
لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي
أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ (یس: ۷۹، ۷۸، ۷۷)۔

اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا جیسی وہ صریح جھگڑا
لو ہے اور ہمارے لیے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا، بولا ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو

زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں۔ تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں
بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔ (کنز الایمان)

یہ آیت کریمہ اُبی ابن خلف کے حق میں نازل ہوئی جو انکارِ بعث یعنی مرنے کے
بعد اٹھنے کے انکار میں رسول اللہ ﷺ سے بحث و تکرار کرنے آیا تھا، اس کے ہاتھ میں گلی
ہوئی ہڈی تھی اس کو توڑتا جاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ سے کہتا جاتا تھا کہ کیا آپ کا خیال ہے
کہ اس ہڈی کو گل جانے اور ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد بھی اللہ زندہ کرے گا؟ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اور تجھے بھی مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل فرمائے گا۔
پس اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس میں اس کی جہالت کو بیان کیا گیا کہ گلی ہوئی ہڈی
کا بکھرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندگی قبول کرنا اپنی نادانی سے ناممکن سمجھتا
ہے۔ کتنا احمق ہے اپنے آپ کو نہیں دیکھتا کہ ابتدا میں ایک گندہ نطفہ تھا گلی ہوئی ہڈی سے
حقیر تر، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے اس میں جان ڈالی، انسان بنایا، تو ایسا مغر و تکبر انسان
ہوا کہ اس کی قدرت ہی کا منکر ہو کر جھگڑنے آ گیا، اتنا نہیں دیکھتا کہ جو قادرِ برحق پانی کی
بوند کو قوی اور توانا انسان بنا دیتا ہے اس کی قدرت سے گلی ہوئی ہڈی کو دوبارہ زندگی بخش دینا
کیا بعید ہے اور اس کو ناممکن سمجھنا کتنی کھلی ہوئی جہالت ہے۔

ایک دوسرے مقام پر قرآن کریم میں ہے

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنًى يُمْنًى ثُمَّ
كَانَ عِلْقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ فَجَعَلَ مِنَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ أَلَيْسَ ذَلِكَ
بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ (القیامہ: ۳۶-۴۰)

کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا، کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی
کا کہ گرائی جائے۔ پھر خون کی پھٹک ہوا تو اس نے پیدا فرمایا، پھر ٹھیک بنایا، تو اس سے دو
جوڑے بنائے مرد اور عورت، کیا جس نے یہ کچھ کیا وہ مردے نہ چلا سکے گا۔ (کنز الایمان)
مذکورہ بالا آیات کے اندر انسان کو اس کی پیدائش یاد دلا کر یہ بتایا جا رہا ہے کہ جس
خالق کائنات نے تمہیں ایک خرد بینی کیڑے سے اتنا بڑا کیا، کیسے تم اس پر مثالیں چسپا کرتے

ہو؟ وہی ہے جو تمہاری ہڈیوں کو جب چاہے گا دوبارہ زندہ فرمائے گا اور میدانِ محشر میں جمع فرمائے گا۔ یہ سوچنے اور غور و فکر کرنے کی بات ہے کہ آنے والی نسلوں کے جسموں کے ذرات کہاں ہیں؟ زمین ہی میں تو ہے، تو پھر کون سی ذات ہے جو ان ذرات کو جمع کر کے ہر آن تخلیق کا کام انجام دے رہی ہے؟ دنیا میں جتنی بھی مخلوق پائی جاتی ہے ان کے بچوں کو ایک لمحے میں پیدا کرنے والی ذات کون ہے؟ تو جو مخلوق دنیا سے گذر گئی، کیا اللہ ان کے جسموں کے ذرات کو ایک ہی وقت میں جمع نہ کر سکے گا؟ وہ تو آج کے ترقی یافتہ انسان سے یہ فرما رہا ہے کہ جس finger prints کو آج کے دور جدید میں شناخت کے لیے استعمال کر رہے ہو میں ان کو بھی ویسا ہی بنا دوں گا اور ہر ایک کو مکمل شناخت کے ساتھ اٹھاؤں گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

أَيُّحَسِبُ الْإِنْسَانُ أَنَّ نَجْمَعُ عِظَامَهُ بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَنْ نُنْشِئَ بَنَانَهُ (القيامة: ۴، ۳)

کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہر گز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے، کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کی پور ٹھیک بنادیں (کنز الایمان)۔
یعنی اس کی انگلیاں جیسی تھیں بغیر فرق کے ویسی ہی کر دیں گے اور ان کی ہڈیاں ان کے موقع پر پہنچادیں، جب چھوٹی چھوٹی ہڈیاں اس طرح ترتیب دی جائیں تو بڑی کا کیا کہنا۔
اللہ تو یہ فرماتا ہے کہ تم جیسے چند ارب انسانوں کو پیدا کرنا پھر موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اس کے لیے ایسے ہی ہے جیسے کسی ایک کو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا خَلَقْنَاكُمْ وَلَا بَعَثْنَاكُمْ إِلَّا كَفَافٍ وَاحِدَةٍ (لقمان: ۲۸)

تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا۔
(کنز الایمان)۔

اللہ پر کچھ دشوار نہیں اس کی قدرت یہ ہے کہ ایک گن سے سب کو پیدا کر دے۔

اور ذیل کی آیتوں میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ تم اگر پتھر یا لوہا ہو جاؤ یا اس سے بھی سخت کوئی اور چیز بن جاؤ پھر بھی اللہ رب العزت اس پر قادر ہے کہ تمہیں اٹھائے۔

چنانچہ اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَقَالُوا إِنَّا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا أَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِصُونَ إِلَيْكَ رُؤُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَى هُوَ قُلْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا (بنی اسرائیل: ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹)

اور وہ بولے کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے کیا سچ مچ نئے بن کر اٹھیں گے، تم فرماؤ کہ پتھر یا لوہا ہو جاؤ، یا اور کوئی مخلوق جو تمہارے خیال میں بڑی ہو، تو اب کہیں گے ہمیں کون پھر پیدا کرے گا، تم فرماؤ وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، تو اب تمہاری طرف مسخرگی سے سر ہلا کر کہیں گے یہ کب ہے، تم فرماؤ شاید نزدیک ہی ہو، جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے چلے آؤ گے اور سمجھو گے کہ نہ رہے تھے مگر تھوڑا۔ (کنز الایمان)

آخرت کا انکار کرنے والوں نے بہت تعجب کے ساتھ یہ بات کہی تھی اور مر کر خاک مل جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو بعید سمجھ لیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں ان کا رد فرمایا۔ اس تعلق سے ایک اور آیت کریمہ ذکر کی جا رہی ہے جس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ جس خدا کو تمہارا پہلی بار پیدا کرنا عاجز نہ کر سکا تو دوسری دفعہ کیوں کر پیدا نہ کر سکے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَفَعَبَيْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ (ق: ۱۵)

تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے، بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں۔ (کنز الایمان)
قرآن مجید ہماری سمجھ کے لیے اس سلسلے میں ایک اور دلیل یہ بیان کرتا ہے کہ

دوسری دفعہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ کرنے کے بنسبت زیادہ آسان ہے، یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جب کوئی کام پہلی بار کیا جائے تو مشکل ہوتا ہے لیکن ایک بار جب کوئی کام سیکھ لیا جائے یا اسے کر لیا جائے تو وہ کام دوسری یا تیسری بار کرنا زیادہ آسان ہے بنسبت پہلی بار کے۔ اسی بات کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ إِنَّ ذَلِك عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (العنکبوت: ۱۹)۔

اور کیا انہوں نے نہ دیکھا اللہ کیوں کر خلق کی ابتدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا بیشک یہ اللہ کو آسان ہے۔ (کنز الایمان)

اور یہ یعنی پہلی بار پیدا کرنا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اللہ کے لیے آسان ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ (الروم: ۲۷)

اور وہی ہے کہ اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور یہ تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہیے۔ (کنز الایمان)

قرآن کریم نے اس تعلق سے ایک اور دلیل بیان کی ہے جس میں ان لوگوں کو خطاب کیا گیا بطور عتاب جو بعث بعد الموت کے منکر تھے اور ان سے کہا گیا کہ تمہاری پیدائش زیادہ مشکل ہے یا زمین و آسمان اور ان تمام چیزوں کی جو اللہ نے پیدا کر رکھی ہے۔

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

أَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ السَّمَاءُ بَنَاهَا رَفَعَ سَمَكَهَا فَسَوَّاهَا وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضَحَاهَا (النازعات: ۲۹، ۲۸، ۲۷)

کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بنانا مشکل یا آسمان کا، اللہ نے اسے بنایا، اس کی چھت اونچی کی پھر اسے ٹھیک کیا اور اس کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی چمکائی۔

(کنز الایمان)

یقیناً آسمان اور اس میں جو کچھ ہے ان سب کا بنانا، زمین اور اس میں جو کچھ ان

سب کا بنانا زیادہ مشکل ہے بنسبت انسان کے مرنے کے بعد دوبارہ اسے بنانے کے، کیوں کہ اللہ نے آسمان کو بنایا پھر بغیر ستون کے اس کی چھت اونچی رکھی اس طرح کے کہیں کوئی خلل نہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنْ خَلَقْنَا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ

(صافات: ۱۱)

تو ان سے پوچھو کیا ان کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری اور مخلوق، آسمانوں اور فرشتوں وغیرہ کی، بے شک ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے بنایا۔ (کنز الایمان)

جس قادر برحق کو آسمان و زمین جیسی عظیم مخلوق کا پیدا کرنا کچھ مشکل اور دشوار نہیں تو انسان کا پیدا کرنا اس پر کیا مشکل ہو سکتا ہے۔ یہ ان کے ضعف کی ایک اور شہادت ہے کہ ان کی پیدائش کا اصل مادہ مٹی ہے جو کوئی شدت و قوت نہیں رکھتی اور اس میں ان پر ایک اور برہان قائم فرمائی گئی ہے کہ چپکتی مٹی ان کا مادہ پیدائش ہے تو اب پھر جسم کے گل جانے اور غایت یہ ہے کہ مٹی ہو جانے کے بعد اس مٹی سے پھر دوبارہ پیدائش کو وہ کیوں ناممکن جانتے ہیں۔ مادہ موجود اور صانع موجود پھر دوبارہ پیدائش کیسے محال ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد خود قرآن مجید میں اس کا جواب دیا گیا کہ آسمان و زمین کی تخلیق انسان کی پیدائش سے کہیں زیادہ بڑا کام ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

لَخَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (المومن: ۵۷)

بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ (کنز الایمان: سورۃ مومن آیت)

یہ آیت منکرین بعث کے رد میں نازل ہوئی، ان پر حجت قائم کی گئی کہ جب تم آسمان و زمین کی پیدائش پر باوجود ان کی اس عظمت و بڑائی کے اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے ہو تو

پھر انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا اس کی قدرت سے کیوں بعید سمجھتے ہو۔ بہت لوگوں سے مراد یہاں کفار ہیں اور ان کے انکار بعث کا سبب ان کی بے علمی ہے کہ وہ آسمان و زمین کی پیدائش پر قادر ہونے سے بعث پر استدلال نہیں کرتے تو مثل اندھے کے ہیں اور جو مخلوقات کے وجود سے خالق کی قدرت پر استدلال کرتے ہیں وہ مثل بینا کے ہیں۔

ایمان بالآخرۃ اور اس کے اجزاء

بعث بعد الموت:

مرنے کے بعد انسان کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے پھر وقت آنے پر تمام انسانوں کو ان کی قبروں سے نئی زندگی کے ساتھ اٹھایا جائے گا، ان کی حواس، فہم و فراست اور بصیرت سب کچھ ٹھیک ہوگی ان کا جسم پہلے کی طرح صحیح و سالم ہوگا، الغرض ایک بار پھر زندگی کے تقاضوں کو پورا کیا جائے گا اور اس حالت میں ہر شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔

بعث بعد الموت اور قرآنی استدلال:

ایمان بالآخرۃ کا پہلا جز بعث بعد الموت ہے بطور آخرت کے اسی اہم جز کا قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا (المجادلہ: ۶)

جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے کو تک جتادے گا۔ (کنز الایمان)

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے۔

إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتَى الرَّحْمَنِ عَبْدًا (مریم: ۹۳)

آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں

گے۔ (کنز الایمان)

شعور عینیت:

قیامت کے دن اٹھنے کے بعد ہر شخص کو اس بات کا پورا شعور و احساس ہوگا کہ وہ

وہی شخص ہے جو دنیا میں فلاں اچھائی یا برائی کرتا تھا اس طرح سے اس کو اپنی گذشتہ اور موجودہ شخصیت کے ایک ہونے کا پوری طرح احساس ہوگا۔

شعور عینیت اور قرآنی استدلال:

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی اور اپنے نفس کی پوری پوری پہچان ہوگی، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ثُمَّ يَنْبِئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (المجادلہ: ۷)

پھر قیامت کے دن انہیں بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا۔ (کنز الایمان)

یعنی اللہ عز و جل قیامت کے دن تمام اولین و آخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا پھر انہیں ان اعمال کے بارے میں بتادے گا جو دنیا میں کیا، کیوں کہ صرف زندہ کرنا بالذات کوئی مقصد نہیں بلکہ انہیں بتایا جائے گا کہ انہوں نے دنیا میں کیا کیا؟ کیا کمایا اور کیا خرچ کیا؟ اس طرح سے ہر شخص کو یہ بھی بتادیا جائے گا کہ اس نے فلاں نیکی کی ہے تو اس کا یہ اچھا بدلہ ہے اور برائی کی ہے تو اس کی یہ سزا ہے۔ اور انسان کی کے دلوں میں ان کی سابقہ زندگی میں ہونے والے تمام اعمال کا احساس پیدا کر دیا جائے گا اور یہ تمام چیزیں اس لیے ہوگی کہ ہر انسان اس وقت خود کو پہچان رہا ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

هَذَا لَكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ (یونس: ۳۰)

یہاں ہر جان جانچ لے گی جو آگے بھیجا ہے۔ (کنز الایمان)

یعنی اس موقف میں سب کو معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں رہ کر جو اعمال کیے تھے وہ کیسے تھے اچھے یا برے، مفید یا مضر، اس دن لوگوں کی عینیت کے شعور کا عالم یہ ہوگا کہ ان کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (نور: ۲۴)

جس دن ان پر گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ کرتے تھے۔ (کنز الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین یہ دیکھیں گے کہ صرف اہل صلاۃ جنت میں جا رہے ہیں تو آپس میں کہیں گے کہ آؤ ہم ان باتوں کا انکار کر دیتے ہیں جو ہم نے دنیا میں کیے، پس وہ انکار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا دے گا اور ان کے ہاتھ، پاؤں گواہی دیں گے وہ اللہ کے حضور کسی بات کو نہ چھپا سکیں گے۔

جواب دہی، جزا و سزا کا تصور اور قرآنی استدلال:

جب انسان کے اندر اپنی شخصیت اور عینیت کا مکمل طور سے احساس پیدا ہو چکا ہوگا اور گزشتہ زندگی کے تمام کمالات سامنے موجود ہوں گے تو اس احساس و شعور کے ساتھ اس کو بارگاہ خداوندی میں لایا جائے گا پھر اس کو گناہوں کی سزا اور نیکیوں کی جزا دی جائے گی اس تصور کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِنَّمَا تَوْفِقُونَ أَجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ۱۸۵)

اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے (کنز الایمان)

ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ. (آل عمران: ۱۶۱)

پھر ہر جان کو ان کی کمائی بھر پور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ (کنز الایمان)

یعنی تمہارے وہ اعمال جو دنیا میں رہ کر کیے (عمل خیر یا شر) ان سب کا بدلہ

قیامت میں پورا پورا دیا جائے گا اس میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔

اس بات کی مزید وضاحت اس طرح بیان کی گئی کہ قیامت کے دن عدل کا

ترازو رکھا جائے گا اور کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اگر اس کے اعمال میں سے کوئی چیز رائی

کے دانہ کے برابر بھی ہوگی تو اسے پیش کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ (الانبیاء: ۴۷)۔

اور ہم عدل کے ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے بھی لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو۔ (کنز الایمان)

آخر میں جزا کی صورت یہ یوں دکھائی جائے گی کہ جو لوگ متقی اور پرہیزگار ہوں گے ان کے لیے جنت اور جو لوگ گمراہ ہوں گے ان کے لیے دوزخ قریب کر دی جائے گی تاکہ وہ دیکھیں۔

قرآن کریم نے اسے اس طرح سے بیان کیا ہے۔

وَأَرْزَلْنَا الْجَنَّةَ لِّلْمُتَّقِينَ وَبُرَزَاتِ الْجَحِيمِ لِلْغَاوِينَ (الشعراء: ۹۱، ۹۰)

اور قریب لائی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے لیے اور ظاہر کی جائے گی دوزخ

گمراہوں کے لیے۔ (کنز الایمان)

قیامت کے دن صور کا پھونکا جانا:

قیامت کے دن ہونے والی ہولناکی اور بڑی بڑی نشانیوں میں سے آخری مرحلے

کی جو سب سے بڑی نشانی ہے وقوع قیامت کی اس کے تعلق سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ

شَاءَ اللَّهُ (سورۃ زمر، آیت ۶۸)

اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمان میں ہیں اور جتنے

زمین میں مگر جسے اللہ چاہے۔ (کنز الایمان)

یہ پہلے فقہ کا بیان ہے اس فقرے سے جو بے ہوشی طاری ہوگی اس کا یہ اثر ہوگا کہ

ملائکہ اور زمین والوں میں سے اس وقت جو لوگ زندہ ہوں گے جن پر موت نہ آئی ہوگی وہ

اس سے مرجائیں گے۔ اور جن پر موت وارد ہو چکی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حیات عطا کی وہ

اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسے کہ انبیاء و شہداء ان پر اس نفع سے بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوگی اور جو لوگ قبروں میں مرے پڑے ہیں انہیں اس نفع کا شعور بھی نہ ہوگا۔ (تفسیر جمل) لیکن آیت کریمہ میں استثناء بھی ہے تو اس استثناء میں کون کون داخل ہیں اس میں مفسرین کرام کے کئی اقوال ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نفع صق سے تمام آسمان اور زمین والے مر جائیں گے سوائے جبریل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت کے پھر اللہ تعالیٰ دونوں نفع کے درمیان جو چالیس برس کی مدت ہے ان میں ان فرشتوں کو بھی موت دے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ شہداء ہیں جن کے لیے قرآن مجید میں بل احیاء آیا ہے حدیث رسول ﷺ میں بھی ہے کہ وہ شہداء ہیں جو تلوار اٹھائے گردِ عرش حاضر ہوں گے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مستثنیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں چوں کہ آپ طور پر بے ہوش ہو چکے ہیں اس لیے اس نفع سے آپ بے ہوش نہ ہوں گے بلکہ آپ متیقظ اور ہوشیار ہوں گے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ جنت کی حوریں اور عرش و کرسی کے رہنے والے ہیں۔ ضحاک کا قول ہے کہ مستثنیٰ رضوان، حوریں اور وہ فرشتے ہیں جو جہنم پر مامور ہیں وہ، اور جہنم کے سانپ بچھو ہیں۔ (تفسیر کبیر و جمل) خزائن العرفان: (زمر ۶۸)

پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام کو صورت پھونکنے کا حکم فرمائے گا اور یہ دوسری بار صورت پھونکنا ہوگا اس سے مردے زندہ کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ثُمَّ نَفْخُ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ (الزمر: ۶۸)

پھر دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔ (کنز الایمان) اس صورت کے بعد لوگ زندہ ہو کر اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیرت میں آ کر مہبوت کی طرح ہر طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھیں گے کہ اب انہیں کیا معاملہ پیش آئے گا۔ اور مومنین کی قبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سواریاں حاضر کی جائیں گی جیسا کہ اللہ

نے وعدہ فرمایا ہے۔ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا (خزائن العرفان: زمر ۶۸)۔

اس سلسلے میں ایک حدیث رسول ﷺ وارد ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول

ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیسے سکون پاؤں جبکہ صاحب صورت یعنی حضرت جبریل علیہ السلام نے صورت کو اپنے منہ میں پکڑ رکھا اور پیشانی کو جھکائے ہوئے ہیں اور کان حکم الہی پر متوجہ کر رکھا ہے کہ کب انہیں صورت پھونکنے کا حکم ملے اور وہ صورت پھونکیں۔ (مشکاۃ المصابیح: کتاب احوال القیامت، باب نفخ الصور)۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن چاند و سورج پلٹ دیے جائیں گے۔ (ایضا)

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

جب سے حضرت جبریل علیہ السلام پیدا کیے گئے ہیں اس وقت سے صور ان کے منہ میں ہے اور وہ ایک قدم آگے، ایک قدم پیچھے حکم الہی کے منتظر ہیں، تو تم ہوشیار ہو جاؤ اور صورت پھونکنے جانے کے وقت سے ڈرو، اس وقت لوگوں کی ذلت و رسوائی کا تصور کرو جب کہ دوسری مرتبہ صورت پھونک کر انہیں کھڑا کیا جائے گا اور وہ اپنے متعلق فیصلہ سننے کے منتظر ہوں گے۔

اے انسان! تو بھی ان ذلت و پریشانی میں برابر کا شریک ہوگا اگر تو دنیا میں آسودہ حال اور دولت مند ہے تو جان لے اس دن دنیا کے تمام بادشاہ و سلاطین مخلوق سے زیادہ ذلیل و حقیر ہوں گے، اس وقت جنگلوں اور پہاڑوں کے درندے قیامت کی ہولناکی سے اپنے سر جھکائے اور ڈرے ہوں گے یہ سارے درندے اپنی درندگی اور وحشت کو بھول جائیں گے اور انسانوں کے ساتھ گھل مل جائیں گے انہیں لوگوں سے کوئی خوف اور وحشت

بھی محسوس نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذَا أَلُوْهُ خُوشٌ حُشِرَتْ (التکویر: ۵)

اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں۔ (کنز الایمان)

تمام جانور قیامت کے دن بعدِ بعث جمع کیے جائیں گے تاکہ ایک دوسرے سے بدلہ لیں، پھر خاک کر دیے جائیں گے، اس کے بعد شیطان اور سخت نافرمان انسان اپنی نافرمانی کی وجہ سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ اللہ کے اس فرمان کی تائید میں حاضر ہوں گے۔

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِيْنَ ثُمَّ لَنَحْضُرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا

(مریم: ۶۸)۔

تو تمہارے رب کی قسم ہم انہیں اور شیطانوں سب کو گھیر لائیں گے اور انہیں دوزخ کے آس پاس حاضر کریں گے گھٹنوں کے بل گرے۔ (کنز الایمان)

یعنی کفار و مشرکین کو (جو بعث بعد الموت کے منکر ہیں) ان کے گمراہ کرنے والے شیاطین کے ساتھ گھیر لائیں گے اس طرح کے ہر کافر، شیطان کے ساتھ ایک زنجیر میں جکڑا ہوگا۔ (خزائن العرفان)

قیامت کی ہولناکی اور اس کا منظر:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام لوگ ایک چٹیل میدان میں جمع کیے جائیں گے۔

حدیث پاک میں ہے۔

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن لوگ ایک صاف و شفاف ٹکیہ کے مانند چٹیل میدان میں جمع کیے جائیں گے جس میں کسی طرح کا کوئی نشان تک نہ ہوگا۔ (مشکاۃ المصابیح: کتاب احوال

القیامۃ، باب نفع الصور)

یہ میدان ہر قسم کے درختوں، اونچے اونچے ٹیلوں اور عمارتوں سے پاک ہوگا اور یہ زمین کی طرح نہیں بلکہ یہ صرف برائے نام زمین ہوگی۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ

الْقَهَّارِ (ابراہیم: ۴۸)

جس دن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے۔ (کنز الایمان)

زمین اور آسمان کی تبدیلی میں مفسرین کرام کے دو قول ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ ان کے اوصاف بدل دیے جائیں گے مثلاً زمین ایک سطح ہو جائے گی نہ اس پر پہاڑ باقی رہیں گے، نہ بلند ٹیلے، نہ گہرے غار، نہ درخت، نہ عمارت نہ کسی بستی اور اقلیم کا نشان اور آسمان پر کوئی ستارہ نہ رہے گا اور آفتاب و ماہتاب کی روشنی معدوم ہوگی، یہ تبدیلی اوصاف کی ہے ذات کی نہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آسمان و زمین کی ذات ہی بدل دی جائے گی اس زمین کی جگہ ایک دوسری چاندی کی زمین ہوگی سفید اور صاف، جس پر نہ کبھی خون بہایا گیا ہو نہ گناہ کیا گیا ہو اور آسمان سونے کا ہوگا۔

یہ دونوں قول اگرچہ بظاہر باہم مخالف معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں سے ہر ایک صحیح ہے اور وجہ جمع یہ ہے کہ اول تبدیلی صفات ہوگی اور بعد حساب تبدیلی ثانی ہوگی، اس میں زمین و آسمان کی ذات ہی بدل جائیں گی۔ (خزائن العرفان) اور قیامت کی ہولناکی اس قدر سخت ہوگی کہ انسان اس کی تاب نہ لا سکے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَرَوْنَهَا

تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ (الحج: ۲، ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے، جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور ہر گاہ بھنی اپنا گاہ بھ ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں اور وہ نشہ میں نہ ہوں گے مگر یہ کہ اللہ کی مار کڑی ہے (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ میں لوگوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرے اور اس کی اطاعت میں مشغول رہے قیامت کا زلزلہ جو علامات قیامت میں سے ہے اور قرب قیامت آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کے نزدیک ہوگا، اور عورتوں کا تویہ حال ہوگا کہ جو حمل سے ہوگی اس کا حمل ہولناکی سے ساقط ہو جائے گا اور عذاب الہی کے خوف سے لوگوں کے ہوش اڑ جائیں گے اور اس کا منظر اس طرح ہوگا کہ لوگ اپنا سب کچھ بھول جھائیں گے کوئی کسی کا حال پوچھنے والا نہ ہوگا دن اس قدر تابناک ہوگا کہ آنکھیں چوندھیا جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفْرُ (القیامۃ: ۱۰، ۹، ۸، ۷)۔

پھر جس دن آنکھ چوندھیا جائے گی، اور چاند گھبے گا، اور سورج و چاند ملا دیے جائیں گے، اس دن آدمی کہے گا کدھر بھاگ کر جاؤں۔ (کنز الایمان)

یعنی جب لوگ سورج کی طرف دیکھیں گے تو ان کی آنکھیں مارے حیرت کے چوندھیا جائے گی، چاند تاریک ہو جائے گا اور روشنی زائل ہو جائے گی اس کے بعد چاند و سورج دونوں ملا دیے جائیں گے اور یہ ملا دینا یا تو طلوع میں ہوگا کہ دونوں مغرب سے طلوع کریں گے یا بے نور ہونے میں ان حالتوں میں انسان یہ کہے گا کہ کدھر بھاگ کر جاؤں کہ اس ہولناکی اور دہشت سے چھٹکارہ ملے لیکن وہاں کوئی جائے فرار نہیں۔ قیامت

کی ہولناکی اور اس کا منظر اس طرح خوف پیدا کر دینے والا ہوگا کہ کوئی کسی کی جانب نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا ہر کوئی اپنی ہی دھن اور فکر میں ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

قیامت کے دن لوگ ننگے بدن، ننگے پیر اور غیر مختون جمع کیے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! تب تو مرد و عورت ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ فرمایا:

اے عائشہ! معاملہ اتنا سخت ہے ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں گے ہی نہیں۔ (مشکاۃ المصابیح: کتاب احوال القیامۃ، باب الحشر)

عرصہ محشر کی کیفیت:

عرصہ محشر میں زمین و آسمان کی تمام مخلوق فرشتے، جن، انسان، شیطان، جانور، درندے سب جمع ہوں گے پھر سورج طلوع ہوگا اس کی گرمی پہلے سے کہیں زیادہ تیز ہوگی اور وہ لوگوں کے سروں پر ایک کمان کے فاصلہ کے برابر آجائے گا اس وقت عرش الہی کے سایہ کے سوا کہیں کوئی سایہ نہ ہوگا اور اس سایہ میں صرف نیک لوگ ہوں گے۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ سات لوگوں کو اس دن اپنے سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا، عادل امام، وہ شخص جس نے جوانی کو اپنے رب کی عبادت میں گزارا، وہ آدمی جس کا دل ہمیشہ مسجد میں لگا رہا، ایسے دو لوگ جنہوں نے اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کی اور اللہ کے لیے جمع ہوئے اور اسی کے لیے جدا ہوئے، ایسا آدمی جس کو خوبصورت اور جاہ و مرتبہ والی عورت نے بلایا تو اس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ

شخص جس نے چھپا کر صدقہ کیا حتیٰ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو جو دایاں ہاتھ خرچ کرے اور وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ (مسلم: باب فضل اخفاء الصدقہ)

اس دن سورج کی تمازت سے ہر جاندار سخت مصیبت و پریشانی میں ہوگا لوگ ایک دوسرے کو ہٹائیں گے تاکہ بھیڑ کم ہو، تمام انسان بارگاہ خداوندی میں حاضری کے خیال سے انتہائی شرمندگی اور ذلت و رسوائی کا سامنا کریں گے اس وقت دھوپ اور سانسوں کی گرمی، دلوں میں پشیمانی کی آگ اور زبردست خوف و ہراس ان پر طاری ہوگا، ہر بال سے پسینہ بہنا شروع ہوگا حتیٰ کہ میدان قیامت پانی کی طرح بھر جائے گا اور ان کے جسم بقدر گناہ پسینے میں ڈوبے ہوں گے، بعض گھٹنوں تک، بعض کمر تک اور بعض سر پاپسینے میں غرق ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت میں لوگوں کا پسینہ ستر ہاتھ اونچا ہو جائے گا اور ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (مشکاۃ المصابیح: کتاب احوال القیامۃ، باب نفع الحشر)

حضرت مقداد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

قیامت کے دن سورج لوگوں کے انتہائی قریب ہوگا اور شدید پسینہ آنے کی وجہ سے لوگوں کے جسم بقدر گناہ پسینے میں ڈوبے ہوں گے، بعض ٹخنوں تک، بعض آدھی پنڈلیوں تک، بعض گھٹنوں تک، بعض رانوں تک بعض کمر تک اور بعض منہ تک اور آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ انہیں پسینہ کی لگام لگی ہوگی۔ (ایضاً)

بلاشبہ قیامت کی گھڑی ایسی ہوگی کہ جہاں نہ باپ کام آئے گا نہ بیٹا، نہ ماں کام آئے گی نہ بیوی اور نہ بھائی کام آئے گا نہ بہن۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاعَةُ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ

وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ (عبس: ۳۳-۳۶)

پھر جب آئے گی وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ، اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ، اور جو رواد اور بیٹوں سے۔ (کنز الایمان)

عقیدہ آخرت اسلام کا وہ بنیادی عقیدہ ہے جس پر ایمان لانے کے بعد انسان دنیا و آخرت دونوں جہاں میں اللہ رب العزت کی رضا کے مطابق زندگی بسر کر سکتا ہے اور ایک ایسا کردار ادا کر سکتا ہے جس سے اسے اللہ کا قرب حاصل ہو۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس عقیدہ کی بنیاد پر اپنے تمام افعال کو اس طور پر انجام دے کہ کل بروز قیامت وعدہ الہی کے مستحق ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک نیکوکار ضرور چین (جنت) میں ہیں اور بیشک بدکار (کافر) ضرور دوزخ میں ہیں۔

اسلام اور انسانی حقوق

مولانا عبدالباری مصباحی

اسکالر، البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ

پروردگار عالم نے اس جہان فانی کو اس لیے پیدا کیا، تاکہ مخلوق اس کو رب جانے اور مانے اور اسے رب واحد اور الہ واحد سمجھ کر اسی کی عبادت کرے۔ اس دنیا میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام تشریف لائے اور توحید و رسالت، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا درس دیا۔ رفتہ رفتہ دنیا آگے بڑھتی رہی اور مختلف ادوار میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے اور ساری دنیا کو ایک خالق عالم کی عبادت کی جانب بلایا اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تاکید کی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی، آپ نے بھی وہی پیغام ابدی، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا درس دیا۔ مگر آپ کے آسمان پر اٹھالیے جانے کے چند سالوں بعد لوگوں نے آپ کی تعلیمات کو بھلا دیا اور ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی، انجیل مقدس میں بہت کچھ رد و بدل کر ڈالا اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی پامالی کرنے لگے۔ اس وقت دنیا میں دو بڑی حکومتیں تھیں: پہلی روم کی بازنطینی سلطنت اور دوسری فارس کی حکومت، جن کی فتح و شکست کا اثر ساری دنیا پر پڑتا تھا اور جن کی تہذیب و ثقافت کا بول بالا دنیا کے اکثر حصے پر تھا۔ فارس کی حکومت آتش پرستوں کی نمائندگی کر رہی تھی اور روم کی حکومت پر نصرانی قابض تھے۔ اس لیے فارس میں آتش پرستوں کے علاوہ کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی اور روم میں نصرانیت کے علاوہ دیگر مذاہب پر مظالم ڈھائے جاتے تھے۔

حکمران طبقہ ہی سب کچھ تھا۔ حکمران طبقے ہی کو ”انسانیت اور انسانی سلوک“ کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔ دیگر لوگوں کی زندگی دشوار تھی۔ اس زمانے میں تیسری حکومت ہندستان

کی تھی، جہاں نچلے طبقوں میں ”شور“ نامی ایسا طبقہ تھا، جس کو دیکھ لینا بھی باعث مصیبت سمجھا جاتا تھا۔ دنیا کے اس بگڑے ہوئے ماحول میں ضرورت تھی ایسی ذات کی، جو انسانوں کی صلاح و فلاح کے لیے انسانی دماغ میں بنیادی تبدیلی پیدا کر دے اور انسانوں کے منجمد سمندر میں خیر و سعادت کی جنبش اور تہوج و تلاطم برپا کر دے۔

اس لیے پروردگار عالم نے اپنے حبیب پیغمبر اسلام ﷺ کو اس دنیا میں بھیجا، تاکہ یہ رسول عالم انسانیت کو نجات کا راستہ دکھائے، ہر فرد بشر کو اس کا صحیح مقام و مرتبہ عطا کرے اور پیغام ابدی کی دعوت کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بھی نافذ کرے۔ لہذا اسلام نے انسانوں کو جینے کا نہ صرف حق دیا، بلکہ جینے کا سلیقہ بھی بتایا، صنف نازک کی حفاظت بھی کی اور مختلف صورتوں میں ان کا رتبہ بھی واضح کیا، بچوں کے حقوق کی نہ صرف تعلیم دی، بلکہ اس پر جنت کی بشارت بھی دی اور علوم و معرفت کے دریا بہا دیے، جس سے ساری دنیا آج بھی فیض اٹھا رہی ہے۔ غرض کہ اسلام نے انسانی زندگی کے تمام گوشوں کے لیے رہنما خطوط وضع کیے، جن سے ساری دنیا میں انقلاب آ گیا اور صحابہ کرام نے عملی نمونے پیش کر کے اسی کے مطابق آنے والی نسل کو اپنی زندگی گزارنے کی دعوت دی۔

وقت گزرتا رہا اور لوگوں نے انھیں راہنما خطوط کو انسانی حقوق کا پہلا جامع منشور قرار دیا، جسے آج کی دنیا ”Human Right“ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

اس مختصر مقالے میں اسلام کے پیش کردہ حقائق و احکام کی روشنی میں ”انسانی حقوق“ پر بحث کی جائے گی، جس کا مختصر خاکہ حسب ذیل ہے:

- (۱) انسانی حقوق کی تعریف اور جدید سیاسی نظریے کے اعتبار سے حقوق کی درجہ بندی کا بیان۔
- (۲) اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق ان کا اجمالی بیان۔
- (۳) دنیا کا اولین نوشتہ دستور برائے انسانی حقوق یعنی ”میثاق مدینہ“۔
- (۴) خطبہ حجۃ الوداع کا بیان، جو انسانی حقوق کا جامع مرقع ہے۔
- (۵) پانچ بنیادی حقوق، جن میں حفاظت دین، حفاظت جان، حفاظت عقل، حفاظت

نسب اور حفاظت مال شامل ہیں۔

(۶) انفرادی حقوق۔

(۷) اجتماعی حقوق۔

(۸) اسلام اور دیگر نظریات کا تقابلی جائزہ۔

(۹) اختتامیہ۔

انسانی حقوق کی تعریف و درجہ بندی:

وہ حقوق و اختیارات، جو ہر شخص کو عطا کیے گئے ہیں، انھیں ”انسانی حقوق“ (Human Rights) کہا جاتا ہے۔

اس کی اور بھی تعریفیں کی گئی ہیں، مگر قدرے اختلاف کے باوجود سب کا نتیجہ تقریباً ایک ہی ہے۔ انسانی حقوق (Human Right) کی زمرہ بندی مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ عالمی طور پر سب سے زیادہ رائج اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کی زمرہ بندی ہے۔

اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق، انسانی حقوق کے پانچ زمرے یاد رہے ہیں:

(۱) شہری حقوق (۲) سیاسی حقوق (۳) معاشی حقوق (۴) معاشرتی حقوق (۵) اور تہذیبی و ثقافتی حقوق۔

اقوام متحدہ کا منشور:

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے منشور (Universal Declaration of Human Rights) میں کل ۳۰ آرٹیکلز/دفعات ہیں۔ ان دفعات کا اجمالی خاکہ مندرجہ ذیل ہے:

شہری حقوق:

سب کو زندہ رہنے کا حق، آزادی کا حق اور حفاظت کا حق حاصل ہے۔ (دفعہ ۳) کسی کو بھی غلام نہیں بنایا جائے گا۔ (دفعہ ۴) کسی کے ساتھ بھی اذیت، غیر انسانی یا ہتک آمیز

برتاؤ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ایسی کوئی سزا دی جائے گی۔ (دفعہ ۵) سب کو بحیثیت انسان خاص شناخت حاصل ہے۔ (دفعہ ۶)۔

سیاسی حقوق:

بلا تفریق سبھی قانون کی نظر میں برابر ہیں اور سبھی کو قانونی تحفظ حاصل ہے۔ (دفعہ ۷) بنیادی حقوق کی چارہ جوئی پر سبھی کو قانونی چارہ جوئی کا حق حاصل ہے۔ (دفعہ ۸) کسی کو بھی بلا وجہ نہ حراست میں لیا جائے گا اور نہ جلا وطن کیا جائے گا۔ (دفعہ ۹) کسی الزام پر خصوصی عدالت میں سبھی مکمل طور پر برابر ہیں۔ (دفعہ ۱۰) جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے، ہر شخص بے گناہ ہے، ناکردہ گناہ پر کوئی بھی مجرم نہیں سمجھا جائے گا۔ (دفعہ ۱۱) کسی کی رازداری، خاندان، گھر، خط و کتابت اور عزت و شہرت میں مداخلت نہیں کی جائے گی، ورنہ اسے قانونی چارہ جوئی کا حق حاصل ہے۔ (دفعہ ۱۲) ملکی قوانین کے مطابق سبھی کو ہر جگہ جانے، رہنے اور اپنے وطن واپس آنے کی آزادی حاصل ہے۔ (دفعہ ۱۳) ہر شخص، کسی خاص مجبوری کی وجہ سے، کسی بھی ملک کو اپنی پناہ گاہ بنا سکتا ہے۔ (دفعہ ۱۴) سب کو اپنے ملک کی قومیت (Nationality) کا حق حاصل ہے۔ (دفعہ ۱۵) ہر مرد و عورت کو شادی کرنے اور خاندان بسانے کا حق حاصل ہے۔ (دفعہ ۱۶)

معاشی حقوق:

کسی خاص ملکی و قومی مصلحت کے بغیر ہر شخص کو اثاثہ رکھنے کا حق حاصل ہے، کسی خاص شخص کا ذاتی اثاثہ بلا وجہ ضبط نہیں کیا جائے گا۔ (دفعہ ۱۷)۔

معاشرتی حقوق:

سبھی کو آزادی افکار و مذہب کا حق حاصل ہے، جس کے تحت وہ اپنا مذہب تبدیل کر سکتا ہے اور اپنے مذہب پر عمل کر سکتا ہے۔ (دفعہ ۱۸) سبھی کو اظہار رائے کی آزادی حاصل ہے۔ (دفعہ ۱۹) سبھی کو پرامن طور پر مجمع اکٹھا کرنے اور تنظیم وغیرہ قائم کرنے کا حق حاصل ہے۔ (دفعہ ۲۰) سبھی کو بالواسطہ یا بلا واسطہ اپنے ملک کی حکومت میں شامل ہونے کا

حق حاصل ہے۔ (دفعہ ۲۱) فرد معاشرہ کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ اور پہچان حاصل ہے۔ (دفعہ ۲۲) سبھی کو مرضی کے مطابق کام کرنے کا حق حاصل ہے، سبھی کو برابر کی تنخواہ ملنی چاہیے اور سبھی کو تجارتی یونین بنانے کا حق حاصل ہے۔ (دفعہ ۲۳) سبھی کام کرنے والوں کو چھٹی اور آرام کا وقفہ ملنا چاہیے۔ (دفعہ ۲۴) روٹی، کپڑا، مکان اور بہتر علاج کا حق سبھی کو حاصل ہے۔ بے روزگاری، بیماری، اپاہج ہونا، بیوہ ہونا وغیرہ جیسے حالات میں سبھی کو تحفظ کا حق حاصل ہے۔ (دفعہ ۲۵) سبھی کو تعلیم کا حق حاصل ہے۔ (دفعہ ۲۶)

تہذیبی و ثقافتی حقوق:

ہر شخص کو ثقافتی پروگراموں میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے اور ہر شخص کو علمی اور ادبی کارنامے کی بنا پر ملنے والے فائدے کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔ (دفعہ ۲۷)۔ اقوام متحدہ کے اس منشور میں ”حقوق“ کو اتنی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، مگر ”فرائض“ یعنی ”Duties“ کے لیے صرف ایک دفعہ ہے اور وہ یہ ہے: ”قوم میں ہر شخص کے کچھ فرائض بھی ہیں، جن سے اس کی ترقی ممکن ہوتی ہے۔“ (دفعہ ۲۹)۔

مندرجہ بالا دفعات اقوام متحدہ کو مکمل طور پر اسلامی دستور و قانون کے مطابق قرار دے کر کے اس کی ہر دفعہ کو بعینہ قبول نہیں کیا جاسکتا، مگر بیشتر دفعات کے اندر اسلامی منشور ہدایت و پیغام انسانیت کا عکس صاف طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

میثاق مدینہ:

جب ہجرت کر کے پیغمبر اسلام ﷺ مدینہ تشریف لے گئے، تو چوں کہ یہاں مختلف مذاہب کے لوگ پہلے ہی سے موجود تھے، اس لیے آپ نے ان سب کے ساتھ ایک معاہدہ کیا، جسے ”میثاق مدینہ“ (The Charter of Medina) کہا جاتا ہے۔ یہ پہلا بین الاقوامی معاہدہ ہے، جسے باقاعدہ تحریر میں لایا گیا۔

بعض لوگ ”میثاق کارٹا“ (Magna Carta) کو پہلا بین الاقوامی معاہدہ قرار

دیتے ہیں، حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ ”میثاق مدینہ“ ۶۲۲ء میں منظر عام پر آیا اور ”میثاق کارٹا“ اس کے ۶۰۰ سال بعد، ۱۲۱۵ء میں انگلستان کے شاہ جان اول (King John) کے زمانے میں وجود میں آیا۔

میثاق مدینہ میں کل ۵۳ دفعات شامل ہیں۔ اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے یہود سے اپنی سیادت تسلیم کرائی، جو صدیوں سے مدینے کی سیادت کرتے چلے آ رہے تھے۔ اس وقت مدینے میں یہود کے تین قبیلے تھے: بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قریظہ۔

میثاق مدینہ کا اصل متن یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم، هذا كتاب من محمد النبي ﷺ، بين المؤمنين والمسلمين من قريش ويثرب، ومن تبعهم، فلحق بهم، وجاهد معهم، انهم امة واحدة من دون الناس.

المهاجرون من قريش على ربعتهم، يتعاقلون بينهم، وهم يفدون عانيهم بالمعروف والقسط بين المؤمنين، وبنو عوف على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولى، كل طائفة تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين. وبنو ساعدة على ربعتهم، يتعاقلون معاقلهم الاولى. وكل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين. وبنو الحارث على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولى. وكل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين.

وبنو النجار على ربعتهم. يتعاقلون معاقلهم الاولى، وكل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين. وبنو عمرو بن عوف على ربعتهم، يتعاقلون معاقلهم الاولى، وكل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين. وبنو الاوس على ربعتهم، يتعاقلون معاقلهم الاولى، وكل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين

المؤمنين وان المؤمنين لا يتركون مفرحا بينهم ان يعطوه بالمعروف في فداء او عقل.

وان لا يحالف مؤمن مولى مؤمن دونه. وان المؤمنين المتقين على من بغى منهم، او ابتغى دسيسة ظلم او اثم، او عدوان، او فساد بين المؤمنين وان ايديهم عليه جميعا، ولو كان ولد احدهم. ولا يقتل مؤمن مؤمنا في كافر ولا ينصر كافرا على مؤمن. وان ذمة الله واحدة. يجير عليهم ادناهم. وان المؤمنين بعضهم موالى بعض دون الناس. وانه من تبعنا من يهود فان له النصر والاسوة غير مظلومين ولا متناصرين عليهم، وان سلم المؤمنين واحدة، لا يسالم مؤمن دون مؤمن في قتال في سبيل الله، الا على سواء و عدل بينهم.

وان كل غازية غزت معنا، يعقب بعضها بعضا وان المؤمنين يبي بعضهم على بعض، بما نال دماهم في سبيل الله. وان المؤمنين المتقين على احسن هدى و اقومه. وانه لا يجير مشرك مالا لقريش، ولا نفسا، ولا يحول دونه على مؤمن. وانه من اعتبط مؤمنا، قتلا عن بينة، فانه قود به الا ان يرضى ولى المقتول. وان المؤمنين عليه كافة، ولا يحل لهم الا قيام عليه. وانه لا يحل لمؤمن اقر بما في هذه الصحيفة و آمن بالله واليوم الآخر، ان ينصر محدثا ولا يؤويه وانه من نصره او آواه، فان عليه لعنة الله وغضبه يوم القيامة، ولا يؤخذ منه صرف ولا عدل.

و انكم مهما اختلفتم فيه من شيء، فان مرده الى الله عز و جل، و الى محمد صلى الله عليه وسلم و ان اليهود ينفقون مع المؤمنين، ما داموا محاربين. و ان يهود بنى عرف امة مع المؤمنين. لليهود دينهم، و للمسلمين دينهم، مواليتهم و انفسهم، الا من ظلم و اثم، فانه لا يوتغ الانفسه، و اهل بيته. و ان يهود بنى النجار، مثل ما ليهود بنى عوف، و ان

ليهود بنى الحارث، مثل ما ليهود بنى عوف.

و ان ليهود بنى ساعدة، مثل ما ليهود بن عوف، و ان ليهود بنى جشم، مثل ما ليهود بنى عوف، و ان ليهود بنى الأوس، مثل ما ليهود بنى عوف. و ان ليهود بنى ثعلبة، مثل ما ليهود بنى عوف، الا من ظلم و اثم، فانه لا يوتغ الا نفسه، و اهل بيته. و ان جفنة، بطن من ثعلبة، كانفسهم. و ان لنبي الشطبية، مثل ما ليهود بنى عوف. و ان البر دون الإثم. و ان موالى ثعلبة، كانفسهم. و ان بطانة يهود، كانفسهم. و انه لا يخرج منهم احد الا بإذن محمد صلى الله عليه وسلم. و انه لا ينجز على نار جرح. و انه من فتك، فبنفسه فتك و اهل بيته الا من ظلم.

و ان الله على ابر هذا. و ان على اليهود نفقتهم. و على المسلمين نفقتهم. و ان بينهم النصر، على من حارب اهل هذه الصحيفة. و ان بينهم النصح و النصيحة. و البر دون الإثم. و انه لم ياثم امرؤ بحليفه. و ان الجار كالنفس، غير مضار، ولا آثم. و انه لا تجار حرمة الا بإذن أهلها. و انه ما كان بين اهل هذه الصحيفة من حدث، أو اشتجار، يخاف فساده، فان مرده الى الله عز و جل، و الى محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم.

و ان الله على اتقى ما في هذه الصحيفة، و أبره. و انه لا تجار قريش، و لا من نصرها. و ان بينهم النصر على من رهم يثرب. و اذا دعوا الى صلح، يصا لحونه و يلبسونه، فانهم يصالحوه و يلبسونه، و انهم اذا دعوا الى مثل ذلك، فانه لهم على المؤمنين، الا من حارب في الدين. على كل أناس، حصتهم في جانبهم الذى قبلهم. و أن يهود الأوس، مواليتهم، و انفسهم، على مثل ما لأهل هذه الصحيفة. مع البر المحض من أهل هذه الصحيفة.

و إن البر دون الإثم. لا يكسب كاسب إلا على نفسه. و إن الله على اصدق ما في هذه الصحيفة، و أبره. و إنه لا يحول هذا الكتاب دون ظالم، و آثم. و إنه من خرج آمن، و من قعد بالمدينة آمن، إلا من ظلم، أو آثم، و إن الله جار لمن بر و أتقى. و محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم (الروض الانف. جلد: ۴، ص: ۲۴۰۰).

ترجمہ: یہ اللہ کے نبی محمد ﷺ کی طرف سے ایک تحریر ہے، یہ معاہدہ مسلمانان قریش، اہل یثرب اور ان لوگوں کے درمیان ہے، جو ان کے تابع ہوں، ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔ یہ لوگ تمام لوگوں کے بالمقابل سیاسی طور پر واحد ہوں گے۔

قریش میں سے ہجرت کر کے آنے والے لوگ، اپنے محلے پر ذمہ دار ہوں گے، اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے، مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہوگا۔ بنوعوف اپنے محلے پر ذمہ دار ہوں گے، حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے، مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہوگا۔ بنو حارث اپنے محلے پر ذمہ دار ہوں گے، حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے، مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہوگا۔ بنو ساعدہ اپنے محلے پر ذمہ دار ہوں گے، حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے، مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہوگا۔ بنو جشم اپنے محلے پر ذمہ دار ہوں گے، حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے، مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہوگا۔

بنو النجار اپنے محلے پر ذمہ دار ہوں گے، حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے، مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی

برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہوگا۔ بنوعمر و بن عوف اپنے محلے پر ذمہ دار ہوں گے، حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے، مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہوگا۔ بنو النبیہ اپنے محلے پر ذمہ دار ہوں گے، حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے، مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہوگا۔ بنو اسد اپنے محلے پر ذمہ دار ہوں گے، حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے، مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہوگا۔ ہر گروہ اپنے قیدیوں کا زرفدیہ ادا کر کے انھیں رہائی دلائے گا اور اس ضمن میں مسلمانوں کے درمیان قانون و انصاف کا بلا امتیاز اطلاق یقینی بنائے گا۔ ایمان والے کسی قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے شخص کو مدد کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے، جن کے ذمے زرفدیہ یادیت ہے۔

کوئی مومن، کسی دوسرے مومن کے مولا (معاہداتی بھائی) سے، اس کی مرضی کے بغیر معاہدہ نہیں کرے گا۔ متقی ایمان والوں کے ہاتھ، ان میں سے ہر اس شخص کے خلاف اٹھیں گے، جو سرکشی کرے، یا استحصال بالجبر کرنا چاہے، یا گناہ، یا تعدی کا ارتکاب کرے، یا پر امن شہریوں میں فساد پھیلانا چاہے۔ ایسے شخص کے خلاف سب مل کر اٹھیں گے، خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

کوئی ایمان والا کسی ایمان والے کو، کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کرے گا اور نہ کسی کافر کی، کسی ایمان والے کے خلاف، مدد کرے گا۔ اللہ کا ذمہ ایک ہی ہے۔ ان مسلمانوں کا ادنیٰ ترین شخص بھی کسی کو پناہ دے کر، سب پر پابندی عائد کر سکے گا۔ ایمان والے بقیہ لوگوں کے بالمقابل باہم بھائی بھائی ہیں۔ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا، اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی، جب تک وہ اہل ایمان پر ظلم کا مرتکب نہ ہو، یا ان کے خلاف کسی مخالف کی مدد نہ کرے۔ ایمان والوں کی صلح (معاہدہ امن) ایک ہی ہوگی۔ اللہ کی راہ میں لڑائی کے دوران کوئی ایمان والا، کسی دوسرے ایمان والے کو چھوڑ کر،

دشمن سے صلح نہیں کرے گا، جب تک کہ یہ صلح ان سب کے لیے برابر اور یکساں نہ ہو۔

ان تمام گروہوں کو، جو ہمارے ہمراہ جنگ کریں، باہم نوبت بہ نوبت رخصت دلائی جائے گی۔ ایمان والے، راہ خدا میں اپنی ہونے والی خوں ریزی کا، ایک دوسرے کے لیے، انتقام لیں گے۔ بلاشبہ ایمان اور تقویٰ والے سب سے اچھے اور سیدھے راستے پر ہیں۔ کوئی مشرک قریش کی جان و مال کو نہ کوئی پناہ دے گا نہ ان کی خاطر کسی مومن کے آڑے آئے گا۔ جو شخص کسی مومن کو عداوت کرے اور ثبوت پیش ہو، تو اس سے قصاص لیا جائے گا، بجز اس کے کہ مقتول کا ولی خوں بہا پر راضی ہو جائے۔ تمام ایمان والے اس قصاص کی تعمیل کے لیے اٹھیں گے۔ اس کے سوا ان کے لیے کوئی چیز جائز نہ ہوگی۔ کسی ایسے ایمان والے کے لیے، جو اس دستور العمل کے مندرجات کی تعمیل کا اقرار کر چکا ہو اور خدا اور یوم آخرت پر ایمان لا چکا ہو، یہ بات جائز نہ ہوگی کہ کسی قاتل کو مدد یا پناہ دے۔ جو اسے مدد یا پناہ دے گا، تو قیامت کے دن اس پر خدا کی لعنت اور غضب نازل ہوگا اور اس سے کوئی رقم یا معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

جب کبھی تم میں، کسی چیز کے متعلق اختلاف ہو، تو اسے اللہ اور محمد ﷺ کی طرف لوٹایا جائے گا۔ یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ جنگی اخراجات برداشت کرتے رہیں گے، جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں گے۔ بنوعوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ، ایک سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہودیوں کے لیے ان کا دین ہے اور مسلمانوں کے لیے اپنا دین ہے، خواہ ان کے اپنے موالی ہوں، یا وہ بذات خود ہوں۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے، تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں مبتلا نہیں کیا جائے گا۔ بنو النجار کے یہودیوں کو بھی بنوعوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔ بنو حارث کے یہودیوں کو بھی بنوعوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

بنو ساعدہ کے یہودیوں کو بھی بنوعوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔ بنو ششم کے یہودیوں کو بھی بنوعوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔ بنو اوس کے یہودیوں کو بھی بنوعوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔ بنو ثعلبہ

کے یہودیوں کو بھی بنوعوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔ ہاں! جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے، تو خود اس کی ذات یا اس کے گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔ قبیلہ جفہہ کو بھی، جو قبیلہ ثعلبہ کی ایک شاخ ہے، وہی حقوق حاصل ہوں گے، جو قبیلہ ثعلبہ کو حاصل ہیں۔ بنو شیطہ کو بھی بنوعوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔ اس دستور سے وفا شعاری ہو، نہ کہ عہد شکنی۔ ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے، جو اصل کو۔ یہودیوں کی ذیلی شاخوں کو بھی اصل کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔ ان میں سے کوئی بھی محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر فوجی کارروائی کے لیے نہیں نکلے گا۔ کسی ماریا زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ جو خوں ریزی کرے، تو اس کی ذات اور اس کا گھرانہ ذمہ دار ہوگا، سوائے اس کے کہ اس پر ظلم ہوا ہو۔

خدا اس کے ساتھ ہے جو اس کی زیادہ سے زیادہ وفا شعارانہ تعمیل کرے۔ یہودیوں پر ان کے خروچے کا بار ہوگا اور مسلمانوں پر ان کے خروچے کا۔ جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے، تو ان یہودیوں اور مسلمانوں میں باہم امداد عمل میں آئے گی۔ ان میں باہم حسن مشورہ اور بہی خواہی ہوگی۔ وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی۔ کوئی فریق یا جماعت، اپنے کسی حلیف کی وجہ سے، معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گی۔ مظلوم کی داد رسی لازماً کی جائے گی۔ یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ جنگی اخراجات برداشت کرتے رہیں گے، جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں گے۔ یثرب کا جوف (یعنی وہ میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے) اس دستور والوں کے لیے حرم (دار الامن) ہوگا۔ (یہاں آپس میں جنگ کرنا منع ہوگا) پناہ گزین سے وہی برتاؤ ہوگا، جو اصل (پناہ دہندہ) کے ساتھ۔ نہ اسے ضرر پہنچایا جائے گا، نہ وہ خود عہد شکنی کرے گا۔ کسی عورت کو اس کے خاندان کی رضامندی سے ہی، پناہ دی جائے گی۔ اس دستور والوں میں جو بھی قتل یا جھگڑا رونما ہو، جس سے فساد کا ڈر ہو، تو اس میں خدا اور خدا کے رسول محمد ﷺ سے رجوع کیا جائے گا۔

خدا اس شخص کے ساتھ ہے، جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور زیادہ سے زیادہ وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔ قریش اور ان کے مددگاروں کو

پناہ نہیں دی جائے گی، کسی بیرونی حملے کی صورت میں ریاست مدینہ کا دفاع امداد باہمی کے تحت ان (یہودیوں اور مسلمانوں) کی مشترکہ ذمہ داری ہوگی۔ اگر ان (یہودیوں) کو کسی صلح میں مدعو کیا جائے، تو وہ بھی صلح کریں گے اور اس میں شریک رہیں گے۔ اگر وہ کسی ایسے ہی امر کے لیے بلائیں، تو مومنین کی بھی ذمہ داری ہوگی کہ ان کے ساتھ ایسا ہی کریں۔ (اسی طرح مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر انھیں کسی معاہدہ امن میں شرکت کی دعوت دی جائے، تو وہ اس کی مکمل پابندی کریں۔) بجز اس کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔ ہر گروہ کے حصے میں اسی رخ کی مدافعت آئے گی، جو اس کے بالمقابل ہو، قبیلہ اوس کے یہودیوں کو، موالی ہوں یا اصل، وہی حقوق حاصل ہوں گے، جو اس دستور والوں کو حاصل ہیں، وہ بھی اس دستور والوں کے ساتھ خالص وفا شعار کی کا برتاؤ کریں گے۔

وفا شعار ہوگی، نہ کہ عہد شکنی۔ جو جیسا کرے گا، ویسا ہی خود بھرے گا۔ خدا اس کے ساتھ ہے، جو اس دستور کے مندرجات کی، زیادہ سے زیادہ صداقت اور زیادہ سے زیادہ وفا شعار کے ساتھ، تعمیل کرے۔ یہ دستوری دستاویز، کسی ظالم یا عہد شکن کو تحفظ فراہم نہیں کرے گی۔ جو جنگ کو نکلے، وہ بھی امن کا مستحق ہوگا اور جو مدینے میں بیٹھا رہے، وہ بھی امن کا مستحق ہوگا، سوائے اس کے، جو قانون شکنی کا مرتکب ہو۔ جو اس دستور کے ساتھ وفا شعار رہے اور نیکی و امن پر کاربند رہے، تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کے نگہبان ہیں۔

یہ میثاق مدینہ کا اصل متن اور اس کا ترجمہ ہے۔ میثاق مدینہ کی بہت ساری خصوصیات ہیں۔ چند خصوصیات کا تذکرہ ہم کرتے ہیں:

(۱) یہ دستور دنیا کا پہلا نوشتہ دستور ہے، جس میں بہت ہی جامعیت کے ساتھ رعایا کے حقوق و فرائض کو بیان کیا گیا ہے۔

(۲) اس دستور نے، مسلمان و یہود کو ایک امت قرار دیا اور اکثر حقوق میں انھیں برابر کا شریک و سہیم قرار دیا۔ آج جو یہودی، اسلام دشمنی کی علامت بن چکے ہیں، انھیں کو اسلام نے چودہ سو سال پہلے، اپنی ریاست کی شہریت عطا کی تھی۔

(۳) اس دستور نے حالات جنگ و امن کی تمام صورت حال کو واضح طور پر بیان کیا

اور تمام رعایا کے حقوق و فرائض واضح کیے۔

(۴) اس معاہدے کی رو سے یہودیوں کو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام دوسروں کے مذاہب میں دخل اندازی، ان کی توہین اور ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے سے منع کرتا ہے۔

(۵) اس دستور نے تمام قبائل کو یکساں حقوق دیے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام مساوات کا درس دیتا ہے۔

اسی طرح اس عہد نامے کی بہت سی خصوصیات ہیں اور ان سے بہت سے مسائل اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہم غور و فکر سے کام لیں۔

خطبہ حجۃ الوداع:

جب اسلامی ریاست کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں اور اسلامی ریاست کے حدود میں تقریباً سارا عرب شامل ہو گیا، تو ۱۱ھ میں پیغمبر اسلام ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا، جو کہ آپ کا آخری حج تھا۔ روایتوں کے مطابق، اس حج میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام شریک تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے ۹ رذی الحجہ ۱۱ھ کو، میدان عرفات میں تمام مسلمانوں سے خطاب فرمایا، جس کو ”خطبہ حجۃ الوداع“ کہتے ہیں۔ یہ خطبہ اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور اسلام کے سماجی، سیاسی اور تمدنی اصولوں کا جامع مرقع ہے۔ اس کے اہم نکات اور ان کی مذہبی و اخلاقی اہمیت حسب ذیل ہے:

ایہا الناس، اسمعوا قولی، فانی لا ادری لعلی لا القا کم بعد عامی
هذا بهذا الموقف ابدا.

ایہا الناس، ان دماکم و اموالکم علیکم حرام، الی ان تلقوا ربکم، کحرمة یومکم هذا، و کحرمة شہرکم هذا. و انکم ستلقون ربکم، فیسالکم عن اعمالکم. وقد بلغت. فمن کانت عنده امانة، فلیؤدها الی من ائتمنه علیها.

وإن كل ربا موضوع، و لكن لكم رؤوس أموالكم، لا تظلمون ولا تظلمون. قضى الله أنه لا ربا. و ان ربا عباس بن عبد المطلب موضوع.

و إن كل دم كان في الجاهلية موضوع و إن اول دمائكم اضع، دم ابن ربيعة بن الحارث بن عبد المطلب، و كان مسترضعا في بني ليث، فقتلته هذيل. فهو اول ما ابدأ به من دماء الجاهلية.

أما بعد، أيها الناس، فإن الشيطان قد ينس من أن يعبد بارضكم هذه ابدأ، و لكنه أن يطع فيما سوى ذلك، فقد رضى به مما تحقرون من اعمالكم، فاحذروه على دينكم.

أيها الناس، إنما النسي زيادة في الكفر، يضل به الذين كفروا، يحلونه عاما، و يحرمونه عاما، ليواطئوا عدة ما حرم الله، فيحلوا ما حرم الله، و يحرموا ما احل الله. و إن الزمان قد استدار، كهيئته يوم خلق الله السموات والأرض. و إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا، منها اربعة حرم: ثلاثة متواليه، و رجب مضر الذي بين جمادى وشعبان.

أما بعد! أيها الناس، فإن لكم على نسائكم حقا، ولهن عليكم حقا، لكم عليهن أن لا يوطئن فرشكم احدا تكرهونه، و عليهن أن لا ياتين بفاحشة مبينة. فإن فعلن فإن الله قد اذن لكم ان تهجروهن في المضاجع، و تضربوهن ضربا غير مبرح. فإن انتهين، فلهن رزقهن و كسوتهن بالمعروف. و استوصوا بالنساء خيرا، فإنهن عندكم عوان، لا يملكن لأنفسهن شيئا. و إنكم إنما اخذتموهن بأمانة الله، و استحلتن فروجهن بكلمات الله. فاعقلوا أيها الناس، قولي، فإنني قد بلغت. و قد تركت فيكم ما، إن اعتصمتم به فلن تضلوا أبدا امرأينا، كتاب الله و سنة نبيه.

أيها الناس، اسمعوا قولي، و اعقلوه. تعلمن ان كل مسلم أخ

للمسلم. و ان المسلمين اخوة فلا يحل لامرئ من أخيه الا ما أعطاه عن طيب نفس منه. فلا تظمن انفسكم. اللهم هل بغت.

قالوا! اللهم نعم. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اللهم اشهد. (سيرة ابن هشام. جلد ۲، صفحہ ۸).

ترجمہ: لوگو! میری بات سنو، میں نہیں سمجھتا کہ آئندہ ہم کبھی اس طرح کسی مجلس میں یکجا ہو سکیں گے۔ اے لوگو! تمہارے خون و مال اور تمہاری عزتیں ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے پر حرام کر دی گئی ہیں۔ ان چیزوں کی اہمیت ایسی ہی ہے جیسی اس دن کی اور اس ماہ مبارک کی، خاص کر اس شہر میں۔ تم سب خدا کے حضور جاؤ گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس فرمائے گا۔ میں نے پیغام پہنچا دیا۔ اگر کسی کے پاس امانت رکھوائی جائے، تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوانے والے کو امانت پہنچا دے۔ ہر قسم کی ربا کو کالعدم قرار دے دیا گیا ہے، مگر تمہارے لیے تمہارا اصل مال ہے۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ ربا نہیں ہے۔ عباس بن عبد المطلب کا ہر قسم کا ربا ختم کر دیا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت کا ہر خون کالعدم قرار دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے جو خون میں کالعدم قرار دیتا ہوں، وہ ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کے دودھ پیتے بچے کا خون ہے، جس کی پرورش بنو لیث قبیلے میں ہو رہی تھی، جسے بنو ہذیل نے مار ڈالا تھا۔ یہ جاہلیت کا وہ خون ہے، جس کو میں معاف کرتا ہوں۔

اے لوگو! یقیناً شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اب اس کی پرستش اس زمین میں کی جائے، لیکن اس بات کا امکان ہے کہ اس کے علاوہ باتوں میں اس کی اطاعت کی جائے، جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو اور وہ اس بات پر راضی ہے، اس لیے تم اس سے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرنا۔

اے لوگو! یقیناً مہینوں میں کی زیادتی کفر میں سے ہے، کافر اس سے گمراہ ہو گئے، ایک سال اسے حلال کر لیتے اور دوسرے سال اسے حرام کر لیتے، تا کہ اس گنتی کے برابر ہو جائیں، جو اللہ نے حرام فرمائی۔ تو جسے اللہ نے حرام فرمائی ہے، اسے حلال کر لیتے ہیں اور

جسے حلال فرمائی ہے، اسے حرام کر لیتے ہیں۔ جس دن اللہ نے زمین پیدا کی ہے، اس دن کی طرح اب زمانہ پلٹ رہا ہے۔ بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارہ ہی ہے، جن میں چار مہینے حرام ہیں: تین تو لگاتار ہیں اور ایک رجب کا مہینہ ہے، جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔

اے لوگو! تمہاری بیویوں پر تمہارا حق ہے اور ان کا تمہارے اوپر حق ہے۔ تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے فرش پر کسی ایسے کونہ بلائیں، جو تمہیں ناپسند ہے۔ تمہارا ان پر یہ بھی حق ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کا کوئی کام نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں، تو خدا کی جانب سے اجازت ہے کہ تم انہیں معمولی جسمانی سزا دو اور اگر وہ باز آجائیں، تو انہیں اچھی طرح کھلاؤ اور پہناؤ۔ عورتوں سے بہتر سلوک کرو، کیوں کہ وہ تو تمہاری پابند ہیں اور خود اپنے لیے وہ کچھ نہیں کر سکتیں، تم نے انہیں خدا کے نام پر حاصل کیا ہے اور اسی کے نام پر وہ تمہارے لیے حلال ہوئیں۔ لوگو! میری بات سمجھ لو، میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔

اے لوگو! میری بات سنو اور سمجھو۔ یہ جان لو کہ ہر مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ تو کسی بھائی کے لیے کوئی شی حلال نہیں ہے، مگر جسے وہ خوش دلی سے دے دے۔ اے لوگو! اپنے اوپر ظلم مت کرو۔ اے اللہ! میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔ تو لوگوں نے کہا: ہاں یا رسول اللہ۔ تو آپ نے فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہنا۔

یہ خطبہ ایک تاریخی خطبہ ہے۔ اس میں پیغمبر اسلام ﷺ نے اسلامی تعلیمات کا نچوڑ پیش کیا ہے۔ اس خطبے کی بڑی اہمیت ہے۔ ہم اس کی چند خصوصیتیں بیان کرتے ہیں:

(۱) خطبہ حجۃ الوداع اسلام کے نظام معاشرت کی بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ معاشرتی مساوات اور اس کی رعایت، نسلی تفاخر کا سد باب، عورتوں کے حقوق کا بیان، غلاموں کے حقوق کا بیان اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید، ایک دوسرے کے جان و مال اور عزت کی حفاظت، یہ تمام چیزیں اس خطبے میں موجود ہیں اور یہی وہ عناصر ہیں، جن سے اسلامی معاشرے کی تشکیل ہوتی ہے۔

(۲) اس خطبے میں پیغمبر اسلام ﷺ نے معاشی عدم توازن کے سد باب کے لیے

”سود“ کی حرمت بیان کی، تاکہ جنہیں معلوم نہ ہو، وہ اب جان جائیں کہ سود مطلقاً حرام ہے۔

(۳) اس خطبے نے بہت سے قوانین وضع کیے۔ جیسے کہ اصول وراثت کے تعلق سے انفرادی ذمے داری کی تاکید وغیرہ۔

(۴) قومی، ملی اور ملکی تدبیر و انتظام کے اعتبار سے خطبہ حجۃ الوداع اسلام کے منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے سارے صحابہ کو بتایا کہ اسلامی حکومت کن بنیادوں پر قائم ہوگی۔

(۵) یہ ہمارے محبوب پیغمبر اسلام ﷺ کا آخری پیغام ہے، جس کے براہ راست مخاطب صحابہ کرام ہیں اور ان کی وساطت سے قیامت تک کے سارے اہل اسلام اور ساری انسانیت ہے۔ آپ نے اس تاریخی خطبے کے آخر میں اپنے فریضہ تبلیغ رسالت کے بارے میں سوال فرمایا: ”کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟“ یقیناً آپ نے اپنا فریضہ مکمل طور پر انجام دے دیا۔ اب یہ سارے اہل اسلام اور ساری انسانیت کا فریضہ ہے کہ اس پیغام رسول ﷺ کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنائے اور اس کے مطابق اپنی زندگی کے ایام بسر کرے۔ اسی میں سب کی صلاح و فلاح کا راز پوشیدہ ہے۔

انسان کے پانچ بنیادی حقوق:

اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کو پیدا کیا، تاکہ ہر انسان اس کی عبادت کرے اور اس کی رضا جوئی کرے، جس کے نتیجے میں قبر و حشر میں اسے بھلائی حاصل ہو۔ یہی باتیں بتانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہزاروں انبیاء بھیجے اور آخر میں پیغمبر اسلام ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے جو دین ہم تک پہنچایا، وہ ہے اسلام۔ چونکہ اسلام اپنے اندر بہت سے مقاصد اور مصالح کا حامل ہے، جیسے کہ لوگوں کو گمراہی سے نکال کر سیدھے راستے پر چلانا، پھر آخرت میں ان کو جزا کی بشارت دینا اور انسانی زندگی کو روحانی و اخلاقی آلائشوں سے پاک

رکھنا، اس لیے اسلام کے نظام حقوق و فرائض کی بنیاد اسی پر ہے اور اسلام نے جملہ حقوق و فرائض کو خدا کی رضا اور آخرت میں جزا و سزا کے ساتھ مربوط و منظم فرمایا۔ تاکہ حقوق کا نفاذ یقینی ہو سکے۔ مگر عصر حاضر کی حکومتوں اور اقوام متحدہ کا مقصد صرف یہی ہے کہ لوگ صرف زندہ رہیں اور کھاتے پیتے رہیں۔ اس لیے ان کے یہاں حقوق و فرائض کی وہ وسعت اور ذمہ داری نہیں ہے، جو اسلام میں ہے۔

اسلامی نکتہ نظر سے انسان کو کم از کم پانچ بنیادی چیزوں کے تحفظ کا حق حاصل ہے، جن کے بغیر انسان کا جینا دو بھر ہو سکتا ہے۔ وہ پانچ بنیادی چیزیں یہ ہیں:

(۱) حفاظت دین (۲) حفاظت جان (۳) حفاظت عقل (۴) حفاظت نسب (۵) اور حفاظت مال۔

ان سب میں ”حفاظت دین“ سب سے اہم ہے، کیوں کہ جو لوگ اپنے دین کی حفاظت کرتے ہیں، ان پر اپنے نفس اور مال کی حفاظت ضروری ہو جاتی ہے۔ نفس کی حفاظت، عقل کی حفاظت سے زیادہ ضروری ہے اور حفاظت نفس، حفاظت مال سے بھی مقدم ہے، اسی وجہ سے صحرا میں بھوک کی وجہ سے ناجائز و حرام چیز کا بھی بقدر ضرورت کھانا جائز ہو جاتا ہے، جس سے انسان کی جان بچ سکے۔ اگلے صفحات میں ہر ایک پر تفصیلی بحث پیش کی جائے گی ان شاء اللہ۔

حفاظت دین کا حق:

حفاظت دین ہر انسان کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ دنیا کے اکثر لوگ کسی نہ کسی مذہب کے پیروکار ہیں۔ اس لیے دین کی حفاظت ان کے لیے بہت اہم ہے۔ مگر چوں کہ صرف دین اسلام کو مذہب حق ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس لیے اس حق کی معنویت صرف مسلمانوں کے حق میں ظاہر ہوتی ہے۔

رب کائنات ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ

بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ. (آل عمران: ۱۹)

ترجمہ: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے اور پھوٹ میں نہ پڑے کتابی، مگر بعد اس کے کہ انھیں علم آچکا، اپنے دلوں کی جلن سے اور جو اللہ کی آیتوں کا منکر ہو تو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (کنز الایمان)

اس آیت سے اسلام کی حقانیت واضح ہوئی اور مذہب اسلام کی حفاظت کے تعلق سے بہت سے احکام کتب اسلامیہ میں موجود ہیں۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ. (البقرة: ۲۵۶)

ترجمہ: کچھ زبردستی نہیں دین میں، بے شک خوب جدا ہو گئی ہے نیک راہ گراہی سے، تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے، اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ (کنز الایمان)

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اب اسلام کی حقانیت روشن ہو چکی ہے، لہذا ساری دنیا کو اب اسلام قبول کر لینا چاہیے، ورنہ اب کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ ہاں! اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرتا ہے، تو اسلام اس کا خیر مقدم کرے گا اور آخرت میں اس کی جزا دی جائے گی۔

اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور ان کے دین اور ان کی شریعت میں مداخلت اور زبردستی نہ کی جائے۔ ہاں! اگر کسی بھی اسلامی حکومت میں کوئی مسلمان اپنی بدقسمتی اور شامت اعمال کی وجہ سے اسلام و ایمان سے انحراف و ارتداد کے جرم عظیم کا مرتکب ہوتا ہے اور توبہ و رجوع کی طرف آمادہ نہیں ہوتا، تو اسے، اس کے اس سنگین جرم کی وجہ سے اسلامی حکومت کی جانب سے سخت ترین سزا دی جائے گی، تاکہ وہ کیفر

کردار کو پہنچے، دوسرے مسلمان اس سے عبرت حاصل کریں اور اپنے دین و ایمان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں۔

اسلام اور مسلمانوں سے تعصب و عناد رکھنے والے بعض غیر مسلم حضرات اپنی زبان و قلم کے ذریعے اسلام پر یہ بے بنیاد الزام عائد کرتے رہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ یہ مخالفین و معاندین اسلام کا وہ پروپیگنڈا ہے، جو آج تک ان کی لکھی جانے والی History اور میڈیا کے ذریعے جاری ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنی صداقت و حقانیت، اپنے اصول و مبادی کی جامعیت اور روحانی و اخلاقی جذب و کشش کی وجہ سے پوری دنیا میں عام ہوا ہے۔

حفاظت نفس کا حق:

آج کل لوگ حفاظت نفس کے مضمرات سے بے نیاز ہو کر، محض حفاظت نفس کی بات کرتے ہیں کہ یہ حق ہر انسان کا اپنا ذاتی اور بنیادی حق ہے اور وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ہر انسان کی جان کا مالک اس کا خالق حقیقی ہے، جس کی اجازت و رضامندی کے بغیر اس کی کسی بھی ملکیت میں کوئی انسانی تصرف و تجاوز ہرگز جائز نہیں۔ اس لیے حفاظت نفس کا حق کسی بھی انسان کو اسی وقت حاصل ہے، جب تک کہ وہ حدود الہی کو پامال کر کے اپنے اوپر سے امان نہ اٹھالے۔ ایسی صورت میں یہ دونوں پہلو ہمیشہ پیش نظر رہنے چاہئیں کہ ایک طرف جہاں ہر شخص کی جان کی حفاظت ضروری ہے اور اس کا ناحق قتل جائز نہیں، اسی طرح یہ واضح و روشن پہلو بھی عام ہے کہ جس کسی نے کسی انسان کا خون ناحق کیا، اس نے خود اپنے ہاتھوں حفاظت نفس کا حاصل شدہ حق ضائع کر دیا۔

ہر انسان کی جان اور اس کی ہر چیز کا مالک صرف اس کا خالق حقیقی ہے، جیسا کہ وہ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

(الانعام: ۱۶۲)۔

ترجمہ: تم فرماؤ! بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے، جو رب سارے جہان کا۔ (کنز الایمان)

اس آیت اور بعض دیگر آیات سے عیاں ہے کہ انسان کا سب کچھ اللہ رب العزت ہی کے دست قدرت میں ہے اور ہر انسان کو یہ حقیقت سمجھ کر اپنے قول و عمل سے اس کا اظہار بھی کرنا چاہیے۔

انسانی جان کی حرمت کے سلسلے میں رب کائنات ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (المائدة: ۳۲)

ترجمہ: جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے، تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلا لیا اس نے گویا سب لوگوں کو جلا لیا۔ (کنز الایمان)۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ انسانی جان کی بڑی اہمیت ہے، اتنی کہ ایک کو مارنا ساری دنیا کو قتل کرنے کے مترادف ہے اور کسی ایک کو بچا لینا ساری دنیا کو بچا لینے کے مترادف ہے۔ یہ وہ اسلامی اصول و ضابطہ ہے، جس پر عمل کر کے دنیا امن و امان حاصل کر سکتی ہے۔

بعض لوگ اپنی اسلام دشمنی اور مسلم دشمنی کا اظہار اس طرح بھی کرتے ہیں کہ اسلام نے بعض جانوروں کو کھانے کی اجازت دی ہے اور یہ جانوروں پر ظلم ہے، ایسے لوگ حقائق کو نظر انداز کر کے سطحی اور جذباتی پروپیگنڈے کے عادی ہوا کرتے ہیں۔

گوشت خوری کو بنیاد بنا کر اسلام پر ظلم کا الزام عائد کرنے والے افراد درحقیقت اسلام نہیں بلکہ ساری کائنات کو پیدا کرنے والے خالق و مالک کو نشانہ بناتے ہیں، کیوں کہ صرف انسانوں کے لیے بعض جانوروں کا کھانا جس طرح حلال کیا گیا ہے، اسی طرح جانوروں کے درمیان بھی یہ نظام رائج ہے کہ بعض جانوروں کی غذا ہی گوشت ہے اور ان کی پوری زندگی گوشت خوری ہی میں گزرتی ہے۔ اسی طرح سبزی اور گھاس میں بھی جان

ہونے کے باوجود بہت سے جانوروں کی غذا ہیں اور سبزیاں تو وہ لوگ بھی کھاتے ہیں، جو گوشت خوری کو ظلم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس نظام عالم پر اگر غور کیا جائے، تو گوشت خوری اور سبزی خوری جہاں اپنی جگہ بالکل صحیح اور درست ہے، وہیں یہ حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے کہ گوشت خوری کو ظلم سے تعبیر کرنے والے افراد خود اپنی عقل اور اپنی رائے پر ظلم و ستم ڈھا رہے ہیں۔

اس زمانے میں سزائے قتل پر بحث ہو رہی ہے، لوگ سزائے قتل کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور بعض ملکوں نے اسے منسوخ کر دیا ہے۔ مگر اسلام کا حکم یہ ہے کہ کسی اسلامی حکومت میں کسی قاتل پر، اس کے قتل کا صحیح ثبوت فراہم ہو جائے اور اس مقتول کے وارثین خوں بہا پر راضی نہ ہوں، تو بطور قصاص اس قاتل کو شرعی ضابطے کے مطابق قتل کر دیا جائے اور اس قصاص کے بہت سے فوائد و منافع ہیں، جیسا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرة: ۱۷۹)

ترجمہ: اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقل مندو! کہ تم کہیں بچو۔

(کنز الایمان)

اس کی حکمت یہ ہے کہ قاتل اتنا جری ہو چکا ہے کہ بندوں کی امانت سے بڑھ کر خدا کی امانت میں دست درازی کرتا ہے، لہذا ہو سکتا ہے کہ وہ مزید لوگوں کو بھی قتل کر دے اور یہ سلسلہ چلتا رہے، اسی سلسلے کو روکنے کے لیے اور ایسے جرائم کے سد باب کے لیے اسلام نے اسی کو قتل کر ڈالنے کا حکم دیا، تاکہ مزید قتل اور فتنہ و فساد کی گنجائش باقی نہ رہ جائے اور اس سزائے دوسرے لوگ بھی عبرت حاصل کریں اور کسی کو قتل کرنے کی جرات نہ کریں، بلکہ کسی کو قتل کرنے کا خیال بھی ان کے دل میں نہ آئے۔

آج جو لوگ قتل کی منسوخی کا مطالبہ کرتے ہیں، وہ حیران و پریشان ہیں کہ گذشتہ زمانے کی بہ نسبت آج جرائم بڑھ کیوں رہے ہیں۔ اس کا واحد سبب یہی ہے کہ جب قاتل اور مجرم کو کیفر کردار تک نہیں پہنچایا جائے گا، جرائم کا سلسلہ تھمنے والا نہیں۔ آج جہاں جہاں سزائے قتل کو منسوخ کر دیا گیا ہے، وہاں قتل و غارت گری کا رجحان زیادہ پایا جاتا ہے۔ یہ

ممالک اگر آج بھی حدود و تعزیرات اسلام کو اپنائیں، تو ان جرائم پر بڑی حد تک روک لگ سکتی ہے۔

جنین کے قتل کی حرمت:

انسانی جان کی حرمت کے پیش نظر اسلام نے جنین (شکم مادر میں پرورش پانے والی جان) کے قتل کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْءًا كَبِيرًا (الاسراء: ۳۱)

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بے شک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کسی قسم کی مفلسی یا رزق کی تنگی کی وجہ سے جنین کو قتل کرنا حرام اور سخت گناہ ہے۔

حفاظت عقل کا حق:

عقل انسان کا ایک بہت بڑا جوہر ہے، جو حیوانات سے اس کو ممتاز کرتا ہے۔ حیوانات میں شعور ہے عقل نہیں، جب کہ انسان میں عقل بھی ہے اور شعور بھی۔ اسی عقل سے انسان غور و فکر کر کے ہدایت کا راستہ تلاش کرتا ہے۔ اسی وجہ سے شریعت نے اسے عزت و اکرام سے نوازا اور عقل کو فاسد کرنے والی چیزوں کو حرام قرار دیا۔

قرآن کریم نے جا بجا انسان کو غور و فکر کرنے کا حکم دیا، تاکہ انسان غور و فکر کر کے خدا کی نشانیوں کو پہچانے اور اس کی عبادت کرے۔ اگر عقل ہی نہ ہو، تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا اور انسان کی پیدائش کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ اسی لیے اسلام نے عقل کو فاسد کرنے والی چیزیں مکمل حرام قرار دی ہیں، جیسے کہ شراب۔

جب اسلام کی آمد ہوئی تو اس وقت عرب کے لوگ پانی کی طرح شراب پیتے تھے اور شراب ان کے رگ وریشے میں سمائی ہوئی تھی، اس لیے اسلام نے شراب جیسی چیز کو

ختم کرنے کے لیے نہایت ہی موثر اور نفسیاتی طریقہ اختیار کیا۔ انسان جب کسی چیز کا عادی ہوتا ہے، تو یک لخت اس کا چھوٹنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام نے سب سے پہلے نماز کے اوقات میں شراب پینے سے منع فرمایا، جب لوگ اس کے عادی ہو گئے تو شراب کی مزید مذمت نازل ہوئی اور لوگ شراب سے مزید دور ہو گئے۔ آخر کار قرآن کریم نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ شراب مطلقاً حرام ہے، اس کا ایک قطرہ بھی پینا ناجائز ہے، اب لوگوں کے پاس جو کچھ بھی شراب تھی، سب پھینک دیا اور سبھی مسلمانوں نے شراب مطلقاً ترک کر دی۔

شراب پینے سے انسانی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے، انسان کو جائز و ناجائز کا ہوش نہیں رہتا اور شراب کے نشے میں انسان کی عقل جب زائل ہو جاتی ہے، تو بڑے سے بڑا جرم و گناہ کر ڈالتا ہے اور جائز و ناجائز، اپنے بیگانے، کی کوئی تمیز اسے باقی نہیں رہتی اور ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی حالت میں بڑے سے بڑا گناہ کر لے اور اس کو پتہ بھی نہ چلے۔ اس لیے اسلام نے شراب کو سخت حرام قرار دیا اور شراب کو ام الخبائث یعنی ہر قسم کی برائیوں کی جڑ قرار دیا۔ اس سے عقل کی حفاظت تو ہوتی ہی ہے، ساتھ ساتھ دین و عزت کی حفاظت بھی ہوتی ہے۔

حفاظت عزت و نسب کا حق:

جس طرح انسان کی جان و مال اور عقل و دانش قیمتی ہے، اسی طرح اس کی عزت و ناموس بھی بڑی قیمتی چیز ہے۔ عزت ایسی چیز ہے، جو ختم ہو جائے تو واپس نہیں آسکتی، اس لیے انسان کی عزت و ناموس کو جتنی بھی چیزیں مجروح کر سکتی ہیں، ان سب پر اسلام نے قدغن لگائی ہے، جیسے: زنا، غیبت، بہتان طرازی، سب و شتم اور برے القاب سے لوگوں کو یاد کرنا وغیرہ۔ اسلام نے ان سب چیزوں کو حرام قرار دیا اور حفظ ناموس کی غرض سے ان تمام جرائم اور گناہوں پر سخت سے سخت سزا دینے کا حکم دیا ہے۔

زنا:

زنا کے بارے میں اسلام کا بہت سخت موقف ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی شادی

شدہ شخص زنا کرے، تو حکم یہ ہے کہ اسے اتنا پتھر مارو کہ وہ مرجائے اور اگر زنا کار غیر شادی شدہ ہے تو، اس کو سو کوڑے مارنے کا حکم ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہو تو ان سزاؤں کا نفاذ ضروری ہے، ورنہ مسلم معاشرہ اس زانی شخص کا بایکاٹ کرے، تا وقتیکہ وہ توبہ و رجوع کر کے اپنی مکمل اصلاح نہ کر لے۔ اس سے اسلام کی نظر میں عزت و ناموس کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

تہمت:

اگر کوئی شخص کسی کی عزت پر حملہ کرتے ہوئے اس پر زنا کی تہمت لگائے، تو اسلام نے اس کی سزا ۸۰ کوڑے مقرر کی ہے۔ اس سے بھی قرآن و اسلام کی نظر میں حرمت عزت و ناموس کا ثبوت ملتا ہے۔

غیبت و چغلی:

یہ دونوں الفاظ دیکھنے میں تو بہت معمولی لگتے ہیں اور غیبت یا چغلی کرتے وقت اس کا احساس نہیں ہوتا کہ اس کا اثر کیا ہوگا۔ مگر اس کے بعد بدگمانیوں اور جھگڑوں کا ایک لانتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے اسلام نے غیبت کرنے کو ”مردہ بھائی کا گوشت کھانے“ کے برابر بتایا اور اسے حرام قرار دیا، اسی طرح چغلی کو بھی اسلام نے سخت حرام قرار دیا، تاکہ کوئی شخص کسی کی عزت و ناموس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہ کرے۔

ان تمام باتوں سے ثابت ہوا کہ اسلام ہی حقیقت میں عزت و ناموس کا سچا پاسدار ہے۔

حفاظت مال کا حق:

جس مال کو انسان اپنی سخت محنت کے نتیجے میں حاصل کرتا ہے، اس پر اس کا پورا پورا حق ہے۔ اسلام نے بہت سے احکام کے ذریعے انسان کو مال کا تحفظ عطا کیا ہے۔ جو شخص کسی کے مال پر کسی قسم کی زیادتی کرتا ہے اور چوری، ڈاکہ زنی یا کسی اور طریقے سے اس کو نقصان پہنچاتا ہے، تو اسلام نے اس پر قدغن لگانے کے لیے سخت احکام دیے ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا:

”تمہارا خون تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں اسی طرح حرام ہیں، جیسے یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے۔“

چوری اور ڈاکہ زنی:

اسلام نے حفاظت مال کو یقینی بنانے کے لیے چوری اور ڈاکہ زنی کے بارے میں بھی سخت احکام بیان کیے ہیں۔ چوری کے بارے میں یہ حکم ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ. (المائدة: ۳۸)

ترجمہ: اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو، ان کے کیے کا بدلہ، اللہ کی طرف سے سزا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

ڈاکہ زنی کو بھی اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ اگر کوئی شخص ڈاکہ زنی میں مشہور ہو جائے اور زمین میں فساد پھیلانے لگے، تو اس کی سزا قتل یا سولی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيُهُمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ. (المائدة: ۳۳)

ترجمہ: وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں، ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیے جائیں۔ یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب۔ (کنز الایمان)

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ قتل و غارتگری کرتے ہیں اور آج کے زمانے میں جو بعض مدعیان اسلام جہاد کے نام پر قتل و غارتگری اور بم باری کر کے پوری پوری آبادی ختم کیے دے رہے ہیں، ان سب پر یہی حکم لاگو ہوتا ہے۔

غصب:

نا جائز طریقے پر کسی کا مال کھانا یا غصب کر لینا یا جھوٹی قسمیں کھا کر مال کھانا اور رشوت خوری وغیرہ یہ سب ناجائز و حرام ہیں۔ قرآن وحدیث میں ان کے بارے میں سخت احکام وارد ہیں۔

دفاع مال:

اگر کوئی شخص کسی کا مال چھیننے کی کوشش کرے، تو اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس کا مقابلہ کرے۔ کیوں کہ اگر کوئی شخص دفاع مال کرتے ہوئے مارا جائے، تو وہ شہید ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

”من قتل دون ماله و عرضه فهو شهيد“. (مسلم: ۲۶۹)

ترجمہ: جو شخص مال کی وجہ سے مارا جائے، وہ شہید ہے۔

اجرت لینے کا حق:

اگر کوئی شخص کسی کے یہاں کوئی کام کرے، تو وہ اجرت لینے کا حق دار ہے اور جتنی جلدی ہو سکے اس کی اجرت دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

”اعطوا الاجر قبل ان يحلف عرقه“. (مجمع الزوائد: ۴/۱۲۱)

ترجمہ: مزدوروں کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ان کی مزدوری انھیں دے دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے کسی کو بیگار پر کام لینے سے منع کیا اور جلد تر مزدوری دینے کا حکم دیا اور تحفظ مال کو یقینی بنانے کے لیے ایسے احکام اسلام نے نازل فرمائے۔

اسلام نے انسان کو مزید کچھ حقوق دیے ہیں، جن کو دو قسموں میں بانٹا جاسکتا ہے: (۱) انفرادی حقوق (۲) اور اجتماعی حقوق۔

انفرادی حقوق:

انفرادی حقوق وہ ہیں جو انسان کو ہر حال میں حاصل ہیں۔ یہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) زندگی کے تحفظ کا حق (۲) سلامتی کا حق (۳) سماجی مساوات کا حق (۴) قانونی مساوات کا حق (۵) حصول انصاف کا حق (۶) آزادی کا حق (۷) اظہار رائے کی آزادی کا حق (۸) تعلیم کا حق (۹) اور میت کا حق۔

اجتماعی حقوق:

اجتماعی حقوق وہ ہیں جن کے بغیر معاشرے کی تعمیر و ترقی نہ ہو سکے اور جو ایک دوسرے کی جانب منسوب ہوں۔ یہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) والدین کے حقوق (۲) اولاد کے حقوق (۳) شوہر کے حقوق (۴) بیوی کے حقوق (۵) بیوہ کے حقوق (۶) ورثہ کے حقوق (۷) رشتہ داروں کے حقوق (۸) پڑوسی کے حقوق (۹) یتیم کے حقوق (۱۰) بے سہاروں کے حقوق (۱۱) مقروض کا حق (۱۲) مسافر کا حق (۱۳) بیمار کا حق (۱۴) اور مہمان کا حق۔

اگلے صفحات میں انہیں کو با التفصیل بیان کیا جائے گا۔

انفرادی حقوق

زندگی کے تحفظ کا حق:

پیغمبر اسلام ﷺ کی بعثت سے قبل ساری دنیا میں جنگ و جدال کا ایسا رجحان اور ماحول تھا کہ لوگ فخریہ ایک دوسرے کو قتل کر دیتے تھے اور معصوم بچیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیتے تھے۔ مگر اسلام نے ہر شخص کو زندگی کا حق دیا اور معصوم بچیوں کے قتل پر قدغن لگا دیا۔ قرآن کریم میں ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (المائدة: ۳۲)

ترجمہ: جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلا لیا اس نے گویا سب لوگوں کو جلا لیا۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ناحق کسی کو قتل کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ قرآن نے اسے ساری انسانیت کے قتل کے برابر کہا ہے، اسی لیے قاتل کے لیے سخت ترین سزا اسلام نے متعین کی، وہ ہے قتل۔ تاکہ دیگر لوگ بھی اس کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

اپنی اولاد کو قتل کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہے، اس کے بارے میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ. (الانعام: ۱۵۱)

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث۔ ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔ (کنز الایمان)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مفلسی کے ڈر سے بچے کو قتل کرنا، خواہ وہ پیدا ہو چکا ہو یا ابھی ماں کے پیٹ میں ہو، دونوں صورتوں میں ناجائز ہے۔ اسی آیت سے نس بندی اور ضبط تولید کی حرمت بھی ثابت ہوتی ہے، کیوں کہ نس بندی کا مقصد ہی یہی ہے کہ بچے کم ہوں اور لوگوں کو معاشی تنگی کا سامنا نہ کرنا پڑے، جب کہ اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ معاشی تنگی کے خوف سے بچوں کو قتل نہ کرو۔ ضبط تولید سے ایسے بچوں کا قتل ہوتا ہے، جو ابھی دنیا میں آئے ہی نہیں۔ لہذا حق زندگی کے تحت ان کو بھی دنیا میں آنے اور رہنے سہنے کا حق حاصل ہے۔ اس لیے نس بندی کرنا کرنا حرام و ناجائز ہے اور اس سے تحفظ زندگی کے حق کی پامالی ہوتی ہے اور یہ خدا کی امانت میں خیانت کے مترادف ہے، کیوں کہ انسانی جان اللہ کی امانت ہے۔

سلامتی کا حق:

اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ اسلام کے معنی ہی امن و سلامتی کے ہیں۔

اس لیے اسلام نے امن و سلامتی کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق دیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده. (بخاری ۱۰۰۱ و مسلم ۴۱)
ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے سارے مسلمان محفوظ رہیں۔
بعض روایات میں یہ حدیث شریف اس طرح ہے:

(المسلم من سلم الناس من لسانه و يده. (مسند احمد ۶۲۸۷)
ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے سارے لوگ محفوظ رہیں۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سچا مومن وہی ہے، جس کی زبان سے سارے مسلمان، بلکہ دنیا کے سارے لوگ محفوظ رہیں اور انھیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ لہذا دہشت گردانہ کام کرنا، جس کی زد میں عورت، بوڑھے اور بچے بھی آجاتے ہیں، سراسر احکام اسلام کے منافی ہے۔

سماجی مساوات کا حق:

آج ہمارا سماج بد نظمی کا شکار ہے۔ ہر امیر غریبوں کا استحصال کرنے کی کوشش کرتا ہے اور سرمایہ دار طبقہ اپنے آپ کو بہت اونچا سمجھتا ہے۔ اس لیے اسلام نے سماج میں اس اونچ نیچ کو ختم کرنے کے لیے، امیر و غریب کا فرق مٹانے کے لیے اور قبیلے کی بنیاد پر برتری اور فخر و مباہات کو ختم کرنے کے لیے یہ حکم نازل کیا۔ قرآن کریم میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔ (الحجرات- ۱۳)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (کنز الایمان)
معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قبائل اور خاندان میں پیدا اس لیے نہیں کیا کہ

لوگ اس کی بنا پر فخر و مباہات کریں اور ایک دوسرے پر اپنی برتری جتانیں، بلکہ اس کا صرف اتنا مقصد ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو پہچانیں۔ جب امیر و غریب سب ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا ہوئے، تو اس میں فخر کی کیا بات ہے؟ اس آیت سے معلوم ہوا کہ سماج کا ہر فرد اسلام کی نظر میں برابر ہے اور سب کو سماجی مساوات حاصل ہے۔

قانونی مساوات کا حق:

اسلام نے ریاست اسلامی کے شہریوں کو قانونی مساوات بھی دیا ہے۔ یعنی جو حقوق و فرائض امر پر لاگو ہوں گے، وہی غریب پر بھی لاگو ہوں گے اور جو سزا امیر کو دی جائے گی، وہی سزا غریب کو بھی دی جائے گی اور ان معاملات میں کسی کی سفارش مقبول نہیں ہوگی۔

روایتوں کے مطابق ایک بار ایک عورت نے چوری کی اور اسے حضور ﷺ کی بارگاہ میں لایا گیا، کسی نے کہا کہ یہ تو میری پھوپھی ہیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا:
”لو كانت فاطمة بنت محمد لقطعت يدها“۔ (البخاری۔

۳۲۸۸/۱۲۸۲)

ترجمہ: اگر وہ فاطمہ بنت محمد ہوتی تو بھی میں اس کے ہاتھ کاٹتا۔
اس سے معلوم ہوا کہ مجرم خواہ کوئی بھی ہو، اس کو اس کے جرم و گناہ کی سزا ضرور ملے گی۔

حصول انصاف کا حق:

جب اسلام کی آمد ہوئی، اس وقت ظلم و نا انصافی ہر جگہ تھی۔ ہر بڑا چھوٹے پر، امیر غریب پر اور بادشاہ اپنی رعایا پر ظلم کرتا تھا۔ جب کہ ہر انسان کو انصاف کا حق حاصل ہے، اس لیے اسلام نے ہر انسان تک انصاف پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں اللہ رب العزت نے عدل و انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن کی ایک آیت ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِثِينَ خَصِيمًا (المائدة- ۱۰۵)

ترجمہ: اے محبوب! بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے اور دعا والوں سے نہ جھگڑو۔ (کنز الایمان)

ایک اور آیت ہے:

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ۔ (الاعراف- ۲۹)

ترجمہ: تم فرماؤ! میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے۔ (کنز الایمان)

ان آیات سے ثابت ہوا کہ ہر شخص کو انصاف کا حق حاصل ہے اور کسی پر ظلم کرنا جائز نہیں۔ ظالموں کے لیے اللہ رب العزت نے سخت وعیدیں سنائی ہیں، تاکہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور عدل و انصاف کا حق سب کے لیے یقینی ہو جائے۔

آزادی کا حق:

حضور ﷺ کی بعثت سے قبل ساری دنیا طرح طرح کی بندشوں میں بندھی ہوئی تھی، کسی چھوٹے کو بڑوں کے خلاف بولنے کا حق حاصل نہیں تھا، غریب کو امیر کے خلاف شکوہ و شکایت کرنے پر پابندی تھی اور حکمران من مانی کرتا تھا۔ پھر جب اسلام آیا، تو اس نے لوگوں کو ہر قسم کا مساوات عطا کیا اور غریبوں کو امرا کے برابر لا کھڑا کیا، جس کے باعث لوگوں کو اظہار رائے اور افکار و غیرہ کی آزادی حاصل ہوئی، جس کو آج کی دنیا رفتہ رفتہ تسلیم کر رہی ہے۔

غلامی:

ایک زمانے سے ساری دنیا میں غلامی کا رواج تھا، مگر چند ہائیوں قبل بین الاقوامی سطح پر اس پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اس سے لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کا خاتمہ نہیں کیا، بلکہ اہل مغرب نے غلامی کا خاتمہ کیا۔ لہذا اہل مغرب ساری انسانیت کے لیے بہت بڑے محسن ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اسلام کی آمد ہوئی، تو

اس وقت ساری دنیا میں غلامی کا رواج تھا اور غلاموں کو بدتر مخلوق سمجھا جاتا اور ان پر ظلم کیا جاتا تھا، لہذا اس نظام کو یک لخت ختم نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس لیے اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے کی جگہ جگہ ترغیب دی، اس عمل پر بہت ثواب ملنے کا مژدہ سنایا، لہذا اس عمل سے غلامی کا اثر اور اس کا رواج دھیرے دھیرے کم ہوتا گیا اور غلاموں کی تعداد کم ہوتی رہی۔ آخر کار جب یہ نظام مکمل طور پر کمزور ہو گیا اور اس کو ختم کرنا ممکن ہو گیا، تو چند ہائیوں قبل اس پر پابندی عائد کر دی گئی۔ لہذا اس میں اہل مغرب کی کوئی فضیلت نہیں، یہ تو خالص پیغمبر اسلام ﷺ کا کارنامہ ہے کہ آپ نے چودہ سو سال پہلے ہی اس کی راہ دکھا دی تھی۔

اظہار رائے کی آزادی کا حق:

کسی بھی معاشرے میں عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے اظہار رائے کی آزادی بہت ضروری ہے۔ اس لیے اسلام نے مشورہ لینے کا حکم دیا، تاکہ سب لوگ آزادی کے ساتھ اپنی اپنی رائے ظاہر کر سکیں۔ قرآن کریم میں ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ (آل عمران- ۱۵۹)

ترجمہ: اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔ (کنز الایمان)

اور ایک دوسری آیت میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ۔ (الشوری- ۳۸)

ترجمہ: اور وہ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ (کنز الایمان)

ان آیات سے ثابت ہوا کہ معاشرے کے ہر فرد کو مجلس مشاورت میں اپنی رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ روایتوں کے مطابق ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مسئلہ بیان فرمایا، تو ایک عورت نے اعتراض کیا، تب حضرت عمر نے اپنے قول سے رجوع کر

لیا۔ معلوم ہوا کہ سامنے اگرچہ خلیفہ وقت ہی کیوں نہ ہو، اس کے خلاف رائے ظاہر کرنے کا حق سبھی کو ہے۔

تعلیم کا حق:

اسلام کی نظر میں تعلیم کی بڑی اہمیت ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن کے نزول کی ابتدا ہی پڑھنے پڑھانے سے ہوئی۔ اسلام نے عرب کے ناخواندہ لوگوں کو اتنا علم عطا کر دیا کہ آج ساری دنیا انھیں کی خوشہ چیں ہے۔

جنگ بدر میں کچھ مشرکین مکہ گرفتار ہوئے، تو پیغمبر اسلام ﷺ نے پڑھے لکھے مشرکین کا فدیہ یہ مقرر کیا کہ وہ مسلمانوں کے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں، تو انھیں آزاد کر دیا جائے گا۔ اس واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام تعلیم پر بہت زور دیتا ہے۔

میت کا حق:

آج کی متمدن دنیا صرف زندہ انسانوں کے حقوق کی بات کرتی ہے، مگر اسلام نے فوت شدہ انسانوں کے بھی حقوق واضح کیے ہیں، جیسے کہ ان کی تجہیز و تکفین کرنا، نماز جنازہ پڑھنا، تدفین کرنا، اس کی روح کو ثواب کا ہدیہ دینا اور انھیں خیر سے یاد کرنا وغیرہ۔ یہ ساری چیزیں اسلامی کتابوں میں مفصل مذکور ہیں۔

اجتماعی حقوق

والدین کے حقوق:

اسلام سے پہلے والدین کی کوئی عزت و تکریم نہیں تھی، صرف اولاد پیدا کرنا ہی ان کی ذمہ داری سمجھی جاتی تھی اور آج کی جدید مغربی تہذیب نے بھی ماں باپ کو بے دست و پا کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔ مگر اسلام نے والدین کی عظمت بیان کی، ان کی خدمت کو سعادت ابدی میں سے شمار کیا اور ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت بتایا، جس سے والدین کی عظمت اور ان کے حقوق کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا. (العنکبوت. ۸)

ترجمہ: اور ہم نے آدمی کو تاکید کی اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی۔

(کنز الایمان)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا. (النساء. 36)

ترجمہ: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ

بھلائی کرو۔ (کنز الایمان)

اس طرح کی بہت سی آیتیں ہیں، جو والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتی

ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ والدین کے حقوق کی بڑی اہمیت ہے۔

اولاد کے حقوق:

ایک صالح معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ اس کے افراد نیک و صالح ہوں اور نسل نو کی تربیت و نگہداشت خوش اسلوبی سے انجام دی جائے، تاکہ معاشرہ دیر تک قائم رہے۔ آج کی دنیا میں اپنی اولاد سے بے توجہی کا رجحان بڑھ رہا ہے، جس کی بنا پر نسل نو برائیوں میں گرفتار ہے۔ اسی لیے اسلام نے اپنی اولاد کی تربیت، تعلیم اور پرورش وغیرہ کی تعلیم لوگوں کو دی ہے۔ بچوں پر شفقت کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ بچے کی شخصیت نکھر جائے اور دنیا و دین کے لیے نفع بخش ہو۔ حدیث شریف میں ہے:

من لا یرحم لایرحم (البخاری. ۵۶۵۱. مسلم. ۲۳۱۸)

ترجمہ: جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، تو اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

اس حدیث شریف سے شفقت اولاد کی تاکید ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن

نے تربیت اولاد کے مختلف احکام و جابجا بیان کیے ہیں، جن سے اولاد کے حقوق کی وضاحت ہوتی ہے۔

شوہر کے حقوق:

بشریت کی اصل مرد ہے، کیوں کہ عورت اس سے پیدا کی گئی ہے۔ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، پھر ان میں سے ہی حضرت حوا کی تخلیق ہوئی۔ اس لیے مرد کو عورت پر یک گونہ فضیلت حاصل ہے۔ عورت پر مردوں کے کچھ حقوق ہیں، جیسے کہ قوام ہونا۔ قرآن کریم میں ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاصْبِرْ بُوهُنَّ فَإِنَّ أَطْعَمَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا (النساء: ۳۴)

ترجمہ: مرد افسر ہیں عورتوں پر، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے، تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں، خاوند کی حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو، تو انہیں سمجھاؤ اور انہیں الگ سلاؤ اور انہیں مارو، پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔ بے شک اللہ بلند بڑا ہے۔ (کنز الایمان)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شوہروں کے حقوق بڑی تفصیل سے بیان کیے ہیں۔

بیوی کے حقوق:

اسلام نے جس طرح شوہروں کے حقوق واضح کیے ہیں، اسی طرح شوہروں پر عورتوں کے حقوق کو بھی بیان کیا ہے۔ اسلام نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص عورت کے نان و نفقہ کی طاقت رکھتا ہے، تبھی اسے شادی کرنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیویوں کا خرچ وغیرہ شوہروں کے ذمے ہے۔ عورتوں کا ایک اہم حق ”مہر“ ہے۔ مگر آج لوگ اس میں غفلت برتتے ہیں۔ قرآن کریم نے مہر کے تعلق سے ارشاد فرمایا:

وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدَقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبَّنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا (النساء: ۴)

ترجمہ: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو، پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے تمہیں مہر میں سے کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچنا بستنا۔ (کنز الایمان)

اسی طرح جہاں اسلام نے بیوی کو شوہر کا پابند بنایا، اسی طرح عورتوں کو کچھ حقوق دے کر مردوں کو عورتوں کا پابند بنادیا ہے۔ تاکہ توازن قائم رہے۔

بیوہ کے حقوق:

اسلام سے قبل بیواؤں کا کوئی پرسان حال نہیں تھا، بیواؤں پر ظلم و ستم کیا جاتا تھا اور بیواؤں کی دوسری شادی نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے پیغمبر اسلام ﷺ نے متعدد بیوہ عورتوں سے شادی کر کے اس رسم بد کو ختم کیا اور انہیں معاشرے میں ان کا صحیح مقام عطا فرمایا۔ بیواؤں کے تعلق سے پیغمبر اسلام ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

الساعي على الارملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله او كالذي يصوم النهار ويقوم الليل (البخاری: ۵۶۶۰. مسلم: ۲۹۸۲)

ترجمہ: بیوہ اور مسکین کے لیے امدادی کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے، یا اس شخص کی مانند جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھے اور راتوں کو قیام کرے۔

اس حدیث میں پیغمبر اسلام ﷺ نے بیواؤں کی خبر گیری کی تاکید کی اور ایسے شخص کو مجاہد فی سبیل اللہ کا رتبہ دیا۔ اس سے بیواؤں کے حقوق کی ادائیگی کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

ورثہ کے حقوق:

پیغمبر اسلام ﷺ نے ورثہ کے ساتھ حسن سلوک، مروت و احسان کی تعلیم دی۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

انك ان تدع ورثتك اغنياء خير من ان تدعهم عالة يتكففون الناس في ايديهم (البخاری: ۲۵۹۱)۔

ترجمہ: اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ کر جاؤ، تو یہ انھیں غریب چھوڑ کر جانے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ورثہ کا خیال رکھنا ضروری ہے اور مرنے سے پہلے صدقہ کرنے سے بہتر ہے کہ مال چھوڑ دے۔ اس سے ورثہ کے حقوق کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

رشتہ داروں کے حقوق:

ہر شخص رشتے داروں سے انسیت و محبت رکھتا ہے۔ اس لیے اسلام نے رشتوں کی پاسداری کا حکم دیا اور رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ (النحل: ۹۰)

ترجمہ: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور رشتہ داروں کے دینے کا۔ (کنز الایمان)۔

پڑوسیوں کے حقوق:

اسلام نے پڑوسیوں کا رتبہ بہت بلند کیا ہے۔ عموماً پڑوسیوں کو محتاجی اور مالدار کی وغیرہ کے احوال خوب معلوم ہوتے ہیں، اگر کوئی فاقے سے ہو تو پڑوسی کو اس کی خبر ہو ہی جاتی ہے۔ اس لیے پڑوسیوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے اسلام نے پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کی بہت تاکید کی ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

ما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انه سیورثہ (البخاری: ۵۶۶۹)

ترجمہ: پڑوسی کے بارے میں جبریل علیہ السلام نے اتنی بار تاکید کی کہ مجھے لگا کہ اب وہ پڑوسی کو وارث بنادیں گے۔

یتیم کے حقوق:

اسلام نے یتیموں کے حقوق بھی متعین کیے ہیں۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللَّهَ

عَزِيزٌ حَكِيمٌ (البقرة: ۲۲۰)

ترجمہ: اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں، تم فرماؤ، ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر اپنا ان کا خرچ ملا تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈالتا۔ بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں اللہ رب العزت نے یتیموں کے حقوق کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ متعدد مقامات پر یتیموں کا مال کھانے پر وعیدیں سنائی گئیں، جن سے یتیموں کے حقوق کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

بے سہاروں کے حقوق:

ہر معاشرے میں کچھ لوگ محتاج اور مسکین ہوتے ہیں۔ اسلام نے ایسے لوگوں کی خبر گیری کی تاکید کی ہے۔ یہاں تک کہ صدقات و زکات وغیرہ کے اموال کے مصارف میں فقرا و مساکین بھی ہیں۔ اس سے مسکین کی حمایت اور مالی مدد وغیرہ کا پتہ چلتا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الساعي على الارملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله

(البخاری: ۵۶۶۰)

ترجمہ: بیوہ اور مسکین کے لیے امدادی کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔

مقروض کا حق:

اسلام کا معاشرتی نظام عدل و انصاف پر استوار ہے۔ اس لیے معاشی طور پر کمزور افراد کی خاص رعایت کی گئی ہے اور مقروض کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور مہلت دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من سره ان ينجيه الله من كرب يوم القيامة فلينفس عن معسر او يضع

عنہ (مسلم۔ ۱۵۶۳)

ترجمہ: جو چاہے کہ اسے روز قیامت کی تکالیف سے نجات ملے، تو اسے چاہیے کہ وہ تنگ دست لوگوں کو مہلت دے یا معافی۔ (کنز الایمان)

مسافر کا حق:

وہ مسافر جس کا توشہ ختم ہو چکا ہو، اس کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور زکوٰۃ و صدقات کے مال کے حق دار یہ بھی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

فَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الرہوم۔ ۳۸)

ترجمہ: تو رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو۔ یہ بہتر ہے ان کے لیے، جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور انھیں کام بنا۔ (کنز الایمان)

بیمار کا حق:

اسلام نے بیماروں کو بھی کچھ حقوق دیے ہیں، وہ یہ کہ لوگ ان کی عیادت اور خبر گیری کریں اور اسلام نے بیماروں کو دینی معاملات میں بہت چھوٹ دی ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ بیماروں کا بڑا خیال کرتے تھے۔ بیماروں کے بہت سے حقوق احکام کی صورت میں قرآن وحدیث میں جا بجا بیان کیے گئے ہیں۔ ایک آیت ہے:

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرْجٌ (الفتح۔ ۱۷)

ترجمہ: اندھے پر تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر مواخذہ۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں جہاد میں شریک نہ ہونے پر اندھوں، لنگڑوں اور بیماروں کو معذور رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ متعدد جگہوں پر بیماروں کو معذور سمجھ کر بہت سے احکام میں رخصت دی گئی ہے، جیسے وضو کے بجائے تیمم کرنا وغیرہ۔

مہمان کا حق:

اسلام نے مہمان کی خدمت و ضیافت کی بہت تاکید کی ہے۔ عرب میں اسلام کو بھیجے جانے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ عرب، ہزار ہائیوں کے ساتھ ساتھ مہمان نواز تھے۔ لہذا اسے اسلام نے بھی باقی رکھا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں:

اِذَا ارَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ خَيْرًا اَهْدٰى اِلَيْهِمْ هَدِيَّةً. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا تِلْكَ الْهَدِيَّةُ؟ قَالَ: الضَّيْفُ، يَنْزِلُ بِرِزْقِهِ وَيَرْتَحِلُ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَاهِلِ الْمَنْزِلِ (كشف الخفاء۔ ۱۹۶)۔

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی خیر چاہتا ہے تو ان کی طرف تحفہ بھیجتا ہے۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! وہ تحفہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: مہمان، جو اپنا رزق لے کر آتا ہے اور جب وہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ گھر والوں کو مغفرت عطا فرما دیتا ہے۔

یہ ہے مہمان کا رتبہ جس کو اللہ رب العزت بطور تحفہ بھیجتا ہے۔ مگر کچھ لوگ مہمان کی آمد پر ناک بھوں چڑھا لیتے ہیں، یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ ہمیں مہمان کی خدمت کرنی چاہیے۔

یہ انفرادی حقوق اور اجتماعی حقوق کا اجمالی بیان تھا۔ اسلام نے حقوق کی ایک اور تقسیم کی ہے، وہ یہ ہے:

(۱) حقوق اللہ (۲) اور حقوق العباد

حقوق اللہ جیسے عبادات وغیرہ۔ اگر کوئی حقوق اللہ میں کوتاہی کرتا ہے، تو اللہ رب العزت چاہے تو معاف کر دیتا ہے، ورنہ سزا دیتا ہے۔

حقوق العباد کی بہت زیادہ تاکید اسلام نے کی ہے۔ کیوں کہ جب تک متعلق شخص، جس کی حق تلفی ہوئی ہے، معاف نہ کر دے، اللہ رب العزت بھی معاف نہیں کرے گا۔ اس لیے حقوق العباد کی ادائیگی کا ہمیں خاص خیال رکھنا چاہیے۔

اسلام اور دیگر نظریات کا تقابلی جائزہ:

اسلام کا فلسفہ حقوق دیگر تمام نظامہائے حیات کے فلسفہ حقوق سے مختلف ہے، کیوں کہ اسلام ہی نے سب سے پہلے حقوق و فرائض کی بات کی اور معاشرے میں انھیں نافذ کیا۔ جب کہ دیگر نظریات نے اسلام ہی سے یہ فلسفہ اخذ کیا ہے۔

(۱) اسلام مطالبہ حق (Demand of Rights) کی بجائے، ایتائے حق (Fulfilment of Rights) کی تعلیم دیتا ہے۔ جب کہ دیگر نظریات کا کہنا ہے کہ ہم کو اپنے حقوق کی مانگ کرنی چاہیے۔ لہذا اسلام کا فلسفہ اس سے بہتر ہے۔

(۲) پیغمبر اسلام ﷺ نے حقوق کا ایسا نظام عطا کیا ہے، جہاں حقوق اور فرائض میں باہمی تعلق و تناسب پایا جاتا ہے۔

(۳) اسلامی نظام حقوق میں، حقوق و فرائض میں باہمی توازن پایا جاتا ہے، جب کہ دوسروں کے یہاں حقوق کے مقابلے میں فرائض براے نام ہیں۔ جیسے کہ اقوام متحدہ کے منشور میں ۲۵ یا ۲۶ دفعات حقوق کے لیے ہیں، مگر فرائض میں صرف ایک ہی کا ذکر ہے۔

(۴) اسلام نے، بعض امور کو، قانونی اور معاشرتی اہمیت کے پیش نظر ”حق“ نہیں، بلکہ فرض قرار دیا اور ان کی عدم ادائیگی پر سزا کی وعید بھی سنائی۔

(۵) اسلام نے حقوق و فرائض کو مذہب سے جوڑ دیا ہے، تاکہ ان کا نفاذ بدرجہ اتم ہو سکے، کیوں کہ انسان کو اپنے مذہب سے جذباتی لگاؤ ہوتا ہے۔ جب کہ غیروں نے مذہب کو ایک الگ شے بنا کر الگ خانے میں رکھ دیا، جس کی بنا پر حقوق کا نفاذ نہیں ہو پا رہا ہے۔

اختتامیہ:

اسلامی احکام کی رو سے ہم نے چند وہ اہم حقوق بیان کیے، جنہیں اسلام نے انسان کو عطا کی ہیں۔ ویسے تو قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں جا بجا حقوق و فرائض کا بیان

ہوتا ہے، کہیں ضمنی طور پر، تو کہیں واضح طور پر، مگر میثاق مدینہ اور خطبہ حجۃ الوداع میں پیغمبر اسلام ﷺ نے بالتفصیل حقوق و فرائض بیان کیے، جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل پیش کی۔ اسلام نے پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک، ہر مرحلے پر حقوق و فرائض کا ایسا نظام قائم کر دیا ہے، کہ ایک مسلمان ان پر عمل کر کے ساری زندگی پرسکون طور پر گزار سکتا ہے، ساتھ ہی ساتھ وہ اخروی زندگی میں بھی کامیاب ہوگا۔

اسلام نے حقوق کے نفاذ کے لیے ایک دوسرے کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ ایک چیز، جو ایک شخص کے لیے حق ہے، تو دوسرے کے لیے فرض منصبی، یعنی Duty۔ لہذا اس طور پر، جب ہر شخص اپنے فرض منصبی کو انجام دے گا، تو خود بخود دوسروں کے حقوق ادا ہو جائیں گے۔ مثال کے طور پر زوجین کے حقوق و فرائض یا والدین و اولاد کے حقوق و فرائض۔ ان میں سے ہر ایک کا حق دوسرے کے لیے فرض منصبی اور اس کا فرض منصبی، دوسرے کے لیے حق ہے۔ جیسے کہ اولاد کا حق یہ ہے کہ انھیں تعلیم دلوائی جائے اور والدین کا حق ہے کہ وہ انھیں تعلیم دلائیں۔ یوں ہی والدین کی عزت و تکریم ان کا حق ہے اور اولاد کے لیے ان کی عزت کرنا فرض منصبی۔ یہاں تک کہ پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ والدین کی رضامندی اللہ رب العزت کی رضامندی ہے اور والدین کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام کے حقوق و فرائض کا نظام اور ان کا ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہونا کتنا نتیجہ خیز ہے۔ یہی اسلام کی خوبیاں ہیں۔ جب کہ اقوام متحدہ کے نظام حقوق کی درماندگی ہم روز دیکھتے ہیں کہ ہر جگہ حقوق کی پامالی ہوتی رہتی ہے اور اقوام متحدہ دیکھتی رہ جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے نظام حقوق و فرائض کو ہم اپنی زندگی میں نافذ کر لیں، تو آج بھی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔

عالم اسلام کا موجودہ سیاسی اور سماجی منظر نامہ

ڈاکٹر افضل مصباحی

اسسٹنٹ، پروفیسر، شعبہ اردو فارسی، ڈاکٹر ہری سنگھ گوریو نیورٹی، ساگر

اکیسویں صدی مسلم دنیا کے لئے کئی طرح کے چیلنجز لے کر آئی ہے۔ امریکہ کے ٹوئن ٹاور پر حملے (9/11) کے بعد افغانستان اور عراق کی تباہی، پھر عرب اسپرنگ، بہار عرب، سبز انقلاب، رنج عربی یا الثورة العربیہ کے زیر اثر جو سیاسی اور سماجی منظر نامہ ابھر کر سامنے آیا ہے، وہ کسی بھی اعتبار سے عالم اسلام کے لئے خوش آئند نہیں ہے۔ اس انقلاب کی وجہ سے عالم اسلام میں دہشت گردی کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ الگ الگ ناموں سے دہشت گرد گروہ سامنے آرہے ہیں اور انسانیت کو لوہا نہ کر رہے ہیں۔ ان دہشت گردوں کی 'کارستانیوں' نے اسلام جیسے امن پسند آفاقی مذہب کو پوری طرح عالمی برادری کے سامنے مشکوک بنا دیا ہے، جس کی وجہ سے ایسے ممالک میں مسلمانوں کو بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور جہاں وہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے زیر اثر ہیں۔ اب ذرا تصور کریں اسلام نے جن چیزوں سے روکا اور جو باتیں اسلام میں ممنوع ہیں، وہ سارے ناجائز کام ان دہشت گردوں کے ذریعے انجام پا رہے ہیں، جنہوں نے اپنے اپنے گروہوں کا نام ایسے الفاظ میں رکھ لیا جو مسلمانوں یا اسلام سے مشتبہ ہوں۔ حالانکہ ایسے دہشت گردوں کا تعلق اسلام سے ہو ہی نہیں سکتا جو بے قصور انسانوں کے قتل کو کار خیر تصور کرتے ہوں۔ عرب اسپرنگ کے بہانے دہشت گردوں کو کھل کر خونیں کھیل کھیلنے کا موقع مل رہا ہے اور اسلام دشمن طاقتیں ایسے عناصر کی

سرگرمیوں کو ہوا دے رہی ہیں اور ان کے لئے اپنے خزانوں کا منہ بھی کھول رکھا ہے۔ اس اختصار کی تفصیل یہ ہے کہ بہار عرب سے متاثر ہونے والے ملکوں میں خاص طور پر تیونس، مصر، لیبیا، یمن، بحرین، شام، الجزائر، عراق، اردن، کویت، مراکش، سوڈان، موریتانیہ، عمان، سعودی عرب، فلسطین، مالی اور شمالی افریقہ وغیرہ کا نام آتا ہے۔ بہار عرب نے اولین چار ملکوں کے تاناشا ہوں کو اقتدار سے محروم کر دیا، لیکن ان ملکوں میں قائم ہونے والی نئی حکومتیں عوام کی امیدوں پر کھرا نہیں اتر سکیں۔ اس انقلاب کی وجہ سے تیونس، لیبیا، مصر اور یمن کے تاناشا ہوں کو اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑا، لیکن کیا ان ملکوں میں قائم ہونے والی حکومتیں اسلامی جمہوری اقدار کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہوئیں اور کیا وہاں کے لوگ اس انقلاب کے بعد امن و سکون کی زندگی بسر کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں! صرف تیونس کی حالت نسبتاً ٹھیک کہی جاسکتی ہے۔ ۱۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو یہاں کے صدر زین العابدین کے ۲۳ سالہ دور حکومت کا خاتمہ ہوا اور ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو ہوئے انتخابات میں 'النهضة' پارٹی کو کامیابی ملی۔ ۲۰۱۴ء میں ملک کا نیا آئین منظور کیا گیا۔ اس کے مطابق ملک میں صدر، وزیر اعظم، پارلیمنٹ، سول لاء کورٹ سسٹم، خواتین کے لئے لازمی حقوق وغیرہ کو منظوری دی گئی اور یہ بھی طے کیا گیا کہ ملک کے صدر کا مذہب اسلام ہوگا۔ اکتوبر ۲۰۱۴ء میں نئے آئین کے مطابق یہاں پہلا الیکشن ہوا۔ موجودہ صدر یحییٰ سعید الصبیہ ہیں۔ ۲۰۱۴ء سے وہ اس منصب پر ہیں۔ حبیب اسد وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہیں۔ تیونس کے علاوہ جتنے بھی ممالک ہیں وہاں عرب اسپرنگ کے منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ لیبیا میں جو جنگجو فذانی کونیست و نابود کرنے کے لئے استعمال کئے گئے تھے، انہوں نے ہی اس سے بھی زیادہ سفاکانہ طریقے سے امریکی سفیر اور دیگر عملہ کو نذر آتش کر دیا۔ ۲۳ اگست ۲۰۱۱ء کو لیبیائی رہنما کرنل معمر فذانی کی حکومت کا تختہ پلٹ ہوا، پھر اس کے بعد انہیں بہیمانہ طریقے سے قتل کر دیا گیا۔ اس دردناک واقعے نے عالم اسلام کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس کے بعد سے یہاں بم دھماکوں میں ہونے والی ہلاکتوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ فذانی کی موت کے بعد مغرب نے اس ملک کو چاروں طرف سے لوٹنا شروع کر دیا ہے۔ اس وقت عالمی طاقتوں

کے ذریعہ یہاں کے قدرتی ذخائر پر قبضہ جمانے کا سلسلہ جاری ہے۔ یہاں کے شہریوں سے انہیں کچھ بھی لینا دینا نہیں ہے، وہ جیسے یا میریں، کیا فرق پڑتا ہے؟

عرب اسپرنگ کے بہانے عراق اور شام میں آئی آئی الیس کے دہشت گردوں نے جو گھناؤنے کھیل کا سلسلہ جاری رکھا ہے، وہ سب کے سامنے ہے۔ صدام کے دور کا عراق اور موجودہ عراق دونوں کی تصویریں ملاحظہ فرمائیں، حقیقت سامنے آجائے گی۔ صدام کے دور کا عراق محفوظ، ترقی کی جانب گامزن، خوشحال اور ہر اعتبار سے موجودہ عراق سے بہتر تھا۔ یہی چیز اسلام دشمن طاقتوں کو اس نہیں آرہی تھی۔ چنانچہ جو کھیل ہوا، وہ سب کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ آج یہ سرزمین کسی کے لئے بھی محفوظ نہیں ہے۔ یہاں کے عام شہری تو مارے ہی جا رہے ہیں، دوسرے ملکوں سے آنے والے بھی محفوظ نہیں ہیں۔ شہید اسید الحق کی شکل میں ہندوستانی مسلمانوں نے بھی ایک بیش قیمت جوہر کھویا ہے، جب کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب یہاں بچے یتیم، عورتیں بیوہ اور والدین اپنی اولاد سے ہاتھ نہ دھوتے ہوں۔ یہاں مساجد کی بے حرمتی، مقدس مقامات کی پامالی اور مذہبی اعتبار سے با احترام جگہوں پر بم دھماکوں کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ صدام حسین اور عمر قذافی کے ساتھ نام نہاد مہذب قوموں نے جس درندگی کا مظاہرہ کیا، اس سے پوری دنیائے انسانیت شرمسار ہو گئی۔ اس معاملے کا شرمناک پہلو یہ ہے کہ دونوں مسلم رہنما اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں پھانسی پر چڑھائے اور قتل کئے گئے۔ مسلم دشمن قوموں کی خواہش پوری کرنے کے لئے اپنے ہی لوگوں نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کچھ ایسی ہی صورت حال کا سامنا مصر کے منتخب صدر محمد مرسی کو ہے۔

اس وقت مصر کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ 'بہار عرب' کے نتیجے میں جو جمہوری حکومت معرض وجود میں آئی تھی، وہ فوج کے ہتھے چڑھ گئی۔ یہاں فوج کے ہاتھوں جمہوری حکومت کے تختہ پلٹ اور منتخب حکومت کے سربراہ اور ملک کے صدر محمد مرسی اور ان کے ساتھیوں کو پھانسی کی سزا سنائی گئی ہے۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ اخوان المسلمین کے اراکین چن چن کر مارے جا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے، وہ اسلامی

اور جمہوری اقدار کے منافی ہے۔ ۱۱ فروری ۲۰۱۱ء کو حسنی مبارک کے ۳۰ سالہ دور حکومت کا خاتمہ ایک خوش آئند قدم تھا، لیکن اس کے بعد سے تادم تحریر یہاں کے حالات جس طرح آئے دن بدل رہے ہیں اور عالمی طاقتوں کی مداخلت کے نتیجے میں اقتدار پر قابض فوج کھپتی بنی ہوئی ہے، اس سے یہ ملک تیزی کے ساتھ تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ یہاں کے سیاسی قائدین کو ایک ایک کر کے ختم کیا جا رہا ہے اور جو سیاسی پارٹیاں سرگرم ہیں، ان کے خلاف شکنجہ کسا جا رہا ہے۔ ۲۰۱۱ء میں یہاں کے عوام نے انتہائی پر امید ہو کر ڈاکٹر محمد مرسی کے ہاتھوں میں ملک کا اقتدار سونپا تھا لیکن ان کی خواہشات پر فوج نے پانی پھیر دیا۔ عالمی طاقتوں کو عوام کی منتخب کردہ یہ حکومت ناگوار گزری۔ پھر کیا ہوا وہ نگاہوں کے سامنے ہے۔ جمہوری حکومت کا تختہ پلٹ دیا گیا اور صدر مرسی قید کر لئے گئے۔ یہ سب ان طاقتوں کے اشارے پر ہوا جو جمہوریت کا دم بھرتے ہوئے نہیں تھکتی ہیں۔ اس وقت یہاں کی صورت حال غیر یقینی ہے۔ کب کیا ہو جائے کوئی نہیں جانتا۔ محمد مرسی کب پھانسی پر لٹکا دئے جائیں، اس کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے اگر ایسا ہو گیا تو اس ملک کو مزید تباہی سے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی ہے۔

یمن کی حالت بھی اچھی نہیں ہے۔ ملک کی دارالحکومت صنعاء پر حوثی باغیوں کے ذریعہ قبضہ کے بعد سے یہاں کے حالات دھماکہ خیز بنے ہوئے ہیں۔ لاکھوں بچے سوئے تغذیہ (کپوشن) کے شکار ہو چکے ہیں۔ انہیں روزمرہ کے استعمال کی چیزیں دستیاب نہیں ہیں۔ یہاں جاری جنگ کو خلیج تعاون کونسل اور ایران کے درمیان جنگ کے طور پر دیکھا جا رہا ہے یہ جنگ حوثی باغیوں اور منتخب حکومت کے درمیان ہو رہی ہے۔ حوثی زیدی فرقے سے تعلق رکھنے والے شیعہ ہیں۔ انہیں سب سے زیادہ مخالفت کا سامنا القاعدہ اور دولت اسلامیہ کی طرف سے ہے۔ رواں سال مارچ میں دولت اسلامیہ نے حوثیوں کے حامیوں کی مساجد پر چار خودکش حملے کر کے سیکڑوں افراد کو ہلاک کر دیا تھا۔ حوثیوں کو سابق صدر علی عبداللہ صالح کی حمایت حاصل ہے، کیونکہ وہ موجودہ صدر کی حکومت جسے اقوام متحدہ کی حمایت حاصل ہے کو نا کام کرنا چاہتے ہیں۔ بیرونی مداخلت کی وجہ سے یہاں ہلاکتوں

کا سلسلہ دراز ہوتا جا رہا ہے۔ سعودی عربیہ کی طرف سے موجودہ صدر عبدالرب بن منصور ہادی کو ہر طرح کی مدد حاصل ہے، جب کہ حوثیوں کو ایران سے مدد ملنے کی بات کہی جا رہی ہے۔ بہار عرب کے دوران جنوری ۲۰۱۱ء میں یہاں کی راجدھانی صنعاء میں احتجاج شروع ہوا تھا اور جلد ہی صدر عبداللہ صالح کو اقتدار کی منتقلی کا فیصلہ لینا پڑا، جس کے بعد ۲۱ فروری ۲۰۱۲ء کو صدر اتقی لیکشن ہوا اور عبدالرب بن منصور الہادی کا میاب ہوئے۔ الوداعی تقریب میں صالح نے عوام سے معافی مانگ لی تھی۔ پھر ہادی نے ذمہ داری سنبھالی۔ اس وقت یہاں جاری جنگ کا آغاز حوثیوں کے ذریعے راجدھانی صنعاء پر قبضہ کرنے کے بعد ہوا ہے۔ باغیوں نے امریکی حمایت یافتہ صدر عبدالرب بن منصور الہادی کو بے دخل کر دیا تھا اور وہ سعودی عربیہ بھاگ گئے تھے۔ یمن کی اس جنگ میں حوثی، قبائل، سعودی عربیہ، ایران، خلیجی ممالک، القاعدہ اور دولت اسلامیہ سب شامل ہیں۔ یہاں جاری جنگ کو مسلکی رنگ دینے کی بھرپور کوشش جاری ہے۔ حالانکہ سچائی یہ ہے کہ یہاں سے ہر ایک کے اپنے اپنے مفادات جڑے ہوئے ہیں۔ لڑائی کی اصل جڑ بیرونی مداخلت ہے۔ حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ امریکہ اور برطانیہ اپنے اپنے سفارتخانے بند کر چکے ہیں اور خلیجی ممالک نے اپنے سفارتخانوں کو جنوبی شہر عدن منتقل کر دیا ہے۔ گزشتہ دنوں سعودی عربیہ کے ایک حملے میں متحدہ عرب امارات کے ایک درجن سے زائد فوجی مارے گئے تھے۔ پچھلے پانچ ماہ کی لڑائی کے دوران ۴ ہزار سے زیادہ افراد ہلاک اور ۱۹۸۰۰ زخمی ہو چکے ہیں۔ ۸ ستمبر ۲۰۱۵ء کو سعودی عرب کے ایک حملے میں ۲۰ ہندوستانی شہریوں کی موت کی خبر بھی آئی تھی۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس ملک پر بہار عرب کا کتنا منفی اثر ہوا ہے۔ مستقبل قریب میں یہاں امن کے امکانات معدوم ہیں۔ اگر جنگ کا سلسلہ مزید آگے بڑھتا ہے تو ایران اور سعودی عربیہ کے مابین کشیدگی بڑھے گی اور نتیجہ کے طور پر مسلم دنیا میں بے چینی کا ماحول ہوگا، اس لئے کہ یہ دو ممالک ایسے ہیں جو مسلم ملکوں میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی پالیسی کے اثرات عالم اسلام میں ہر جگہ دکھائی دیتے ہیں۔

اس حقیقت سے دنیا بخوبی واقف ہے کہ سعودی عربیہ، کویت، قطر، بحرین اور

متحدہ عرب امارات وغیرہ کے حکمرانوں کی دوستی امریکہ سے ہے۔ ظاہر ہے اس کا مطلب امریکہ کی ہاں میں ہاں ملانا اور عوام کی خواہشات کو نظر انداز کر کے اسلام دشمن طاقتوں کو ہر طرح سے تعاون کرنا ہے۔ یہ ان کی مجبوری ہے، اسی لئے وہ امریکہ کے ہر جائز و ناجائز کام میں ساتھ دینے کے لئے بسر و چشم تیار رہتے ہیں۔ لے دے کر شام اور ایران ہی دو ایسے ممالک ہیں، جو کبھی کبھی فلسطین کی حمایت میں کچھ بولنے کی جرأت کرتے ہیں۔ شام میں ۲۰۱۱ء سے جو تباہی مچائی جا رہی ہے اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے۔ سعودی عربیہ سمیت امریکہ کے اتحادی ملکوں نے شام کے باغیوں کو بڑے پیمانے پر سہولتیں بہم پہنچائی ہیں اور نتیجہ کے طور پر یہاں جو خونیں کھیل ہو رہا ہے، جس سے پوری دنیائے انسانیت شرمسار ہو رہی ہے۔ بشار الاسد کو برطرف کرنے کی تمام سازشیں ناکام ہونے کے بعد اس ملک کو دوسرے طریقے سے تباہ و برباد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے اور اسلام دشمن طاقتیں پوری قوت کے ساتھ اس میں مصروف عمل ہیں۔ خلیجی ممالک کے کئی تانائشاہ شام کے خلاف نبرد آزما باغیوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ انہیں اس کا بخوبی اندازہ ہے کہ اگر سرمو انحراف سے کام لیا اور امریکہ و برطانیہ کے عزائم کو چیلنج کرنے کی کوشش کی تو جو حشر صدام، قذافی اور مرسی کا کیا گیا ہے، وہی حشر ان کا بھی کیا جائے گا۔ شام میں حکومت اور باغیوں کے درمیان جو جنگ جاری ہے، اس میں سب سے زیادہ نقصان بے قصور شہریوں کا ہو رہا ہے۔ بے گھر افراد بہت تیزی کے ساتھ نقل مکانی پر مجبور ہیں۔ کمسن بچوں پر اس جنگ کا اثر صاف دکھائی دے رہا ہے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ یہ آخر کیا ہو رہا ہے۔ خطرناک سمندری راستوں سے جو شہری نقل مکانی پر مجبور ہو رہے ہیں، ان کی بڑی تعداد ڈوب کر ہلاک ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی ایک سانحہ میں گزشتہ دنوں ایک تین سالہ بچے کا سمندر میں ڈوب کر ساحل پر پہنچنے کا واقعہ سامنے آیا، جس نے عالم انسانیت کو گھنہ چھوڑ کر رکھ دیا۔ یورپی ممالک اس سانحے کی وجہ سے بیک فٹ پر آ گئے، جس کے بعد کچھ یورپی ملکوں نے مہاجرین کے لئے اپنے اپنے ملکوں کے دروازے محدود طور پر کھول دیے ہیں۔ اس کے باوجود امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک بشمول سعودی عربیہ اور اسرائیل کوشاں ہیں کہ طاقت کے بل پر بشار الاسد کی حکومت

کا تختہ پلٹ دیا جائے، لیکن روس، چین، ایران، برازیل اور جنوبی افریقہ کی وجہ سے ایسا نہیں ہو پا رہا ہے۔ شام کے حوالے سے سلامتی کونسل کی قراردادوں کو روس اور چین ویٹو کرتے آئے ہیں اور مستقبل میں بھی اس امر کا کوئی امکان نہیں ہے کہ وہ اپنی پالیسی میں کوئی تبدیلی لائیں گے، کیونکہ شام میں باغیوں کی کامیابی کے بعد خطے میں طاقت کا توازن بگڑنے کا امکان ہے، جس کے بعد چین اور روس دونوں مشرق وسطیٰ میں باغیوں اور مغربی ممالک کے اتحادی حکمرانوں کے مرہون منت ہوں گے، فلسطینی اٹھارتی اور لبنان میں بھی ان کا اثر ختم ہو جائے گا۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ جو طاقتیں یہاں بشار الاسد کی حکومت کا تختہ پلٹنا چاہتی ہیں، ان کے مفادات الگ ہیں اور جو ممالک بشار الاسد کے ساتھ کھڑے ہیں، ان کے مفادات بھی الگ ہیں۔ دونوں خیمے اپنے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے کوشاں ہیں، کسی کو بھی اس ملک سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ یہاں کس طرح شہریوں کو امن و سکون کی زندگی میسر ہو، اس کی بات کرنے کے لئے کوئی بھی فریق تیار نہیں ہے۔ ایک طرف امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک بے تحاشہ اسلحے اور روپے پیسے باغیوں کو دے رہے ہیں تو دوسری طرف روس بھی شام کی فوجی مدد کے لئے تیار کر رہا ہے۔ مطلب واضح ہے کہ آنے والا وقت شام کے لئے اور بھی خطرناک ہونے جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہلاکتوں کا سلسلہ دراز ہو رہا ہے اور سردست اس سنگین صورت حال کے حل کوئی امید نظر نہیں آ رہی ہے۔

رہی بات ایران کی تو گزشتہ دنوں اس پر اقتصادی پابندی کی گرہ اتنی مضبوط ہو چکی تھی کہ اسے ایٹمی معاملے پر امریکہ کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ گرچہ ایران یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ اس نے جھک کر کسی طرح کا سمجھوتہ نہیں کیا ہے، لیکن ایران کی مجبوریوں نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اس کے باوجود ایران کے اس معاہدے سے اسرائیلی خیمے میں مایوسی چھائی ہوئی ہے، سعودی عربیہ بھی ناخوش ہے۔ اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایران اپنے قومی مفادات کو بہت زیادہ نقصان پہنچائے بغیر اس سمجھوتے کی طرف آگے بڑھا ہے۔ اس کے بدلے امریکہ اور یورپ سمیت کئی ملکوں میں ایران کے لئے راہیں آسان ہو رہی ہیں اور ہندوستان کے ساتھ بھی تجارتی سرگرمیوں میں تیزی آنے کی امید

ہے۔ ظاہر ہے اس سے ایران مضبوط ہوگا اور فلسطین کی حمایت کرنے والا ایک ملک اگر طاقتور ہوتا ہے تو اسے خوش آئند ہی کہا جاسکتا ہے۔ ایسے فلسطین کے ساتھ کچھ یورپی ملکوں کی سوچ میں تبدیلی آ رہی ہے۔ امریکہ نے بھی کچھ نرم رویہ اختیار کیا ہے۔ حال ہی میں مسجد اقصیٰ میں اسرائیلی فوج کی کارروائی کی امریکہ نے شدید مذمت کی ہے۔ اب اس تبدیلی کی ایک وجہ ایران ہو یا کوئی اور، البتہ جس طرح اقوام متحدہ میں فلسطین کے ایشیوپراسرائیل کومننہ کی کھانا پڑی اور فرانس و جرمنی نے فلسطین کے ساتھ نرم رویے کا اظہار کیا ہے، اس سے کچھ مثبت اشارے تو مل ہی رہے ہیں، لیکن بہت زیادہ پرامید ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ جب وقت آئے گا تو 'الکفر ملة واحدة' کے پیش نظر وہ سب ایک پلیٹ فارم پر آجائیں گے اور مسلم دنیا الگ تھلگ نظر آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں نکالا جاسکتا کہ مستقبل قریب میں فلسطین مسئلہ کا حل نکل آئے گا۔ خطے میں جن طاقتوں کے اپنے مفادات ہیں، وہ کبھی نہیں چاہیں گی کہ یہ مسئلہ حل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی کنارہ، غزہ پٹی وغیرہ کا علاقہ بارود کے ڈھیر پر کھڑا ہے اور اسرائیل جب چاہتا ہے فلسطینیوں کو اپنے مظالم کا شکار بنا لیتا ہے۔

سعودی عربیہ کا تذکرہ ماسبق میں کئی حوالوں سے ہو چکا ہے۔ عالم اسلام کے سیاسی اور سماجی حالات کی تبدیلی میں اس کا بڑا دخل رہتا ہے۔ مسلم ملکوں میں یہ امریکہ اور مغرب کا سب سے بڑا حامی ہے۔ اسے اس کی مجبوری کہیں یا کچھ اور، البتہ امریکہ اور اتحادی ملکوں کی تمام سرگرمیوں میں وہ برابر کا شریک رہتا ہے۔ یہاں کے عام شہری شاہی خاندان سے حد درجہ خوفزدہ ہیں۔ کسی کی ہمت نہیں کہ وہ شاہی حکمرانوں کے خلاف زبان کھولنے کی جرأت کر سکے۔ وہ گھٹن کی زندگی جینے پر مجبور ہیں۔ ابھی حال ہی میں یہاں سوشل سائنس پر پابندی کا فیصلہ بھی لیا گیا ہے۔ یہاں کے تانا شاہ کو لگتا ہے کہ سوشل سائنس پر جو لوگ سرگرم ہیں، وہ عوام الناس کو ان کے خلاف متحد کر سکتے ہیں اور نتیجہ کے طور پر ان کا حشر بھی صدام، حسنی مبارک اور قذافی وغیرہ کی طرح ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حفظ ما تقدم کے طور پر شاہی حکومت کی طرف سے تمام طرح کے احتیاطی اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ اب ذرا غور فرمائیں، ایک طرف پوری دنیا کے مسلمان بشمول سعودی باشندے امریکہ کو اس کی

اسلام دشمن پالیسیوں کی وجہ سے پسند نہیں کرتے، تو دوسری طرف شاہ سلمان اور شاہی خاندان کے دوسرے افراد امریکہ کے غلام بنے بیٹھے ہیں اور شام، یمن، بحرین و عراق وغیرہ میں امریکی کارروائیوں میں اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم دنیا میں جتنی نفرت امریکہ سے کی جاتی ہے، اتنی ہی نفرت سعودی عربیہ سے بھی کی جانے لگی ہے۔ عالم اسلام کے حوالے سے جب امریکی مظالم کا تذکرہ ہوتا ہے تو سعودی عربیہ کا کردار اپنے آپ سامنے آ جاتا ہے۔ سعودی عربیہ کے اہل تشیع خاص طور پر شاہی خاندان سے نفرت کرتے ہیں اور ماضی میں وہ محدود پیمانے پر ہی سہی احتجاج بھی کر چکے ہیں۔ اہل تشیع سعودی حکومت کی پالیسیوں کے خلاف سمتا، جزان، ریاض، قطیف، جدہ، حنوف اور تبوک جیسے شہروں میں احتجاج کر چکے ہیں، لیکن ان کی آواز بلند ہونے سے پہلے ہی پوری طرح دبائی جا چکی ہے۔ جہاں جہاں مظاہرے ہوئے وہاں وہاں بڑے پیمانے پر گرفتاریاں ہوئیں، لیکن عالمی برادری خاموش تماشائی بنی رہی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ عالمی برادری کا مطلب امریکہ ہے اور وہ آل سعود کی تانناشاہیت کو ہر ممکن بچانے کے حق میں ہے۔ امریکہ یہ کام اس وقت تک کرتا رہے گا جب تک اس کے مفادات یہاں سے وابستہ رہیں گے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ عالم اسلام کو جو مسائل درپیش ہیں، ان میں سعودی عربیہ کا بڑا دخل ہے، تو شاید غلط نہ ہو۔ عراق، شام، لیبیا، افغانستان، پاکستان اور کشمیر وغیرہ کے دہشت گردوں کو سعودی عربیہ کی طرف سے مدد کی بات اکثر کی جاتی ہے۔ عالم اسلام کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے میرا ماننا ہے کہ خادم حرمین شریفین شاہ سلمان اگر آہستہ آہستہ ہی سہی ملک کو اسلامی جمہوریت کی طرف لے جاتے ہیں اور عام لوگوں کو حکومت میں شریک کرتے ہیں تو شاید اس ملک کے لئے اور خود اس خاندان کے لئے بھی خوش آئند ہو۔ عالم اسلام میں بھی اس کا ایک اچھا پیغام جائے گا اور امریکہ کے ہر جائز و ناجائز کاموں کی حمایت سے بھی بچا جاسکے گا۔

عرب ممالک سے نکل کر پاکستان اور افغانستان کے حالات کو دیکھیں تو یہاں بھی ہر طرف مایوسی کا عالم ہے۔ آئے دن کے بم دھماکوں اور قتل و غارت گری کے واقعات

سے ان ملکوں میں بھی لوگ اپنے آپ کو محفوظ تصور نہیں کرتے ہیں۔ افغانستان کو برباد کرنے میں امریکہ نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی اور پاکستان خود کو برباد کرنے پر آمادہ ہے۔ جس طرح دونوں ملکوں میں دہشت گردوں کی تعداد تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے، یہ تشویشناک ہے۔ پاکستانی دہشت گردوں نے گزشتہ دنوں اسکول میں گھس کر بڑی تعداد میں کم سن بچوں کو ہلاک کیا، اس سے ان درندہ صفت دہشت گردوں کی اصل صورت دنیا کے سامنے آ گئی۔ آخر یہ لوگ کس اسلام کے ماننے والے ہیں؟ کیا اسلام میں اس طرح کی گھونٹی حرکت کی اجازت ہے؟ کیا اسلام نے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت دی ہے؟ مذکورہ دونوں ملکوں میں گرچہ عوام کی منتخب کردہ حکومت ہے، لیکن عملی طور پر یہ حکومتیں دہشت گردوں اور عالمی طاقتوں کے سامنے اپنے آپ کو بے بس تصور کر رہی ہیں اور نتیجے کے طور پر یہاں کے حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں، جس کا فائدہ اسلام دشمن طاقتیں اٹھا رہی ہیں۔

ہندوستان کے مسلمان بھی سیاسی اور سماجی طور پر حاشیے پر ہیں۔ گزشتہ دنوں مسلم مجلس مشاورت کے ایک پروگرام میں نائب صدر جمہوریہ حامد انصاری نے پہلی مرتبہ ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ ہندوستانی مسلمان حاشیے پر ہیں اور ان کے لئے حکومت سنجیدہ نہیں ہے۔ خود نائب صدر جمہوریہ حامد انصاری تک کو کئی بار فرقہ پرستوں نے تنقید کا نشانہ بنایا۔ آئے دن ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات سے مسلمان نفسیاتی طور پر خوفزدہ ہیں۔ پارلیمنٹ سے لے کر اسمبلی اور دیگر سرکاری اداروں میں مسلمانوں کی گھنٹی تعداد ناگفتہ بہ صورت حال کو پہنچ چکی ہے۔ تعلیمی اداروں میں مسلم طلبہ و طالبات کا گھٹنا سبب بھی تشویشناک ہے۔ اس درمیان ایک امید کی کرن نظر آئی ہے کہ آزادی کے بعد پہلی مرتبہ 30 سال سے زائد مسلم طلبہ نے سول سروس کے امتحان میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کامیابی میں سب سے اہم کردار جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی نے ادا کیا ہے۔ اگر اسی طرح دوسرے مسلم ادارے بھی کوشش کریں تو بعید نہیں کہ سرکاری اداروں میں مسلمانوں کی نمائندگی مزید بڑھے۔ اگر جامعہ ملیہ اسلامیہ تعلیم کے دوسرے شعبوں کے علاوہ سول سروس کی طرف بھی توجہ دے سکتی ہے تو دوسرے مسلم تعلیمی اداروں کو بھی الگ الگ شعبوں کی طرف

توجہ دینا چاہئیں، تاکہ سرکاری اداروں میں مسلمانوں کی نمائندگی کا گراف بڑھ سکے اور احساس محرومی کے شکار مسلمانوں کو اس سے نکلنے میں مدد مل سکے۔

میرے تجزیے کے مطابق 'بہار عرب' کے بہانے عالم اسلام میں دہشت گردی کا جو ماحول بنایا گیا اور اس کے خاتمہ کے نام پر جس طرح کی کارروائیاں کی گئیں انہیں سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ کہا جاسکتا ہے۔ یہ سازش بعینہ اس سازش کی طرح ہے، جس کے تحت ایران، عراق کی جنگ کرائی گئی، اس کے بعد عراقی فوج کے ذریعہ کویت پر حملہ کرایا گیا، پھر امریکہ نے کویت کے تعاون سے عراق پر خطرناک فضائی حملے کر کے اسے کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔ اس کی ایک اور مثال طالبان کی شکل میں دی جاسکتی ہے۔ سویت یونین کی فوج کو شکست دینے کے لئے طالبان کو امریکہ نے پیدا کیا، پھر افغانستان میں طالبان کی حکومت کو ورلڈ ٹریڈ ٹاور پر حملے کی سازش رچنے کا بہانہ بنا کر تباہ کر دیا، جب کہ اس الزام کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس میں تو صیہونیوں کا ہاتھ تھا۔ اس وقت یہاں (افغانستان میں) امریکہ کی کٹھپتلی سرکار چل رہی ہے۔ آپ دیکھیں بہار عرب کے ذریعہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے ایک طرف اپنے دشمنوں کو ٹھکانے لگا دیا تو دوسری طرف خطے کے حکمرانوں کو بھی اپنی اوقات میں رہنے کا سبق پڑھا دیا۔ مصر میں معاملہ تھوڑا ٹریک سے الگ جاتا دکھا تو اس پر فوج مسلط کرادی گئی۔ اس طرح اس وقت تمام خلیجی ممالک اور پورا عالم اسلام مغرب کے شکنجے میں ہے۔

عالم اسلام میں دہشت گردانہ کارروائیوں کی وجہ سے مشرق وسطیٰ اسلحہ کی سب سے بڑی منڈی کی شکل میں سامنے آیا ہے اور آئندہ دس برسوں میں یہاں 110 ارب ڈالر کے اسلحہ کی فروخت کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ خلیجی ممالک بالخصوص سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے اسلحہ کی خریداری کے کئی ریکارڈ توڑ دئے ہیں۔ بیشتر اسلحے امریکہ اور یورپ سے خریدے گئے اور اسرائیل بھی اپنا الوسیدھا کرنے میں کامیاب رہا۔ خطے کے مسلم ممالک کو ایران کا خطرہ بتا کر زیادہ سے زیادہ اسلحے فروخت کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ ایران کا جوہری معاہدہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے۔ ایران کے جوہری

معاہدے سے سعودی عربیہ اور خطے کے دیگر ممالک کو محسوس ہونے لگا ہے کہ یہاں طاقت کا توازن بگڑ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ کا یہ قدم بھی منصوبہ بند سازش کا حصہ ہے۔ ورنہ غور کریں امریکہ کی آنکھوں میں سب سے زیادہ کھٹکنے والا ملک ایران اچانک معاہدہ کی میز پر آکر بیٹھ گیا اور اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔ امریکی پارلیمنٹ میں اختلاف رائے کے باوجود صدر اوباما نے کہا ہے کہ ایران کے ساتھ معاہدے کو ہر حال میں حتمی شکل دی جائے گی۔ یہ ایک نفسیاتی حملہ ہے، جو امریکہ نے عالم اسلام کے دوسرے ملکوں پر بالواسطہ طور پر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا اثر ابھی سے نظر آنے لگا ہے۔ سعودی عربیہ اور دوسرے ممالک اسلحہ کی خریداری میں جو سرمایہ لگا رہے ہیں، وہ اسی کا نتیجہ ہے۔ عالم اسلام کے لئے ایک بڑا خطرہ 'داعش' اور 'آئی ایس آئی ایس' کی شکل میں سامنے آیا یا پیدا کیا گیا ہے۔ القاعدہ، طالبان، لشکر طیبہ، حزب المجاہدین، بوکو حرام اور اب 'داعش' اور 'آئی ایس آئی ایس'! یہ سارے دہشت گرد گروہ منظم سازش کی پیداوار ہیں اور ان کی دہشت گردانہ کارروائیوں کو ختم کرنے کے بہانے اقتصادی فائدے حاصل کئے جا رہے ہیں۔ حیرت انگیز طور پر عالمی برادری کی توجہ اس جانب بنائے رکھنے کے لئے زور و شور سے میڈیا کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ 'آئی ایس آئی ایس' کے خلاف علماء کی طرف سے فتویٰ جاری ہونے کے باوجود اسے مسلمانوں سے جوڑ کر دیکھا جا رہا ہے، جب کہ علماء کرام واضح لفظوں میں کہہ چکے ہیں کہ بے گناہ لوگوں کو مارنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ ایسے لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے ہیں۔ ان کارروائیوں کو کسی بھی اعتبار سے اسلام سے جوڑ کر دیکھنا غیر مناسب ہے۔

عالم اسلام کے سیاسی اور سماجی منظر نامہ پر گفتگو کی جائے اور تہذیبوں کے تصادم کو زیر بحث نہ لایا جائے تو شاید موضوع سے انصاف نہیں ہو سکتا ہے۔ سچائی یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں جہاں جہاں تنازعات ہو رہے ہیں، ان کے پیچھے تہذیبوں کے تصادم کا بڑا دخل ہے۔ اس کی بنیاد قوموں کی ثقافتی اور مذہبی شناخت ہے۔ تہذیبوں کے تصادم کی اس تھیوری میں دنیا کی چند بڑی تہذیبوں کے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرانے کا ذکر کیا جاتا ہے، جن میں تصادم کا خطرہ مغربی اور اسلامی تہذیبوں کے درمیان ہے۔ جنگ

عظیم دوم کے بعد اقوام متحدہ کا وجود عمل میں آیا تھا، لیکن اس بین الاقوامی ادارے کی بنیاد بھی انصاف کی بجائے 'نظم' پر رکھی گئی۔ ایک ایسا نظم جس میں جنگ عظیم دوم کی فاتح بڑی قوموں کو اختیار حاصل ہے کہ وہ دنیا پر جس طرح چاہیں حکمرانی کریں۔ اس وقت دنیا کو جس بین الاقوامی بندوبست کے ذریعہ چلایا جا رہا ہے، بڑی تیزی سے رونما ہونے والے حالات و واقعات کی روشنی میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ نظم بہت زیادہ دنوں تک چلنے والا نہیں ہے۔ اپنے مفادات کے لئے کئی ملکوں کو تباہی کے دہانے تک پہنچانے کا عمل خطرناک شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اس وقت جس نظام کے تحت دنیا چلائی جا رہی ہے، اس میں امریکہ، برطانیہ، فرانس اور روس کا اہم رول ہے۔ یہ سب ایک تہذیبی دھارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے برخلاف ایک دوسرا تہذیبی دھارا مسلم تہذیب سے وابستہ ہے، جو بڑی تیزی سے مغربی تہذیب کو چیلنج کرنے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ مغربی تہذیب کو چیلنج کرنے والی اسلامی تہذیب بھی بری طرح تخریبی سرگرمیوں سے دوچار ہے۔ مسلم ملکوں میں مسلم تحریکیں روایتی ریاست اور موجودہ طرز ہائے حکومت کو چیلنج کر رہی ہیں۔ جنوبی ایشیا میں پاک اور افغان طالبان، وسطی ایشیا میں ازبک اور چیچن تحریکیں، مشرق وسطیٰ میں داعش، افریقہ میں الشباب اور بوکو حرام اور تمام مسلم ملکوں میں موجود القاعدہ تہذیبوں کے تصادم کے درمیان نئی تبدیلیوں کو جنم دے رہی ہیں۔ اس پورے تناظر میں اہل سنت و جماعت (صوفی مسلک) کے لوگ کہیں نظر نہیں آ رہے ہیں۔ حالانکہ تبدیلی کے اس دور میں تصوف کی راہ پر گامزن لوگ بڑا کردار ادا کر سکتے ہیں اور عالم اسلام ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں جو دہشت گردی اور جنگ کی حالت بنی ہوئی ہے، اس سے انسانیت کو نکال سکتے ہیں، اس لئے کہ تصوف کی منزل پر آکر دیگر مذاہب کے ماننے والے بھی نرم رخ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، لیکن اس کے لئے منظم اور منصوبہ بند طریقے سے کام کرنے کی ضرورت ہے، جو لوگ تشدد کی راہ پر چل رہے ہیں انہیں اس عمل سے کس طرح روکا جائے، اس کے لئے لائحہ عمل تیار کریں، جدید میڈیا اور ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے ہم اپنی بات لوگوں تک پہنچائیں اور عملی اقدامات کریں۔ اگر ایسا کچھ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو ہم ایک

پل کا کام کر سکتے ہیں اور کنگ میکر کی شکل میں سامنے آ سکتے ہیں، جس کی دنیا کو ضرورت ہے۔ اس وقت کی صورت حال یہ ہے کہ مغرب میں اسلام مخالف طاقتیں تیزی کے ساتھ منظم ہو رہی ہیں۔ ہالینڈ میں اسلام مخالف نئی سیاسی تحریک، جرمنی میں اسلام کے خلاف شدید مظاہرے، سویڈن میں ہوئے مسجدوں پر حملے، ڈنمارک اور فرانس میں شائع ہوئے گستاخانہ خاکے، امریکہ میں ٹیری جونز کی ناپاک حرکت، اسی ملک میں 'محمد آرٹ ایگزیشن' میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متنازعہ خاکوں کی نمائش، امریکہ کی طرف سے کئی ایک مسلم ملکوں پر مسلط کی گئی خونی جنگیں، فرانس میں مسلم خواتین کے حجاب پر پابندی، برطانیہ میں مسلم طلبہ و طالبات کے روزہ رکھنے پر پابندی، میانمار سے مسلمانوں کو منصوبہ بند طریقے سے نکالنے کی کارروائی، یہ سارے واقعات اسی تصادم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ تہذیبی تصادم کے اس دور میں ہندو کا رول بھی اہمیت کا حامل ہے۔ پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تہذیبوں کے اس تصادم میں چین کا کردار بھی مسلم دشمنی کی شکل میں سامنے آئے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چین کو اس وقت جس واحد اندرونی بغاوت کے مسئلے کا سامنا ہے اس کا تعلق بھی مسلم جنگجوؤں سے ہے۔ یہاں گزشتہ دنوں مسلمانوں کے روزہ اور نماز پر پابندی لگا کر اس نے اپنی ذہنیت کا پتہ دے دیا ہے۔ ظاہر ہے عالم اسلام کا یہ سیاسی اور سماجی منظر نامہ خود مسلمانوں کے حق میں نہیں ہے اور اس کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ مسلم حکمرانوں نے ذاتی مفاد کے لئے جس طرح قومی اور ملی مفاد کو پس پشت ڈال دیا ہے، اس کے منفی نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ عام مسلمانوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اندرونی جھگڑوں سے پیچھا چھڑائیں اور اتحاد کا ثبوت دیتے ہوئے اسلام دشمن طاقتوں کی سازش کا منصوبہ بند طریقے سے جواب دینے کی کوشش کریں۔ عالم اسلام امن کا قیام اشد ضروری ہے۔ اس کے لئے مسلمان اپنے اپنے طور پر کوشش کریں۔ اسی میں امن عالم کا بھی راز مضمر ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کے چند اہم عصری ادارے تعارف و تجزیہ

ڈاکٹر محمد سجاد عالم رضوی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ، پریسیڈنسی یونیورسٹی، کولکاتا

اس موضوع پر گفتگو سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے درمیان پائی جانے والی لسانی، علاقائی، طبقاتی اور مسلکی تنوعات کو عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان تنوعات کے اعتبار سے تعلیم اور معیشت کے لحاظ سے قوم مسلم کے افراد میں کافی اختلافات موجود ہیں۔ کسی علاقے کے مسلمانوں میں شرح خواندگی کچھ حد تک بہتر ہے تو دوسرے علاقوں میں اس سے کم، کوئی برادری تجارت و معیشت میں ترقی کی راہ پر گامزن ہے تو کوئی اقتصادی بدحالی کی شکار ہے۔ مسلکی طور پر بھی ان کے درمیان اعتقادی اور عملی اختلافات موجود ہیں۔ اسی وجہ سے ہندوستان میں مسلمان کئی فرقوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ تاہم مجموعی طور پر حکومتی منصوبوں، سروے رپورٹوں، عام مطالعوں اور ذرائع ابلاغ میں مسلمانوں کی تصویر ایک متحدہ قوم کی طرح پیش کی جاتی ہے۔ اس تحریر میں ہندوستانی مسلمانوں کی اس ”عمومی شناخت“ میں شامل افراد کی تعلیمی کوششوں کو گفتگو کا موضوع بنایا گیا ہے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہندوستان میں مجموعی طور پر مسلمانوں کی تعلیمی و اقتصادی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ان کو درپیش مسائل پر اہل علم و فکر نے تفصیلاً لکھا ہے۔ ان مسائل کی نوعیت کچھ حد تک تاریخی، سماجی اور سیاسی بھی ہے۔ آج کے حالات کے تناظر میں ان کی نزاکت اور بڑھ جاتی ہے۔ مذہبی اور قومی شناخت پر مبنی سیاست ایک اہم مسئلہ

ہے۔ انتخابی جلسوں اور ہنگاموں میں ”ذات پات“ کی بنیاد پر سیاست اور نتیجتاً ”ریزرویشن“ کا مسئلہ انتخابی منشور میں نمایاں طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ تاہم دستور ہند میں مذہب کی بنیاد پر امتیازی سلوک نہ کرنے والے بیان کو لے کر کچھ سیاسی جماعتیں مسلمانوں کو ”ریزرویشن“ نہ دینے کی بات کرتی ہیں۔ وہیں دوسری طرف ہندوستانی مسلمانوں میں ”اعتماد و اعتبار“ قائم کرنے کے لیے کچھ پارٹیاں مسلمانوں کی تعلیمی اور اقتصادی پسماندگی کو ایک اہم مسئلہ بنا کر پیش کرتی ہیں۔ یہ مبنی اور حقیقی مسئلے پر سیاست کا حال ہے!

ہندوستان میں آبادی کے تناسب کے اعتبار سے سب سے بڑی اقلیت مسلمان ہیں۔ صرف ایک شاندار ماضی کی عظیم وراثت رکھنے کے باوجود ہندوستانی مسلمان پسماندہ ہیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری جائزوں، مطالعوں (سروے رپورٹس) میں یہ حقیقت تسلیم کی گئی ہے کہ ہندوستانی مسلمان تعلیم اور معیشت کے اعتبار سے اپنے ہم وطنوں سے بہت پیچھے ہیں۔ تعلیمی پسماندگی اور اقتصادی بدحالی کے درمیان ایک نہ ختم ہونے والا تسلسل قائم ہے۔ یہ دونوں باہم مربوط مسائل ہیں۔ ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے۔ تعلیم کے فقدان سے معاشی اور اقتصادی پس ماندگی پیدا ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ آج کی روز بروز بدلتی دنیا میں تعلیم و تربیت اور تجارت و روزگار کے درمیان بھی گہرا رشتہ ہے۔ مواقع کا استعمال وہی شخص کر سکتا ہے جو روزگار اور ملازمت کے تقاضوں کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتا ہو اور کاروبار و تجارت کی دنیا میں رونما ہونے والی تبدیلیوں سے باخبر ہو۔ تعلیم و تربیت کے لیے معاشی بے فکری و خوشحالی ضروری ہے۔ تحقیقی مطالعات کی روشنی میں یہ حقیقت تسلیم کی گئی ہے کہ مسلم بچے جب کام کرنے کی عمر کو پہنچتے ہیں تو ان کے والدین ناگفتہ بہ مالی بدحالی کی وجہ سے ان کو خاندان کی معاشی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کام پر لگا دیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے تعلیمی مسائل کو حل کرنے میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تعلیمی اور اقتصادی پسماندگی کے اس پس منظر میں جب گفتگو ہوتی ہے تو بہت سے لوگ حالات میں کسی طرح کی تبدیلی کے حوالے سے زیادہ پرامید نہیں نظر آتے۔ وہ تعلیمی پسماندگی اور اقتصادی بدحالی کے درمیان قائم ”دور اور تسلسل“ کے گرداب میں اس طرح

الجبھ جاتے ہیں کہ وہ ”سمت سفر، سنگ میل اور نشان منزل“ کے تعین میں ناکام رہ جاتے ہیں۔ راہ عمل کے انتخاب کے وقت ان کی آنکھوں کے سامنے مایوسی کے سیاہ بادل چھا جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ رفتہ رفتہ فکر و عمل کی روشنی سے بھی دور ہو جاتے ہیں۔ تاہم قوم مسلم کے چند مخلص اور بے لوث افراد نے اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے تعلیم کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں اور دے رہے ہیں۔ انہوں نے مایوسیوں کی تاریکیوں میں امیدوں کے نئے آفاق کو دریافت کیا ہے۔ طوفانوں کی زد پر شمع علم کو فروزاں رکھنے کا عزم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی سنجیدہ کوششوں سے مسلم مسائل کو حل کرنے کے میدان میں کچھ حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے اور مزید ترقی کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔ ان حضرات نے حکومتی اور نجی سطح پر سنجیدہ کوشش کی بدولت تعلیمی اداروں کو قائم کرنے کے لیے مثبت اقدامات کیے ہیں۔ انہوں نے نیرنگی زمانہ کے تماشہ بین بن کر حالات کا منہ تکتے رہنے کی بجائے دوسروں کے لیے عملی اقدامات کرنے کی قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔ آئندہ سطور میں تعلیمی بیداری کے میدان میں ان کی نمایاں خدمات کے اعتراف میں ہندوستانی مسلمانوں کے عصری تعلیم کے چند اداروں کے تعارف و تجزیہ کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ تحریر تبصراتی اور تجزیاتی ہے۔ ان اداروں کی تاریخی، سماجی اور سیاسی حیثیات اور ان کے کردار کی بہتر تفہیم کے لیے ان کو تین ادوار کے تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ استعماری دور سے پہلے کے تعلیمی ادارے، استعماری دور کے تعلیمی ادارے اور آزاد ہندوستان کے تعلیمی ادارے۔

استعماری دور سے پہلے کے تعلیمی ادارے:

اس دور میں (مدارس اور خانقاہوں میں) روایتی تعلیم کا نظام رائج تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم و تربیت کے میدان میں مدارس کا کلیدی کردار تھا۔ ان مدارس میں منقولات اور منقولات کی تعلیم دی جاتی تھی۔ تاہم کچھ مدارس میں منقولات پر زیادہ توجہ دی جاتی تھی تو کچھ میں منقولات پر۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مدرسہ رحیمیہ اول الذکر کی مثال ہے تو فرنگی

محل کا مدرسہ نظامیہ ثانی الذکر کی۔ ان دو اداروں کے علاوہ ہندوستان کے طول و عرض میں متعدد مدارس اور خانقاہیں تھیں جہاں روایتی تعلیم کا انتظام تھا۔ ان مدارس کے کچھ فارغین مذہبی معاملات اور مسائل میں مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ اور کچھ فارغین سلطنت مغلیہ کے انتظامی شعبوں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔

موجودہ دور میں مدارس کے تعلیمی نظام و نصاب پر دانشوروں اور سیاسی رہنماؤں کے بیانات اور تجاویز کو لے کر بھی مسلمانوں کی تعلیم پر کافی بحث ہوئی ہے۔ کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ مدارس کے فارغین کو قومی دھارے main stream میں لانے کے لیے نصاب میں جدید مضامین اور موضوعات کو شامل کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں اسلام اور جدید سائنس و ٹکنالوجی کے مسئلے پر بھی بحث ہوتی رہتی ہے۔ مدارس کے مقدس احاطے میں سائنس کی تعلیم ایک مسئلہ ہے۔ اس سلسلے میں یہ استدلال بھی پیش کیا جاتا ہے کہ درس نظامی کی تعلیم طلبہ کو اس جدید دور میں روزگار کے مواقع کو استعمال کرنے کا اہل نہیں بناتی ہے۔ اس لیے ملازمت اور روزگار کے مواقع کے بہتر استعمال کے لیے طلبہ مدارس کو ایسی صلاحیتوں اور مہارتوں سے آراستہ کرنے کے لیے مدارس میں پیشہ ورانہ تعلیم (vocational courses) کو متعارف کرانے کی ضرورت ہے۔ اس مباحثے کے سیاق و سباق میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مدارس میں جدید موضوعات کو متعارف کرانے کے سلسلے میں جاری مباحثے میں خود اہل مدارس کے نزدیک ”علم“ اور ”فن“ کے درمیان کی جانے والی علمی اور فکری تفریق کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اہل مدارس سائنس کو ایک ”مہارت“ (skill) سمجھتے ہیں جو روزگار کے لیے بہت ہی مفید ہے۔ تاہم مذہبی تعلیم کا فروغ اہل مدارس کا بنیادی مقصد ہے۔ سائنس اور دیگر موضوعات اگر اس بنیادی مقصد سے متصادم نہیں تو ان کا استقبال کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ یہ موضوعات تو ایک تنقیدی طریقہ تحقیق اختیار کرنے کی تربیت دیتے ہیں۔ یہ تربیت مذہبی عقائد و تعلیمات کی بہتر ترسیل کے ذرائع اور وسائل کی مزید تہذیب و آراستگی میں بہت ہی معاون ہو سکتی ہے۔

مدارس کی اصلاح اور جدید کاری سے متعلق مباحثے میں یہ بات ذہن میں رکھنے

کی ضرورت ہے کہ ایک ایسا لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت ہے جس سے مذہبی اور غیر مذہبی موضوعات کے درمیان ایک بامعنی ارتباط قائم ہو سکے۔ اسی لیے اگر اصلاح کا مقصد تنقیدی شعور رکھنے والا شہری تیار کرنا ہے تو پھر ان دو مختلف (مذہبی اور غیر مذہبی) نقطہ ہائے نظر (world view) کو باہم مربوط کرنے کے مسئلے پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

مدارس کے ارباب حل و عقد کا ماننا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کا مستقبل ان علما کے ہاتھوں میں ہو جو ایک طرف تو اسلامی روایات کا ٹھوس علم رکھتے ہوں اور دوسری طرف مستقبل کے چیلنجز سے بھی باخبر ہوں۔ تاہم اس کے ساتھ یہ کوشش بھی کی جاتی ہے کہ سائنس کی توضیح اور تشریح اسلامی خطوط پر ہو۔ ان کا دعویٰ ہے کہ مسلمان سائنس اور ٹکنالوجی سے متنفر نہیں بلکہ وہ تو ”علم و ہنر“ دونوں کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ ”ان کی تعلیمی پس ماندگی کی بنیادی وجہ سائنس اور ٹکنالوجی اور جدید علوم کے لیے ان کی منفی سوچ ہے“ درست استدلال نہیں ہے۔ قومی منصوبہ بندی میں ادخال و اخراج (inclusion and exclusion) کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے مدارس کی جدید کاری کے لیے کئی حکومتی منصوبے ہیں۔ مدارس میں کمپیوٹر، ریاضی اور سائنس جیسے جدید موضوعات کو متعارف کرانے کے لیے حکومت مدارس کو فنڈ دیتی ہے۔ جب کہ چاہیے تو یہ تھا کہ ان موضوعات کو متعارف کرانے کے مقاصد اور ان سے حاصل ہونے والے متوقع نتائج پر غور کیا جائے۔ ان منصوبوں اور پروگراموں سے خاطر خواہ فوائد نہ ملنے کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مقاصد اور نتائج کے تعین پر مناسب توجہ نہیں دی جاتی ہے۔ مدارس کے طلبہ کو بنیادی قومی دھارے میں لانے کے لیے مدارس کے اسناد کی منظوری اور طلبہ مدارس کو حکومتی یونیورسٹیوں میں داخلہ دینے کی سہولیات فراہم کرنے پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ (فی الحال صرف چند یونیورسٹیوں سے کچھ مدارس کا الحاق ہے)۔ مدارس کی تعلیم کے حوالے سے بحث کا یہ ایک رخ ہے۔ ایک دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ اگر مدارس کی جدید کاری کے منصوبہ ساز افراد روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے مقصد سے ریاضی، سائنس، کمپیوٹر اور ٹکنالوجی کی تعلیم پر زور دینے کی بجائے جدید سماجی علوم کو مدارس کے نصاب تعلیم میں شامل

کرنے کا منصوبہ تیار کرتے تو اہل مدارس کو زیادہ کشادہ دل پاتے۔ کیوں کہ ان سماجی علوم کی معرفت عصری اداروں تک طلبہ مدارس کی رسائی آسان ہو جاتی اور ان اداروں کی اسناد کی بدولت وہ روزگار اور ملازمت کے نئے مواقع سے استفادہ کے زیادہ اہل ہوتے۔

مدارس کے حوالے سے یہ سوچ دراصل استعماری دور اور آزاد ہندوستان میں مدارس کے دائرہ کار کو ملحوظ نظر رکھ کر اپنائی گئی ہے۔ اس دور میں عصری اور روایتی (سیکولر اور مذہبی) تعلیم کے درمیان تفریق کی جانے لگی۔ ورنہ اس سے پہلے مدارس میں علوم عالیہ اور علوم آلیہ دونوں کی تعلیم و تدریس کا انتظام و اہتمام تھا۔ ان اداروں کے نصاب تعلیم میں دینی و مذہبی علوم کے ساتھ ساتھ طبعی علوم اور سماجی علوم کی بھی تدریس کو اہمیت حاصل تھی۔ تحقیقی مطالعات سے معلوم ہوتا ہے کہ استعماری دور سے پہلے مدارس کے تعلیمی نصاب و نظام میں دینی اور عصری علوم کی تفریق نہیں کی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عالم دینی و شرعی علوم میں مہارت کے علاوہ، منطق، فلسفہ، حکمت، علم الاخلاق (اس میں تہذیب نفس کے ساتھ تدبیر منزل اور سیاست مدن کے موضوعات پڑھائے جاتے تھے) طب، ہیئت، ہندسہ، اقلیدس، نجوم، ریاضی، حساب، مساحت، اور جبر و مقابلہ اور معماری جیسے موضوعات پر مدارس کے فارغین نے کتابیں تصنیف کی ہیں۔ (تفصیل کے لیے تاریخ مشائخ چشت، مصنفہ پروفیسر خلیق احمد نظامی کا مطالعہ کریں۔ اس میں شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کے آبا و اجداد کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ کئی علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے)۔ ہاں روایتی تعلیم ادارہ جاتی ڈھانچوں پر مبنی نہیں تھی۔ نظام امتحانات، درس گاہوں اور اقامت گاہوں کا نظام نہیں تھا۔ اور نہ ہی ان سے وابستہ سہولیات دستیاب تھیں۔ تعلیم و تدریس کا سلسلہ زیادہ تر استاد و شاگرد کے درمیان انفرادی تعلقات پر مبنی تھا۔ ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ طبعیات اور مابعد الطبعیات کے میدان میں جدید تحقیقات اور دریافتوں کو مدارس کے نصاب تعلیم میں شامل کرنے اور ان پر بحث کرنے پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی تھی۔

عصری تعلیمی ادارے - ابتدائی استعماری دور

عصری تعلیم (مغربی فلسفہ تعلیم اور نظام تعلیم) کے ماہرین سیکولر اقدار پر زور دیتے ہیں۔ روایتی تعلیم مذہبی اصولوں اور عقائد کی روشنی میں دنیا اور دنیاوی معاملات کو سمجھنے کی دعوت دیتی ہے۔ روایتی تعلیم اور عصری (جدید مغربی) فلسفہ تعلیم میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ اول الذکر میں روایت (مذہبی متون) کو حتمی اعتبار و استناد کا درجہ حاصل ہوتا ہے جب کہ ثانی الذکر میں انسان کے تنقیدی شعور اور فہم و ادراک کو روایت پر فوقیت دی جاتی ہے۔ اس لیے اس فلسفہ تعلیم کے ماننے والے ”حقیقت“ کی تلاش و جستجو اور اس کی تشریح و توضیح میں فکری آزادی کی وکالت کرتے ہیں۔ چاہے ان کا یہ عمل مسلمہ عقائد و معمولات سے متصادم ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں اس فلسفہ تعلیم میں ”تقلید“ کی بجائے ”اجتہاد“ پر زور دیا جاتا ہے۔ اس کی رو سے طریقہ تحقیق مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی ہوتا ہے۔ اسی لیے مشاہدہ اور تجربہ سے ماوراء عقائد اور معمولات پر شکوک و شبہات قائم ہوتے ہیں۔ دراصل عصری تعلیم کا یہ فلسفہ کلیسائی نظام کے پس منظر میں نمودار ہوا۔ مغرب میں پروٹیسٹنٹ نظریات رکھنے والے افراد اور اباحیت پسندوں نے جہاں ایک طرف سماجی اور سائنسی علوم کا فلسفہ پیش کیا ہے وہیں ان کی تحریروں میں مذہب بیزاری کے اشارے بھی ملتے ہیں۔ اگر عصری تعلیم کے مقصد کی وضاحت میں مذہبی و اعتقادی نظریات، مظاہر فطرت کی تفتیش اور قدرتی وسائل و ذرائع کی تسخیر کے نقطہ ہائے نظر کے درمیان کی تفریق کو ملحوظ نظر رکھا جاتا تو روایتی تعلیم والوں میں عصری مغربی تعلیم کے تین منفی سوچ پیدا نہیں ہوتی۔ طبعیات اور مابعد الطبعیات کے میدان میں ہونے والی تحقیقات و اکتشافات کی روشنی میں قدرتی وسائل کی تسخیر کو انسانوں کی فلاح و بہبود سے جوڑ کر دیکھنے کی کوشش ہوتی تو عصری تعلیم کے اس فلسفے میں علم مواقع روزگار کے استعمال کے لیے اہلیت و مہارت کا ذریعہ سمجھا جاتا۔ یہ حقیقت ہے کہ آج کل عصری رجحان تعلیم کا یہی مطلب سمجھا جاتا ہے کہ اس سے روزگار کے مسائل حل ہوتے ہیں۔ صحت و تندرستی، بہتر معیار زندگی اور مادی خوشحالی کی راہیں کھلتی ہیں۔

ہندوستان میں استعماری دور کی ابتدا میں اہل مغرب کے نظام تعلیم کے تعلق سے عصری رجحان تعلیم کا مقصد عام طور پر لوگوں نے یہی سمجھا تھا کہ اس سے مذہبی عقائد اور اقدار کو نقصان پہنچے گا۔ زیادہ تر لوگوں نے جدید تعلیم اور روزگار کے درمیان جو رشتہ ہے اس پر توجہ نہیں دی۔ ابتدائی استعماری دور میں جہاں تک عصری مغربی تعلیم کے بارے میں مسلم رجحانات کی بات ہے تو یہ ملحوظ نظر رہے کہ یہ سیاسی کشمکش اور تصادم کا بھی دور تھا۔ سلطنت مغلیہ کا زوال ایک بڑا سانحہ تھا۔ اس تلخ حقیقت کو تسلیم کرنا ہندوستانی مسلمانوں کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔ اسی لیے انہوں نے برطانوی نظام حکومت اور انتظامی اداروں کے تین معاندانہ رویہ اختیار کیا۔

تاہم وقت اور حالات کے تقاضوں نے استعماری طاقت اور ہندوستانی مسلمانوں کے مابین باہمی تعاون اور تعامل کی راہیں ہموار کیں۔ استعماری قوتوں کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے اور ہندوستانی مسلمانوں کو نئے سیاسی نظام کے ماتحت چلنے والے اداروں میں ملازمت کے لیے مل جل کر کام کرنے کی ضرورت تھی۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اس سوچ میں ”کہ مغربی نظام تعلیم مذہب بیزاری پر مبنی ہے“ رفتہ رفتہ تبدیلی رونما ہونے لگی۔ مندرجہ ذیل اداروں کے قیام کو اسی پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ان اداروں میں ہندوستانی اور یورپی تعلیم کے نظاموں اور نصابوں کے انضمام کی کوشش کی گئی تھی۔ یہ ادارے تھے مدرسہ عالیہ اور دہلی کالج۔

مدرسہ عالیہ، مغربی بنگال:

مغربی بنگال میں واقع عالیہ یونیورسٹی مشرقی ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیمی اور ثقافتی وراثت کا قدیم نمائندہ ادارہ ”مچھن کالج مدرسہ عالیہ“ کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ مدرسہ عالیہ کو ۱۷۸۰ء میں اس وقت کے گورنر جنرل، وارن ہیسٹنگ نے قائم کیا تھا۔ اس کے قیام کا پس منظر یوں تھا کہ برطانوی استعمار کے ماتحت لگان کی وصولی اور عدالتی کارروائیوں کے لیے ایسے افراد کی ضرورت تھی جو عربی اور فارسی زبانوں میں موجود مسلم قانون کا علم

رکھتے ہوں۔ کچھ عرصے بعد اس میں ارٹھمیٹک، الجبرا، جیومیٹری، اسٹرومنی، اسلامک تھیولوجی، علوم شرعیہ، طبعی فلسفہ، ارضیاتی مطالعات، قانون، منطق، بلاغت، قواعد جیسے موضوعات کا اضافہ کیا گیا۔ ۱۸۲۶ء میں میڈیکل سائنس کی تدریس کو متعارف کرایا گیا۔ یہ سلسلہ ۱۸۳۶ء تک جاری رہا۔ پھر کلکتہ میڈیکل کالج کے قیام کے بعد مدرسہ عالیہ کے طلبہ کو اس کالج میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی گئی۔ مدرسے کے ذمہ دار اراکین نے ۱۸۲۶ء میں انگریزی کو ایک موضوع کے طور پر متعارف کرانے کی کوشش کی۔ مگر یہ کوشش زیادہ کامیاب نہیں ہوئی کیوں کہ اب بھی فارسی سرکاری انتظامیہ کی زبان تھی۔ مگر جب ۱۸۳۷ء میں انگریزی کو سرکاری زبان قرار دیا گیا تو اس نے انتظامی اداروں میں فارسی کی جگہ حاصل کر لی۔ اسی لیے مدرسہ عالیہ میں انگریزی زبان کی تدریس کے لیے ۱۸۳۹ء میں ایک اینگلو عربک شعبہ کھولا گیا۔ تاہم ۱۸۵۴ء میں اس کو بند کر دیا گیا اور پھر ایک انگلش اسکول بنام اینگلو پرنسپل ڈپارٹمنٹ کلکتہ مدرسہ کے پرنسپل کے ڈائریکٹ کنٹرول میں قائم کیا گیا، جس میں نواب عبداللطیف (۱۸۹۳-۱۸۲۸) کی کوششوں کا بھی دخل تھا۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد مسلمانوں کے تئیں برطانوی حکومت کے رویے اور نظریے میں واضح تبدیلی رونما ہوئی۔ حکومت کے خرچ پر کلکتہ مدرسہ کے انتظام و اہتمام کے حوالے سے سوالات کیے جانے لگے۔ تاہم ۱۸۶۰ء میں مدرسہ بند کرنے کی تجویز کو رد کر دیا گیا۔ ۱۸۶۹ء میں پریسڈنسی ڈویژن کے کمیشنر C.H. Campell، پریسڈنسی کالج کے پرنسپل I. Suitcliff اور ڈپٹی مجسٹریٹ نواب عبداللطیف پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اس کا کام یہ تھا کہ مدرسے کے معاملات کی تفتیش کے بعد تجاویز اور سفارشات پیش کرے۔ اس سلسلے میں کمیٹی نے کچھ اصلاحات کی تجاویز پیش کی تھیں۔ ۱۸۸۸ء میں W. W. Hunter کی سربراہی میں قائم ایجوکیشن کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں مزید اصلاحات کی گئیں۔ ۱۸۹۶ء میں ایلپیٹ ہاسٹل کی تعمیر کا کام عوامی چندہ سے پورا کیا گیا۔ اس سلسلے میں نواب عبداللطیف اور سید امیر علی کا کردار بہت اہم تھا۔ ۱۹۰۲ء میں مسلم انسٹی ٹیوٹ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے بعد مدرسے کے نصاب، نظام اور ترقی میں اصلاحات کے لیے کئی کمیٹیز اور کمیشنز بنائے گئے۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند سے اس تاریخی ادارے کو کافی نقصان پہنچا۔ اس سلسلے میں Separation Council کے فیصلے کے مطابق مدرسے کی ساری جائیداد منقولہ اور لائبریری کی ہزاروں کتابوں کو (بشمول نایاب کتب اور مسودات) ڈھاکہ مدرسہ میں منتقل کر دیا گیا۔ اس طرح سے کلکتہ مدرسہ تقریباً بند ہو گیا۔ مغربی بنگال کے سرکردہ مسلم افراد اور مولانا ابوالکلام آزاد کی کوششوں سے ۴ اپریل ۱۹۴۹ء کو مدرسہ از سر نو کھولا گیا۔ ہندوستان کی تحریک آزادی میں حصہ لینے والے بہت سے افراد نے اساتذہ اور پرنسپل کی حیثیت سے اس ادارے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۸۵ء میں اس کا ۲۰۵ واں یوم تاسیس منایا گیا۔

۲۰۰۱ء میں مغربی بنگال کی حکومت نے بنگال و بہار کے سابق گورنر ڈاکٹر اے. آر. قدوائی کی سربراہی میں ایک مدرسہ ایجوکیشن کمیٹی تشکیل دی تھی۔ ۲۰۰۲ء میں کمیٹی نے کلکتہ مدرسہ اور اس کے نصاب و نظام کے لیے کئی اہم سفارشات پیش کیں۔ ان میں یہ سفارش بھی تھی کہ کلکتہ مدرسہ دراسات اسلامیہ کے ساتھ سماجی علوم میں بھی تعلیمی سہولیات فراہم کرنے کا انتظام کرے۔ ان سفارشات میں کلکتہ مدرسہ کو مشرقی ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کے ایک مرکز کے طور پر ترقی دینے کی بات کہی گئی تھی۔ ان میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ رفتہ رفتہ اس کو مجوزہ یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔ ان سفارشات کے نفاذ کے لیے حکومت وقت نے کئی اقدامات کیے۔ اور آخر کار ۲۰۰۷ء میں عالیہ یونیورسٹی ایکٹ کو مغربی بنگال کی قانون ساز اسمبلی نے منظوری دی۔ اس ایکٹ کو ۵ اپریل ۲۰۰۸ء کو عملاً نافذ کیا گیا۔

فی الحال یہ یونیورسٹی اپنے تین کمپس میں تعلیم کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ اس یونیورسٹی کے قابل ذکر شعبہ جات حسب ذیل ہیں: عربی، انگریزی، بنگالی، اردو، فارسی، اسلامی دینیات، اسلامی تاریخ، سماجیات، معاشیات، سیاسیات، تاریخ، پبلک ایڈمنسٹریشن، جغرافیہ، کمپیوٹر سائنس، کیمسٹری، فزکس، ریاضی، اسٹیٹکس اینڈ انفارمیٹکس، بی ٹیک، ایم ٹیک، انجینئرنگ، میڈیا سائنس (جرنلزم اینڈ ماس کمیونیکیشن) وغیرہ۔ ۲۰۰۸-۹ء کے تعلیمی سیشن سے ان موضوعات میں تعلیم کا آغاز ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامک فائننس، بینکنگ اور اسلامی انشورنس جیسے موضوعات کی تعلیم دینے کا پروگرام بھی ہے۔

عالیہ یونیورسٹی ایکٹ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ عالیہ یونیورسٹی کا ایک بنیادی مقصد کلاسیکل زبانوں، علوم شریعہ، مذہبی مطالعات، اسلامی ثقافت، تقابلی ادیان، بین الموضوعات مطالعات کے ساتھ ساتھ جدید ٹکنالوجیکل اور پرفیشنل کورسز میں اعلیٰ تعلیم کو فروغ دینا ہے تاکہ ریاست کے سماجی اور تعلیمی طور پر پسماندہ افراد کو تعلیم کے مواقع فراہم ہوں۔

دہلی کالج:

دہلی میں قائم قدیم ترین دہلی کالج اب ڈاکٹر ذاکر حسین کالج اور اینگلو عربک سینٹر سیکنڈری اسکول کی شکل میں موجود ہے۔ ذاکر حسین کالج آرٹس، سائنس اور کامرس میں گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کورسز کی تعلیم دیتا ہے۔ جدید تعلیم، اردو اور اسلامی علوم و فنون کی تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ دہلی یونیورسٹی سے ملحق یہ واحد کالج ہے جو عربی اور فارسی کی تعلیم کے لیے سہولیات فراہم کرتا ہے۔ اس ادارے کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے جنرل غازی الدین خان فیروز جنگ اول (حیدر آباد کی آصف جاہی خاندان کے بانی اور پہلے نظام قمر الدین آصف جاہ اول کے والد) نے ۱۶۹۶ء میں اس کو مدرسہ غازی الدین خان کے نام سے قائم کیا تھا۔ پھر کچھ عرصے بند رہنے کے بعد مقامی افراد کے تعاون سے اسی جگہ آرٹس، سائنس اور لٹریچر کی تعلیم کے لیے اورینٹل کالج کے نام سے ایک ادارہ ۱۷۹۲ء میں قائم کیا گیا۔ برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۸۲۸ء میں اودھ کے نواب اعتماد الدولہ کی مالی معاونت سے اس ادارے کو ترقی دینے کا فیصلہ کیا اور اس کا نام اینگلو عربک کالج رکھا۔ اس میں مندرجہ بالا مضامین کے علاوہ انگریزی زبان و ادب کی تعلیم کا انتظام بھی تھا۔ اس کالج کو یورپی طرز تعلیم اور فلسفہ تعلیم کا مرکز بنانے میں تھامس بینگٹن میکاؤ (Thomas Babington Mecaughy) کے بردار نسبتی چارلس ٹریویلیان (Charles Trevelyan) سرگرم عمل تھے۔ عیسائی مشنری جینٹکس (Rev. Jenings) نے بعد میں خفیہ طور پر بائبل کی تعلیم دینی شروع کر دی۔ جب کہ رسمی اور سرکاری طور پر اس کالج کا کردار سیکولر تھا۔ ڈاکٹر اشپرنگر نے کالج

کے پریس (مطبع العلوم) کو قائم کیا اور اس میں ترجمہ اور تصنیف کے کام کی شروعات ہوئی۔ اسی کے ساتھ ایک ہفتہ وار رسالہ قرآن السعدین کے نام سے ۱۸۳۵ء میں جاری کیا گیا۔ اس کالج میں یورپی زبانوں میں لکھی گئی کئی کتابوں کا ترجمہ بھی ہوا۔

انقلاب ۱۸۵۷ء میں اس ادارے کو بھی استعماری عتاب کا شکار ہونا پڑا۔ اس کی وجہ سے تقریباً سات سال تک یہ ادارہ بند رہا۔ پھر ۱۸۶۷ء میں اس کو دوبارہ کھولا گیا۔ اور دہلی کالج کے نام سے یہ ادارہ تعلیمی خدمات انجام دیتا رہا۔ پھر ۱۹۷۵ء میں اس کالج کو ڈاکٹر ذاکر حسین کے نام پر رکھا گیا اور اس کو موجودہ جگہ منتقل کیا گیا۔ جب کہ قدیم جائے وقوع پر اینگلو عربک اسکول چل رہا ہے۔ اور ۲۰۰۲ء میں ہندوستان کے آثار قدیمہ کے محکمہ نے اس عمارت کے ایک یادگار وراثت ہونے کا اعلان کیا۔ کالج کی لائبریری میں اس قدیم ادارے کی تاریخ پر ایک آرکائیو کو قائم کیا گیا ہے جو اس کی برسوں پرانی تاریخ کے لیے دستاویزی معلومات پر مشتمل ہے۔ دہلی کالج میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کے مدرسے کے کئی فارغین نے تدریسی خدمات انجام دی تھیں۔ اس دور کی چند مشہور ہستیاں اس ادارے سے وابستہ تھیں۔ ان میں مفتی صدر الدین آزرہ، امام بخش صہبائی، مولانا مملوک علی اور مولوی ذکاء اللہ کے نام کافی مشہور ہیں۔ اس کے ابنائے قدیم میں سر سید احمد خان، پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان، محمد حسین آزاد، ڈپٹی نذیر احمد بہت ہی مشہور ہیں۔

ان اداروں کا تاریخی پس منظر یہ دکھاتا ہے کہ ابتدائی استعماری دور میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے برطانوی اہل کاروں اور ہندوستانی مسلمانوں نے روایتی اور جدید علوم و فنون کی تعلیم کے لیے باہمی تعاون اور تعامل کا راستہ اختیار کیا تھا۔ تاہم اس میں دونوں کے مقاصد جدا گانہ تھے۔ برطانوی اہل کاروں کا مقصد مغربی افکار و نظریات اور اقدار و روایات کو فروغ دینے کے ساتھ انتظامی شعبوں کے لیے افراد تیار کرنا تھا۔ جب کہ ہندوستانی مسلمان جدید تعلیم کو سرکاری عہدوں پر ملازمت کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے اور اپنے مذہبی عقائد و معمولات سے منحرف ہونے پر تیار نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ باہمی تعاون کی ان ابتدائی کوششوں کے باوجود ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں ٹکراؤ کی صورت حال پیدا ہوئی۔

عصری تعلیمی ادارے: ثانوی استعماری دور:

برطانوی استعمار کا دوسرا دور ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اس انقلاب کی بظاہر ناکامی کی وجہ سے ہندوستانی مسلمان واضح طور پر استعماری عتاب کے شکار ہوئے۔ برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی اور برطانوی حکومت نے تعلیم اور ملازمت کے میدان میں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک برتنا شروع کیا۔ کیوں کہ ان کے خیال میں یہ ایک بغاوت تھی اور اس کی قیادت مسلمانوں نے کی تھی۔ اس کے بالمقابل ہندوؤں اور ان کے اداروں کو سرپرستی دی جانے لگی۔ استعماری حکومت کے اس امتیازی برتاؤ سے آگے چل کر فرقہ واریت کی فضا قائم ہوئی۔ ان حالات میں کچھ مسلم افراد نے حکومت وقت کے ساتھ تعاون کی وکالت کی۔ اس کے لیے انہوں نے سرکاری عہدوں میں ملازمت کے لیے مغربی تعلیم اور انگریزی زبان سیکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اس سلسلے میں سرسید احمد خان کا نام کافی مشہور ہے۔ انہوں نے ایک طرف مسلمانوں کو جدید تعلیم کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی تو دوسری طرف اسباب بغاوت ہند کا تذکرہ کر کے حکومت وقت کو مسلمانوں کے مسائل پر توجہ دینے کی دعوت بھی دی۔ سرسید کی اس دعوت کو متعدد افراد نے قبول کر کے جدید تعلیم کے فروغ کے لیے کوششیں شروع کیں۔ تاہم مسلم قیادت کے کئی ذمہ دار افراد نے جدید تعلیم کے سیکولر کردار کی وجہ سے مذہبی تعلیم و تربیت پر توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ اس طرح سے اس دور میں مدارس کے قیام کا سلسلہ شروع ہوا جو بہت حد تک مسلکی خطوط پر مبنی تھا۔ دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم منظر اسلام بریلی اور ندوۃ العلماء، لکھنؤ استعماری دور میں ہندوستانی مسلمانوں کی دینی و مذہبی ضرورت کے پیش نظر قائم ہوئے تھے۔ اسی دور میں ہندوستان کی آزادی کی تحریک شروع کی گئی۔ اس کی وجہ سے اگر ایک طرف ہندوستانیوں میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی تو دوسری طرف، مذہب اور سیاست، قومی اور دوقومی نظریات، مسئلہ اکثریت و اقلیت، ریزرویشن اور تحفظات کی پالیسی پر بھی مباحثے شروع ہوئے۔ یہ تھے وہ سماجی و سیاسی حالات جن میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور حیدرآباد کی عثمانیہ

یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ:

اس عظیم مرکزی یونیورسٹی کے بانی سرسید احمد خان ہیں۔ وہ مسلمانوں کی ترقی کو جدید مغربی تعلیم میں دیکھتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے مسلمانوں کے لیے جدید علوم کی سہولیات فراہم کرنے میں کوشش بھی کی۔ جدید سائنس، ادب، معاشرتی علوم اور انگریزی تعلیم کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ۱۸۵۹ء میں سرسید نے مراد آباد اور ۱۸۶۲ء میں غازی پور میں مدرسے قائم کیے۔ ان میں فارسی کے علاوہ انگریزی زبان اور جدید علوم کی تعلیم کے لیے سہولیات فراہم کی گئی تھیں۔ ۱۸۷۵ء میں انہوں نے محمدن ایگلو اورینٹل ہائی اسکول کی بنیاد رکھی۔ جو بعد میں ایم۔ اے۔ او۔ کالج بنا۔ اس دور میں یہ کالج پہلے یونیورسٹی آف کلکتہ سے ملحق تھا۔ ۱۹۸۵ء میں یہ الہ آباد یونیورسٹی سے ملحق ہو گیا۔ پھر اس کو ایک مستقل یونیورسٹی بنانے کے لیے کوشش کی گئی۔ نصابی مضامین میں اضافے کیے گئے اور ۱۹۰۷ء میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے ایک اسکول قائم کیا گیا۔ سرسید کی وفات کے بعد ۱۹۲۰ء میں اس کالج کو یونیورسٹی کا درجہ ملا اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نام سے متعارف ہوا۔ ہندوستان میں سرکاری ملازمت اور برطانوی یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم و تربیت کے لیے مسلمانوں کو تیار کرنے کے لیے اس یونیورسٹی کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔

سرسید نے ۱۸۶۳ء میں غازی پور میں سائنٹفک سوسائٹی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مغربی زبانوں میں لکھی گئی کتابوں کو اردو میں منتقل کیا جائے۔ بعد میں اس سوسائٹی کو ۱۸۷۶ء میں علی گڑھ منتقل کر دیا گیا۔ سرسید نے ۱۸۸۶ء میں محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا۔ مسلمانوں میں جدید تعلیم کی ضرورتوں کے حوالے اس ادارے نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ اس ایجوکیشنل کانفرنس کی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر بہت سے افراد نے اپنے اپنے علاقے میں تعلیم کے

فروغ کے لیے متعدد اداروں اور انجمنوں کو قائم کیا۔ لاہور میں انجمن حمایت الاسلام اور اسلامیہ کالج، کراچی میں سندھ مسلم مدرسہ، پشاور میں اسلامیہ کالج، کانپور میں حلیم کالج اور ممبئی میں انجمن اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ محمد انجمن اسیکیشنل کانفرنس مسلمانوں کے سیاسی، ثقافتی، معاشی اور سماجی حقوق کے تحفظ کے لیے بھی کوشاں رہی۔ ابتدا میں علی گڑھ تحریک ہندوستان کی جدوجہد آزادی کے لیے کل ہند قومی تحریک کی حامی رہی۔ مگر جب قومی سیاست میں مذہب اور اکثریت و اقلیت کے موضوعات پر مباحثے ہونے لگے تو علی گڑھ تحریک سے وابستہ اور متاثر مسلمانوں نے سیاست میں مسلم نمائندگی اور مسلمانوں کے حقوق کے حوالے سے انڈین نیشنل کانگریس کے رہنماؤں سے اختلاف کیا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی روایتی اور جدید علوم و فنون میں ۳۰۰ سے زیادہ کورسز میں تعلیمی اور تربیتی سہولیات پیش کرتی ہے۔ اور ”قومی اہمیت کے اداروں کی فہرست“ میں بھی ہے۔ یہ مکمل طور پر ایک اقامتی یونیورسٹی ہے۔ اس میں متعدد فیکلٹیز، کالجز، مراکز، اور اسکولز ہیں۔ متعدد شعبہ جات اور کالجز کی اپنی اپنی جداگانہ لائبریریاں بھی ہیں۔ جب کہ یونیورسٹی میں قائم مولانا آزاد لائبریری ایک مرکزی لائبریری ہے۔ اس میں مختلف موضوعات پر لاکھوں کتابوں کے علاوہ بہت ہی انمول اور نایات مخطوطات و مسودات بھی ہیں۔ حال ہی میں NAAC (National Assessment and Accreditation Council) نے اس یونیورسٹی کو A گریڈ دیا ہے۔

علی گڑھ تحریک سے وابستہ کچھ افراد نے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے ساتھ ”اصلاح احوال“ کے میدان میں بھی کوششیں کی ہیں۔ تاہم اس سلسلے میں انہوں نے مغربی افکار و نظریات کی روشنی میں مذہبی مسائل کی تعبیر و تشریح کی ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کی تنقید بھی کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں جدت پسندی، عقلیت پسندی، اجتہاد جیسے موضوعات پر مباحثے بھی ہوئے ہیں اور کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ تاہم اس ادارے کے فارغین نے سیاست، سماج اور علم و ادب کے مختلف میدانوں میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ ان کے اثرات آزاد ہندوستان میں بھی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی:

نئی دہلی میں واقع جامعہ ملیہ اسلامیہ ایک مرکزی یونیورسٹی ہے جو نرسری سے لے کر ریسرچ (تحقیق) تک کے لیے تعلیمی و تربیتی سہولیات فراہم کرتی ہے۔ یہ ادارہ ۱۹۲۰ء میں علی گڑھ میں قائم کیا گیا تھا۔ دراصل قومی تحریک سے وابستہ کچھ مسلم رہنماؤں کا علی گڑھ تحریک کے سیاسی موقف سے اختلاف تھا۔ اس کے بانیوں میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، ڈاکٹر ذاکر حسین، مختار احمد انصاری، مولانا محمود الحسن، عبدالحمید خواجہ، عابد حسین، حکیم اجمل خان، پروفیسر محمد مجیب اور دوسرے افراد تھے۔ ۱۹۲۵ء میں اس کو دہلی کے قروں باغ علاقے میں منتقل کیا گیا۔ اس میں حکیم اجمل خان، ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور عبدالحمید خواجہ کا کلیدی کردار رہا۔ حکیم اجمل خان نے اس کے اخراجات کا بار اٹھایا۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور عبدالحمید خواجہ نے ہند اور بیرون ہند کے دورے کیے اور جامعہ کی اہمیت کو بتا کر فنڈ اکٹھا کرنے کی کوشش کی۔ گاندھی جی نے بھی اس ادارے کی حمایت کا اعلان کیا۔ ۱۹۲۵ء میں جرمنی سے تعلیم حاصل کرنے والے ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر عابد حسین اور ڈاکٹر محمد مجیب نے جامعہ کی بے لوث خدمت کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے بہت ہی معمولی تنخواہ پر کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان حضرات نے شام کے وقت تعلیم بالغوں کے لیے کلاسز کا آغاز کیا جو ۱۹۳۸ء میں ادارہ تعلیم و ترقی کے نام سے مشہور ہوا۔ ۱۹۳۸ء میں حکیم اجمل خان کی رحلت کے بعد جامعہ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ جامعہ کی سربراہی کا بار ڈاکٹر ذاکر حسین کے کاندھوں پر آیا۔ مالی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے جامعہ کے اساتذہ کی ایک جماعت نے یہ عہد کیا کہ وہ آئندہ بیس سالوں تک ۱۵۰ روپے سے زیادہ تنخواہ نہیں لیں گے۔ ان اساتذہ کو جامعہ کے لائف ممبرز کے زمرے میں شمار کیا جاتا ہے۔

نشر و اشاعت کے لیے جامعہ نے ۱۹۲۸ء میں طباعت خانے کو تین ذیلی اداروں جامعہ پریس، اردو اکیڈمی اور مکتبہ جامعہ کے ماتحت کر دیا۔ جن کی سربراہی بالترتیب، پروفیسر محمد مجیب، ڈاکٹر عابد حسین اور جناب حامد علی صاحبان کر رہے تھے۔ یکم مارچ،

۱۹۳۵ء میں دہلی کے اطراف میں واقع اوکھلا گاؤں میں ایک اسکول کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اور ۱۹۳۶ء میں جامعہ کے سارے ادارے اور شعبہ جات کو اس جگہ منتقل کر دیا گیا۔ جامعہ کے تعلیمی پروگرام کا زیادہ زور طریقہ تعلیم کے میدان میں تجربات کرنے پر تھا۔ اسی وجہ سے ۱۹۳۸ء میں اساتذہ کی تربیت کے لیے ایک کالج (استادوں کا مدرسہ) قائم کیا گیا۔ ۱۹۳۹ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کو ایک سوسائٹی کے طور پر رجسٹرڈ کیا گیا۔ اسی سال مولانا عبید اللہ سندھی ڈاکٹر ذاکر حسین کی دعوت پر جامعہ آئے اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفے سے ہم آہنگ دراسات اسلامیہ کی تدریس کا آغاز ہوا۔ ۱۹۴۶ء میں جامعہ کی سلور جوبلی تقریب کے موقع پر محمد علی جناح اور لیاقت علی خان ڈاکٹر ذاکر حسین کے ایک طرف اور پنڈت جوہر لال نہرو، آصف علی اور سرسی راجا گوپالا چری دوسری طرف تھے۔ یہ منظر دراصل ایک سال بعد رونما ہونے والے سیاسی حالات کی عکاسی کر رہا تھا۔

تقسیم ہند کے بعد ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات سے جامعہ کا کیمپس تو محفوظ رہا تاہم مکتبہ جامعہ کی کتابوں کا نقصان بہت ہوا۔ آزادی کے بعد جامعہ کا تعلیمی سفر جاری رہا۔ ۱۹۶۲ء میں عبدالجید خواجہ کی وفات کے بعد، ڈاکٹر ذاکر حسین جو نائب صدر جمہوریہ ہند مقرر ہوئے تھے جامعہ کے چانسلر بھی ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں یونیورسٹی گرانٹ کمیشن نے جامعہ کو مجوزہ یونیورسٹی کا درجہ دیا۔ ۱۹۶۵ء میں اسکول آف سوشل ورکس کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۷۱ء میں ڈاکٹر ذاکر حسین (جن کی وفات ۱۹۶۹ء میں ہو گئی تھی) کے اعزاز میں جامعہ نے ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز قائم کیا۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں ہیومنیز اور لینگویج، طبعی علوم، اسٹیٹ ریسورس سینٹر، ماس کمیونیکیشن ریسرچ سینٹر، سینئر فار کوچنگ اینڈ کیریئر پلاننگ، فیکلٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹکنالوجی، یونیورسٹی کمپیوٹر سینٹر، اکیڈمک اسٹاف کالج اور اکیڈمک آف تھرڈ ورلڈ اسٹڈیز کا قیام عمل میں آیا۔ پارلیمنٹ کے ایک خصوصی ایکٹ کے تحت جامعہ ملیہ اسلامیہ کو دسمبر ۱۹۸۸ء میں ایک مرکزی یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا۔ جامعہ کی ۹ فیکلٹیز کے علاوہ اس میں کئی مراکز بھی ہیں۔ جہاں گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کورسز پیش کروائے جاتے ہیں۔

عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد:

عثمانیہ یونیورسٹی کا نام اس کے بانی ریاست حیدرآباد کے ساتویں نظام، نواب عثمان علی خان کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اس کا قیام ۱۹۱۸ء میں ہوا تھا۔ ریاستی حکومت کے ہوم سیکریٹری سراجہ حیدری نے ۱۹۱۷ء میں اس وقت کے ایجوکیشن منسٹر کے نام ایک میمورنڈم میں حیدرآباد میں ایک ایسی یونیورسٹی کے قیام کی ضرورت پر توجہ دلائی تھی جس میں ذریعہ تعلیم اردو زبان ہو۔ اس کے جواب میں یونیورسٹی کے قیام کے سلسلے میں ایک فرمان جاری ہوا۔ جس میں اس یونیورسٹی کے اغراض و مقاصد کی وضاحت بھی تھی۔ جو حسب ذیل ہے۔ قدیم و جدید اور مشرقی و مغربی علوم و فنون کو باہم اس طرح مربوط کر دیا جائے کہ تعلیم کے موجودہ نظام کی خامیاں دور ہو جائیں۔ جسمانی، ذہنی اور روحانی تعلیم کے قدیم و جدید طریقوں کا بھرپور استعمال ہو۔ علوم و فنون کی اشاعت، طلبہ کی اخلاقی تربیت اور علم کے مختلف شعبہ جات میں تحقیق کے لیے مناسب انتظامات کیے جائیں۔

اس یونیورسٹی میں اگرچہ ذریعہ تعلیم اردو زبان تھی مگر یہ حیثیت زبان انگریزی کی تعلیم لازمی قرار دی گئی تھی۔ مشرقی اور مغربی علوم و فنون کے انضمام کی کوشش کے ساتھ اس کا ایک مقصد قومیت اور علمی و سماجی ماحول کو فروغ دینا بھی تھا۔ ۱۹۱۸ء سے ۱۹۴۸ء تک اس یونیورسٹی میں سارے موضوعات کی تدریس کے لیے اردو زبان ذریعہ تعلیم تھی۔ اس دور میں کئی شعبہ جات قائم کیے گئے۔ ان میں کیمسٹری، سول انجینئرنگ، تاریخ، ریاضی، فزکس، سماجیات، جغرافیہ، زولوجی، بوٹانی، جیولوجی، ایجوکیشن، قانون، میڈیسن، اور اگرکچر وغیرہ کورسز کی شروعات کی گئی۔ اس دور میں کئی کورسز میں گریجویٹ، پوسٹ گریجویٹ اور پی ایچ ڈی کے پروگراموں کو شروع کیا گیا۔ اسی دور میں نظامیہ آبزرویٹری، نظام کالج، میڈیکل کالج، ٹیچر ٹریننگ کالج، آرٹس کالج اور لاء اسکول قائم کیے گئے۔ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۸ء تک کا دور اس یونیورسٹی کی تاریخ میں بہت ہی اہم ہے۔ اس دور میں حیدرآباد کی ریاست کو آزاد ہندوستان میں شامل کر لیا گیا۔ اب اردو زبان کی جگہ انگریزی کو ذریعہ تعلیم

قرار دیا گیا۔ مضامین اور طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ عثمانیہ میڈیکل کالج کو حکومت نے اس یونیورسٹی سے الگ کر کے NTR یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز کے ماتحت کر دیا۔ اس دور میں ریسرچ اور تحقیق کے میدان میں نمایاں کام ہوئے۔ یونیورسٹی سے ریاست کے کئی کالجز کا الحاق ہوا۔ بعد کے دور میں اور کئی نئے مضامین اور کورسز کا اضافہ کیا گیا۔

اس طرح سے برطانوی حکومت کے ثانوی دور میں جدید تعلیم کے فروغ کے یہ چند اہم ادارے تھے جو مسلمانوں نے قائم کئے تھے۔ ان میں قدیم علوم و فنون کے ساتھ جدید مضامین اور موضوعات بھی شامل کئے گئے تھے۔ تعلیم کو روزگار اور ملازمت سے جوڑنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان تین اداروں کی نچ پر ملک کے طول و عرض میں کئی اسکولز اور کالجز قائم ہوئے تھے جو بدلے حالات میں مسلمانوں کی تعلیمی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے کوشاں تھے۔

عصری تعلیمی ادارے- آزاد ہندوستان میں:

تقسیم ہند کے بعد کے سیاسی اور سماجی حالات کا اثر مسلمانوں کی تعلیمی اور اقتصادی صورت حال پر بھی پڑا۔ سابقہ سطور میں مذکور تعلیمی ادارے آزاد ہندوستان میں بھی اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔ مگر اب وہ ادارے حکومت ہند کے ماتحت آگئے تھے۔ مالی مشکلات کا حل تو نکل آیا مگر اسی کے ساتھ تعلیمی منصوبوں اور پروگراموں کو عملی شکل دینے میں حکومتی اداروں کا عمل دخل بڑھ گیا۔ اس دور میں ان اداروں کے علاوہ کئی اور ادارے قائم ہوئے۔

جامعہ ہمدرد، دہلی:

اس دور میں قائم ہونے والے سرفہرست جامعہ ہمدرد ہے جو دہلی میں واقع ایک مشہور یونیورسٹی ہے۔ یہ جدید طب اور علم الادویات، انفارمیشن ٹکنالوجی، کمپیوٹر اپلی کیشنز، بزنس مینجمنٹ، فزیوتھیراپی وغیرہ کورسز میں گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کورسز کے لیے تدریسی اور تربیتی سہولیات فراہم کرتی ہے۔ اس ادارے کا تاریخی ارتقاء کچھ اس طرح سے ہے۔ حکیم عبدالحجید نے ۱۹۰۶ء میں یونانی طریقہ علاج پر مبنی ایک چھوٹا کلینک قائم کیا

تھا۔ انہوں نے اس کا نام ”ہمدرد“ رکھا تھا۔ ان کے لائق افتخار بیٹے جناب حکیم عبدالحمید صاحب نے آزاد ہندوستان میں ہمدرد کے مقاصد اور نظریہ کو فروغ دیا۔ حکیم صاحب نے تقسیم ہند کے الم ناک ہنگامے میں بھی ایک ایسے تعلیمی ادارے کے قیام کا منصوبہ بنایا جو ہندوستانی تہذیب و ثقافت کے تئیں اسلام کی خدمات اور یونانی ادویات کے فروغ کے لیے سنجیدہ کوشش کرے۔ ہمدرد جو ایک تجارتی ادارہ تھا ۲۸ اگست ۱۹۴۸ء میں اسے صحت و تعلیم کے بشمول عوامی خیرات کے حوالے سے اسلام کی تعلیمات کو عملی شکل دینے کے لیے ایک وقف میں تبدیل کر دیا گیا۔

تقسیم ہند کے اس ہنگامی دور میں حکیم صاحب نے جنوبی دہلی کے تغلق آباد علاقے میں ایک وسیع و عریض قطعہ اراضی حاصل کیا۔ حکیم صاحب اور ان کے مسلم رفقاء نے کار نے ۱۹۶۲ء میں انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹری آف میڈیسن اینڈ میڈیکل ریسرچ کی بنیاد رکھی۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کے مطالعہ کو فروغ دینے کے لیے ۱۹۶۳ء میں انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کا قیام عمل میں آیا۔ ہمدرد طبی کالج کا قیام ۱۹۶۳ء میں پرانی دہلی کی گلی قاسم جان میں ہوا۔ اس کو ۱۹۸۰ء میں جامعہ ہمدرد کے موجودہ کمپس میں منتقل کر دیا گیا۔ ہمدرد وقف لیباریٹریز کے منافع کو وصول کرنے اور خرچ کرنے کے لیے ۱۹۶۳ء میں ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آیا۔ تعلیم، طبی خدمات اور فروغ تعلیم کے میدان میں کوشش کرنا اس کا مقصد تھا۔ عربی اور فارسی زبان میں موجود یونانی میڈیسن کے علم کو نئی نسل تک منتقل کرنے کے لیے ۱۹۷۲ء میں ہمدرد کالج آف فارمیسی کو قائم کیا گیا۔ ۱۰ مئی ۱۹۸۹ء کو حکومت ہند کی وزارت برائے فروغ انسانی وسائل نے جامعہ ہمدرد کو ایک مجوزہ یونیورسٹی کا درجہ عطا کیا۔ اس کے بعد سابق الذکر سارے ادارے اس میں ضم ہو گئے۔ اس طرح سے حکیم صاحب کے خوابوں کو خوب صورت تعبیر ملی۔ جامعہ ہمدرد یونانی میڈیسن، اسلامک اسٹڈیز، بائیوسائنس، فارمیسی، نرسنگ اور علم و تعلیم دیگر شعبہ جات میں ہمدرد وقف کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے بنایا گیا تھا۔

گزشتہ چند سالوں میں اس ادارہ نے نمایاں ترقی کی ہے۔ اس یونیورسٹی کو ۲۰۱۲ء

میں میڈیکل کالج کے قیام کی منظوری دی ہے۔ اس سے قبل یونیورسٹی نے مجیدیہ ہسپتال کا نام بدل کر حکیم عبدالحمید ہسپتال رکھا تھا۔ اس کو اب ہمدرد انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنس اینڈ ریسرچ سے منسلک کر دیا گیا ہے۔ اس یونیورسٹی میں طلبہ و طالبات کے لیے اقامتی سہولیات بھی دستیاب ہیں۔ غیر مقیم ہندوستانی اور غیر ملکی طلبہ کے لیے داخلہ کی سہولیات بھی دستیاب ہیں۔ اس جامعہ میں حکیم محمد سعید سینٹرل لائبریری طلبہ، اساتذہ اور تحقیق میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے بہت ہی مفید ہے۔

اس جامعہ سے منسوب دو ادارے بہت مشہور ہیں۔

۱۔ ہمدرد اسٹڈی سرکل

سول سروسز کے لیے امتحانات کی تیاری کے لیے ۱۹۹۲ء میں جناب حکیم عبدالحمید صاحب نے ایک کوچنگ سینٹر قائم کیا تھا۔ جناب سید محمد حامد کی سربراہی میں اس کو بہت ترقی اور تقویت ملی۔ اس میں سول سروسز امتحانات کے تینوں مرحلوں کی تیاری کے لیے کوچنگ کا انتظام ہے۔ طعام و قیام کی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں تاہم طعام اور ہاسٹل کے رکھ رکھاؤ کے لیے فیس لی جاتی ہے جب کہ کوچنگ کی سہولیات مفت فراہم کی جاتی ہے۔

۲۔ ہمدرد پبلک اسکول

تعلیم اور تحقیق کے میدان میں ہمدرد دو خانہ وقف کے مقاصد کی تکمیل کے لیے ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آیا تھا۔ جامعہ ہمدرد اور ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی اس کے اہم ادارے تھے۔ ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی کے ماتحت ہمدرد پبلک اسکول قائم کیا گیا۔ اس اسکول کی جائے وقوع جامعہ ہمدرد سے قریب سنگم وہاں میں ہے۔ اس کو اب تعلیم آباد کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس اسکول میں سینئر سیکنڈری لیول تک کی تعلیم کا انتظام ہے۔ ذریعہ تعلیم انگریزی زبان ہے۔ یہ اسکول CBSE سے ملحق ہے۔ ہمدرد پبلک اسکول اقامتی سہولیات بھی فراہم کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اس میں ڈے اسکول بھی ہے۔ قرب و جوار کے طلبہ تعلیمی اوقات کے بعد اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد:

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی شہر حیدرآباد میں واقع ایک مرکزی یونیورسٹی ہے۔ اس کو ۱۹۹۸ء میں پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے ذریعہ ایک مرکزی یونیورسٹی کے طور پر حکومت ہند نے قائم کیا تھا۔ اس یونیورسٹی کو NAAC (نیشنل اسسمنٹ اینڈ ایکریڈیشن کاؤنسل) نے A گریڈ دیا ہے۔ اس ادارے کا بنیادی مقصد اردو زبان کو فروغ دینا، اکیڈمک اور پرفیشنل مضامین میں تعلیم و تربیت، ذریعہ تعلیم میں اردو زبان کا استعمال، اقامتی اور فاصلاتی طریقہ تعلیم کو اپناتے ہوئے خواہشمند افراد کو اعلیٰ تعلیم اردو زبان میں مہیا کرنا اور تعلیم نسواں پر خصوصی توجہ دینا ہے۔ اس یونیورسٹی میں اردو، انگلش، عربی، ہندی، فارسی، برنس مینجمنٹ، ماس کمیونیکیشن، پولیٹیکل سائنس اینڈ پبلک ایڈمنسٹریشن، ایجوکیشن اینڈ ٹریننگ، ترجمہ، تعلیم نسواں، کمپیوٹر سائنس اینڈ انفارمیشن ٹکنالوجی کے شعبہ جات کے علاوہ اور کئی مراکز بھی قائم کئے گئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ (۱) اردو اساتذہ کی پیشہ ورانہ ترقی کے لیے مرکز۔ (۲) نسائی مطالعات کا مرکز۔ (۳) میڈیا (ذرائع ابلاغ) کا تعلیم مرکز۔ (۴) اردو زبان، ادب اور ثقافت کا مرکز۔ (۵) سماجی اخراج اور ادخال حکمت عملی کے مطالعہ کا مرکز۔ (۶) یو جی سی اکیڈمک اسٹاف کالج۔

فاصلاتی تعلیم کا نظام اس یونیورسٹی کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ بہت سے وہ طلبہ جو کلاس میں ریگولر حاضری نہیں دے سکتے ان کے لیے یہ نظام سہولیات فراہم کرتا ہے۔ اس ادارے کے ڈائریکٹوریٹ آف ڈسٹینس ایجوکیشن نے ۱۹۹۸ء سے اس میں اردو ذریعہ تعلیم میں بی۔ اے کے کئی کورسز میں تعلیم دینے کا آغاز کیا ہے۔ یہ سارے کورسز نئی دہلی کے ڈسٹینس ایجوکیشن کونسل سے منظور شدہ ہیں۔ طلبہ کو تعلیمی اور انتظامی سہولیات فراہم کرنے کے لیے ڈائریکٹوریٹ نے ۹ علاقائی مراکز (دہلی، پٹنہ، بنگلور، بھوپال، دہرگنہ، سری نگر، کوکاتا، ممبئی، رانچی میں) اور ۵ ذیلی علاقائی مراکز (حیدرآباد، لکھنؤ، جموں، نوح، امراتو میں) قائم کئے ہیں۔ پورے ملک میں ان مراکز کے ماتحت ۱۶۱ اسٹڈی مراکز قائم

ہیں۔ اس کے علاوہ اس یونیورسٹی نے اسباق کی تعلیم دینے کے لیے سمعی اور بصری ذرائع ابلاغ (audio-visual media) کے استعمال کا سہارا بھی لیا ہے۔ اس کے لیے یونیورسٹی نے دور درشن سے معاہدہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی داخلہ کی کارروائیوں کو آسان بنانے اور سمعی و بصری مواد اور ذاتی مطالعہ کے لیے مواد (self-learning material) مہیا کرنے کے لیے آن لائن سہولیات فراہم کرنے کے لیے سنجیدہ کوشش میں لگی ہے۔ فصلاتی تعلیم کا یہ نظام بہت ہی مقبول ہے اور ملک میں طلبہ کی ایک معتد بہ تعداد اس سے استفادہ کر رہی ہے۔ بیرون ہند، جدہ (سعودیہ عربیہ) میں بھی اس کا ایک سینٹر قائم ہو گیا ہے۔ گریجویٹ، پوسٹ گریجویٹ اور ڈپلوما کے سرٹیفکیٹ (اسناد) دوسری مرکزی یونیورسٹیوں کی اسناد کے مساوی ہیں۔ فی الحال ڈائریکٹوریٹ فصلاتی تعلیم کے ۱۷ پروگرام پیش کرتا ہے۔ اردو، تاریخ اور دراسات اسلامیہ کے ۳ ایم اے پروگرام، بی اے، بی کام، بی ایس سی، اور بی ایڈ کے ۴ پروگرام، میوزولوجی (Museology) اور ٹورازم مینجمنٹ کے ۲ پی جی ڈپلوما پروگرام، جرنلزم اینڈ ماس کمیونیکیشن اور ٹیکنیکل انگلش میں ۲ ڈپلوما کے پروگرام، فوڈ اینڈ نٹریشن، پروفیشنل ان اردو تھرو انگلش، پروفیشنل ان اردو تھرو ہندی اور فنکشنل انگلش فار اردو اسپیکرز کے ۴ سرٹیفکیٹ پروگرام میں فصلاتی تعلیم کا انتظام ہے۔

چند نئے ادارے:

ماضی قریب میں گورنمنٹ اور پرائیویٹ سیکٹرز میں مسلم اقلیت کے تعلیمی مسائل کو حل کرنے کی سنجیدہ کوشش کے نتیجے میں کئی تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں آیا ہے۔ ان میں مذکورہ بالا مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد (۱۹۹۸ء)، انگلرل یونیورسٹی، لکھنؤ (۲۰۰۴ء)، مولانا محمد علی جوہر یونیورسٹی، رام پور (۲۰۰۶ء)، مولانا مظہر الحق عربک اینڈ پشین یونیورسٹی، پٹنہ (یہ یونیورسٹی ۱۹۹۸ء میں قائم کی گئی تھی مگر ۲۰۰۸ء میں تعلیم و تدریس کا آغاز ہوا)، بی ایس اے عبدالرحمن یونیورسٹی، چٹنی (۲۰۰۸ء)، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ

ٹکنالوجی، ری۔ بھوائی، میگھالیہ (۲۰۰۸ء)، عالیہ یونیورسٹی، کولکاتا (۲۰۰۸ء)، دی آیروپیک اینڈ یونانی طبیہ کالج (۲۰۰۸ء)، خواجہ غریب نواز عربک اردو پشین یونیورسٹی، لکھنؤ (۲۰۰۹ء)، الفلاح یونیورسٹی، ہریانہ (۲۰۱۴ء) اور مولانا آزاد یونیورسٹی، جوڈھپور، (۲۰۱۴ء)۔ کچھ ایسی یونیورسٹیز بھی ہیں جو مسلمانوں کے نام پر تو ہیں مگر ان میں تعلیم مسلم اقلیت کے لئے مخصوص نہیں۔ ان میں برکت اللہ یونیورسٹی، بھوپال، ہدایت اللہ یونیورسٹی، رائے پور، عبدالکلام انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجیکل سائنسز، آندھرا پردیش، مولانا آزاد نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی، بھوپال، فاطمہ یونیورسٹی، قاضی پٹیہ، تلنگانہ، عظیم پریم جی یونیورسٹی، بنگلور قابل ذکر ہیں۔ وہیں ملک میں کچھ ایسی یونیورسٹیز بھی ہیں جو حکومت کے ماتحت ہیں مگر ان کی جائے وقوع کی وجہ سے ان میں مسلم طلبہ کی تعداد زیادہ ہے۔ اس زمرے میں کشمیر یونیورسٹی، سری نگر، اسلامک یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹکنالوجی، پلوامہ، جموں و کشمیر، بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی، راجوری، جموں و کشمیر، اور کالی کٹ یونیورسٹی، کیرالا کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

الامین ایجوکیشنل سوسائٹی اور الامین مشن:

مسلمانوں کے تعلیمی مسائل کے لیے پرائیویٹ سیکٹرز میں جنوبی ہند میں کئی تعلیمی ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ ان اداروں میں زیادہ تر پروفیشنل اور اوکیشنل کورسز میں تعلیم و تدریس کی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں الامین میڈیکل کالج خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ۱۹۶۶ء میں بنگلور شہر میں قائم کی گئی الامین ایجوکیشنل سوسائٹی کی خدمات جنوبی ہند میں نمایاں رہی ہیں۔ اس کے بانی ڈاکٹر ممتاز احمد خان نے الامین تحریک کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کی توجہ تعلیم، بینکنگ اور صحت کے میدان میں قوم مسلم کے افراد کو سہولیات فراہم کرنے پر ہے۔ الامین ایجوکیشنل سوسائٹی کی ۲۰ شاخیں اور ۱۳۵ ادارے ریاست کرناٹک میں قائم ہیں جہاں ہزاروں طلبہ و طالبات کی تعلیمی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے کوشش کی جاتی ہے۔

اس تعلیمی تحریک سے متاثر ہو کر مغربی بنگال میں الامین مشن بھی تعلیمی میدان میں نمایاں خدمات انجام دے رہا ہے۔ ۱۹۸۶ء میں جناب نور الاسلام کی قیادت میں قائم ہونے والے اس مشن کے ماتحت مغربی بنگال، آسام اور جھارکھنڈ میں ۶۷ ادارے، ۴۱ / اقامتی کیمپس ہیں جن میں ہزاروں طلبہ و طالبات تعلیمی سہولیات اور کوچنگ سینٹرز کی خدمات اور اپنے تعلیمی کیریئر کے لیے الامین مشن کی طرف سے فراہم کی جانی والی رہنمائی سے استفادہ کر رہے ہیں۔

البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی، علی گڑھ:

شمالی ہند میں تعلیمی سرگرمیوں کے حوالے سے علی گڑھ میں واقع البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کی کوشش بھی قابل تعریف ہے۔ مختصر سی مدت میں اس ادارے نے نمایاں ترقی حاصل کر لی ہے۔ فارسی اور ہندی زبان کے مشہور صوفی شاعر، سید شاہ برکت اللہ مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان سے منسوب البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کو ۱۹۹۵ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اس ادارے کا بنیادی مقصد تعلیمی اداروں کا قیام و انتظام ہے۔ اس کے تحت البرکات سوسائٹی نے ۲۰۰۴ء میں البرکات انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ اسٹڈیز کو قائم کیا اور ۲۰۰۴ء کے تعلیمی سال سے طلبہ کے داخلہ کا آغاز ہوا۔

اس سوسائٹی کے لیے عملی اقدام کی تحریک خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف، ایڈ، یو۔ پی کے صوفی مشائخ کی تعلیمات اور خدمات سے ملی ہے۔ پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی کی قیادت میں اس خانوادہ کے افراد کا تعلیم، علمی سرگرمیوں اور تعلیمی اداروں کے قیام سے خاص تعلق رہا ہے۔ اس سوسائٹی کے تعلیمی منصوبوں کو عملی شکل دینے میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سرکردہ اسکالرز کا تعاون بھی حاصل رہا ہے۔ البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کے اغراض و مقاصد میں تعلیمی اداروں کا قیام، نرسری سے ڈگری لیول تک کی تعلیم فراہم کرنے والے اداروں کا انتظام، ملازمت اور روزگار میں معاون مضامین اور موضوعات کے لیے تعلیمی و تربیتی سہولیات فراہم کرنا، مقابلہ جاتی امتحانات کی تیاری کے لیے اقلیتی طلبہ

و طالبات کے لیے کوچنگ سینٹرز کا قیام، سوسائٹی کے ماتحت چلنے والے اداروں کا متعلقہ محکموں سے الحاق کی کوشش کرنا اور مستحق طلبہ و طالبات کو مالی معاونت اور اسکالرشپ دینا شامل ہے۔

ان مقاصد کی تکمیل کے لیے سوسائٹی نے البرکات پبلک اسکول قائم کیا ہے۔ اس میں ابتدائی درجات سے لے کر بارہویں کلاس تک کی تعلیم CBSE کے نصاب کے مطابق دی جاتی ہے۔ اس اسکول میں کلاس VI سے XII تک لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے علیحدہ تعلیم کا انتظام ہے۔ یہ اسکول طعام و قیام کی سہولیات بھی فراہم کرتا ہے۔ قادر یہ گریس سیکشن آف البرکات پبلک اسکول میں ۲۰۰ سے زائد لڑکیاں زیر تعلیم ہیں۔ اس میں پلے گروپ سے پریپیئر میٹری لیول تک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ اسکول میرس روڈ، علی گڑھ میں واقع ہے۔ البرکات آفٹرنون اسکول (راحت پروجیکٹ) میں معاشی طور پر کمزور طبقہ کے بچوں اور بچیوں کی تعلیم کا انتظام ہے۔ اس میں پریپیئر میٹری سے پانچویں کلاس تک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کتابیں اور یونیفارم بھی مہیا کرتا ہے۔ سوسائٹی کی ان کوششوں کی بدولت اسکولی سطح پر مسلم اقلیت کے تعلیمی مسائل کو حل کرنے میں بہتر نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ تعلیمی منصوبوں کی تکمیل کے لیے البرکات انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ اسٹڈیز میں MBA کی تعلیم، البرکات انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن میں B.Ed کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ مدارس کے فارغین کے لیے البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ بھی قائم کیا گیا۔ اس میں ہر سال ۱۵ طلبہ داخلہ لیتے ہیں۔ اس انسٹی ٹیوٹ میں مدارس کے ان فارغین کو عربی اور انگریزی زبان کی تعلیم، علوم اسلامیہ میں تحقیق اور دعوتی کام لیے تحریر و تقریر کی تربیت دی جاتی ہے۔ اس انسٹی ٹیوٹ کے طلبہ کو طعام و قیام کے علاوہ وظائف بھی دیے جاتے ہیں۔

حاصل کلام:

مختلف ادوار میں ہندوستانی مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کے اس تعارف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عصری تعلیم کو مغربی فلسفہ تعلیم کے تناظر میں پیش کرنے کی وجہ سے ہندوستانی مسلمانوں نے جدید عصری مضامین کی تعلیم و تدریس کے لیے ابتداء میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا تھا۔ مگر جب بدلے ہوئے سیاسی حالات میں اس تعلیم کی افادیت ملازمت اور روزگار کے میدان میں تسلیم کی جانے لگی تو مسلمان بھی اس کی طرف مائل ہوئے۔ استعماری نظام کے ابتدائی اور ثانوی ادوار میں قائم ہونے والے اداروں کی کارکردگی اور خدمات سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے۔ تاہم جدوجہد آزادی کے لیے برپا قومی تحریک اور پھر تقسیم ہند کے سانحہ کا اثر جدید تعلیم کے فروغ کی کوششوں پر بھی پڑا۔ استعماری دور کے ادارے حکومت ہند کے ماتحت آگئے۔ تاہم جامعہ ہمدرد کی تعلیمی تحریک کو کامیابی ملی۔ ۱۹۹۰ء کی دہائی سے تعلیمی سرگرمیوں کے میدان میں پھر سے ہندوستانی مسلمان سنجیدہ ہونے لگے۔ اس سلسلے میں انہوں نے تعلیم کے لبرلائزیشن سے پیدا ہونے والے امکانات اور مواقع کا بھرپور استعمال کیا اور ایسے ادارے قائم ہونے لگے جن میں پروفیشنل کورسز کی تعلیم کے انتظامات تھے۔ جدید تعلیم کی طرف میلان کی ایک وجہ بھی ہے کہ روزگار اور ملازمت کے لیے اس تعلیم کی افادیت تسلیم کی جانے لگی ہے۔ پہلے جدید تعلیم کا مقصد صرف سرکاری ملازمت حاصل کرنا تھا۔ اس میں بھید بھاؤ اور امتیازی سلوک کی وجہ سے اکثر ناکامی کا سامنا کرنا ہوتا تھا۔ مگر اب ملٹی نیشنل کمپنیز میں مواقع جدید تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کے لیے حوصلہ افزا ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ سچر کمیٹی کی رپورٹ اور سفارشات کے بعد قوم مسلم کے رہنماؤں اور حکمران جماعتوں نے تعلیمی میدان میں مثبت اقدامات کے لیے سنجیدہ سوچ بیدار ہوئی ہے۔ ۲۰۰۵ء میں نیشنل کمیشن فار مائنارٹیز ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشن کے قیام بعد سے بھی تعلیم کے لیے کی جانے والی کوششوں کو مزید تقویت ملی ہے۔ اس سے مسلمانوں کو تعلیمی اداروں کے قیام کے لیے بہترین مواقع ملے ہیں۔ ایسے تعلیمی اداروں میں اقلیتی

طلبہ و طالبات کے لیے پچاس فیصدی ریزرویشن کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

ماضی قریب میں مدارس کی تعلیم پر ہونے والی بحث کے تناظر میں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ آزاد ہندوستان میں کئی ریاستوں میں مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا قیام عمل میں آیا ہے۔ ان مدارس میں روایتی مذہبی تعلیم کے ساتھ نصاب میں جدید مضامین اور موضوعات کو شامل کرنے کی گنجائش نکالی گئی ہے۔ ریاستوں کے مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے ملحق اداروں کے اراکین اگر اپنی مسئولیت کا احساس کرتے ہوئے معیار تعلیم کو بہتر بنانے کے سنجیدہ کوشش کریں تو مسلمانوں کے تعلیمی مسائل کو حل کرنے میں ایک مثبت تبدیلی آسکتی ہے۔ اس سلسلے میں یہ کام بھی کرنا ہوگا کہ کم سے کم ان ریاستوں میں ان مدارس کی اسناد کی بنیاد پر طلبہ مدارس کو مدارس کے علاوہ دیگر حکومتی شعبوں میں بھی ملازمت کے مواقع میسر آئیں۔

حاصل کلام یہ کہ اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے تعلیمی مسائل کو حل کرنے کے لیے سنجیدہ افراد اس مختصر تعارف میں مذکور اداروں کے بانیوں کی مثبت کوششوں کو سراہتے ہوئے جدید تعلیم کے اداروں کو قائم کریں۔ مسلمانوں کے درمیان تعلیمی بیداری پیدا کریں۔ تعلیم کے میدان میں ترقی سے ہندوستانی مسلمانوں کے معاشی اور اقتصادی مسائل کو حل کرنے میں بھی کامیابی ملے گی۔ اس طرح سے قوم مسلم کے نونہالوں کے لیے تعلیم کی برکات سے روزگار کے مواقع کا بہتر استعمال کرنے کی راہیں ہموار ہوں گیں۔

”جمالِ خلیل“ کا دل کش جمال

ڈاکٹر محمد حسین شاہ روضی، مالگائوں

خلیل العلماء حضرت مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی نور اللہ مرقدہ کو میں اپنے بچپن سے اُن کے اطفالِ اہل سنت کی دینی و اسلامی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے سوال و جواب کی صورت میں تحریر فرمودہ معرکہ آراء تصنیف ”ہمارا اسلام“ سے جانتا ہوں۔ اس کتاب کو ناظرہ تعلیم کے دوران اپنے سینے سے لگا کر رکھتے تھے۔ اس کتاب کی برکت و رحمت ہے کہ بچپن ہی سے اسلام کے بنیادی عقائد اور ضروری مسائل سے آگاہی ہوئی۔ عمر کے ساتھ ساتھ جب شعور پختہ ہوا تو گھر میں آپ کی گراں قدر تصنیف ”سُنی بہشتی زیور“ بھی دیکھی۔ واقعی خلیل العلماء حضرت مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی نور اللہ مرقدہ نے بچوں اور خواتین کے لیے جو گراں قدر تصنیفات چھوڑی ہیں وہ رہتی دنیا تک اہل سنت کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں کہلائیں گی۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء ہندوستان کے موضع کھیری، ریاست دادوں ضلع علی گڑھ میں ہوئی۔ آپ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۳ء میں مارہرہ شریف آگئے جہاں دنیا کی عظیم خانقاہ، ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا مرکز، خانقاہ برکاتیہ ہے، جو امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کا پیر خانہ ہے۔ یہاں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء میں ۶ سال کی عمر میں اسکول میں داخل ہوئے اور ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں مڈل پاس کیا۔ ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۵ء میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ، دادوں (ہندوستان) میں درسِ نظامی کا آغاز کیا۔ مفتی صاحب کے اساتذہ میں امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی کے صاحبِ زادے مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا کاں قادری برکاتی بریلوی اور شاگرد و خلیفہ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی جیسے کامل علماء و فضلاء تھے۔ وہ ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۸ء میں تاج العلماء حضرت سید اولادِ رسول محمد میاں قادری قدس سرہ (م ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۷ء) کے دستِ حق

پرست پر بیعت ہوئے۔ ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء میں مرشدِ گرامی نے نیابتِ اجازت دی پھر احسن العلماء حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ نے تحریراً اجازت مرحمت فرمائی ۱۳۷۳ء/۱۹۵۵ء میں مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے بھی چاروں سلاسل میں اجازت مرحمت فرمادی۔ آپ حضور صدر الشریعہ قدس سرہ کے ممتاز اور قابلِ فخر تلامذہ میں سے تھے جن کا ذکر خود صدر الشریعہ قدس سرہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”بہارِ شریعت“ میں فرمایا ہے۔

خلیل العلماء حضرت مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی نور اللہ مرقدہ بیک وقت محدث، مفسر، مناظر، مفتی، مدرس، مصنف، مترجم، منتظم، فقیہ، واعظ اور مایہ ناز شاعر بھی تھے۔ آپ کا اشیبِ قلم نثر و نظم دونوں ہی میدانوں میں سرپٹ دوڑتا تھا۔ آپ نے تقریباً ۵۸ تصانیف و تراجم یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے دو تین کے علاوہ سب ہی شائع ہو چکی ہیں، مثلاً ترجمہ سبع سنابل شریف، ہماری نماز، ہمارا اسلام، سنی بہشتی زیور، عقائد اسلام، نور علی نور، فیصلہ ہفت مسئلہ، ترجمہ تنبیہ الغافلین، احسن الفتاویٰ، وغیرہ وغیرہ۔ تقریر و تحریر کے میدان میں نثر و نظم جیسی ہر دو اصنافِ ادب کے حوالے سے خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی نور اللہ مرقدہ نے اسلام و ایمان کی جواہرہائی فصلِ بہاراں اُگائی ہے، اُس سے مشامِ جان و ایمان معطر و معبر ہے۔ اس وقت میری تبصراتی کاوش کا عنوان آپ کی شعر گوئی ہے۔ آپ کے قلم کا شاعرانہ روپ بڑا نکھر اور ستھرا ہے۔ ”جمالِ خلیل“ کے عنوان سے نعت و منقبت اور غزل کا حسین گلِ دستہ آپ کے وارث و جانشین، عالمی مبلغِ اسلام، فخرِ رضویت محامد العلماء حضرت مفتی احمد میاں قادری برکاتی دام ظلہ العالی نے مرتب فرما کر شائع کروادیا ہے، جو اہل ذوق سے داد و تحسین وصول کر رہا ہے۔ اس دل کش مجموعہ کلام میں: الحمدِ باری تعالیٰ ۳۳/ نعتیہ کلام، ۶/ نعتیہ قطعات، ۱/ صلوٰۃ و سلام، ۲۱/ مناقب، ۱۴/ غزلیات اور ۵/ غزلیہ قطعات چار چاند لگائے ہوئے ہیں۔ جو عقیدہ و عقیدت کے ساتھ ساتھ شعری محاسن سے لبریز ہیں۔

حضرت خلیل العلماء شعر و ادب کے رموز و اسرار سے آگاہ ایک قادر الکلام عالم و فاضل شاعر کا نام ہے۔ بدقول ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی: ”مفتی محمد خلیل خان برکاتی طبقہ علمائے ممتاز تھے، وہ سخن گوار سخنِ سنخ بھی تھے اور فنِ شعر میں خاص امتیاز

رکھتے تھے۔ انھوں نے مختلف اصنافِ سخن میں شاعری کی۔ مثلاً: حمد، نعت، منقبت، غزل، قصیدہ، سہرا، قطعہ، مسدس، مربع وغیرہ۔ ان کی بعض غزلیں اور نعتیں تو مرصع ہیں اور یہ بات اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب شاعر زبان و بیان پر قدرت رکھتا ہو اور اس کے خیالات میں روانی اور جذبات میں جولانی ہو۔ ان کے بعض مطلع اور مقطع بھی خوب ہیں۔ ان کی شاعری بڑی وسیع ہے، اس میں تمام وہ خوبیاں موجود ہیں جو ایک اچھی شاعری میں ہونی چاہئیں۔ (جمالِ خلیل ص ۲۵)

روایت کے مطابق ”جمالِ خلیل“ کا دروازہ سخنِ حمد باری تعالیٰ سے وا ہوتا ہے۔ خلیل العلماء قدس سرہ کی شخصیت شریعت و طریقت کا ایک حسین و جمیل سنگم تھی۔ آپ عشق و عرفان اور سلوک و معرفت کی اک بلند منزل پر فائز تھے۔ آپ کے موئے قلم سے نکلے ہوئے حمد یہ اشعار اللہ جل شانہ کی قدرتِ کاملہ، رحیمی و کریمی اور بخشش و عطا وغیرہ صفات کا خوب صورت شعری پیکر میں اظہار کرتے ہوئے اپنی عاجزی و انکساری اور غلامی و بندگی کا اعتراف کرتے ہوئے ربِّ کریم جل شانہ سے اس کا لطف و کرم طلب کیا ہے۔

تو ہی ذی اقتدار ہے یارب صاحب اختیار ہے یارب
تو ہے سب کائنات کا مولا مالک و کردگار ہے یارب
بخشتا ہے گناہ گاروں کو تو ہی آمرزگار ہے یارب
حمد باری تعالیٰ میں اللہ جل شانہ کی تعریف و توصیف کے ساتھ ساتھ اُس کی بارگاہِ جلالت مآب میں اپنا عجز پیش کرتے ہوئے رسولِ کوئین ﷺ کے صدقہ و طفیل میں مناجات کا یہ انداز آپ کی خوش عقیدگی کا مظہر ہے۔

اک سہارا ترے حبیب کا ہے اک وہی نعمتگار ہے یارب
اُن کے صدقہ میں سُن مری فریاد تُو بڑا ذی وقار ہے یارب
حمد باری تعالیٰ کے بعد ”جمالِ خلیل“ کا شعری سفر نعت و منقبت اور غزل کی طرف رواں دواں ہوتا ہے۔ ”جمالِ خلیل“ عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ و ابلاغ کا ایک حسین و جمیل گل دستہ ہے۔ جس کے لفظ لفظ سے عقیدت و محبت کی ایمان افروز خوشبوئیں ٹپکتی ہیں۔ جس کے شعر شعر سے تعظیم و توقیر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار و اشتہار ہوتا ہے۔

”جمالِ خلیل“ کی تقدیسی شاعری میں عرفان و معرفت اور قرآن و حدیث کی جھلکیاں بھی ہیں اور شعری فنی محاسن کا گہرا چاؤ بھی۔ مسلکِ اہل سنت و جماعت کی شہرہ آفاق خوش عقیدگی کا خوب صورت اظہار یہ بھی ہے اور صداقت و سچائی کے جواہر بھی۔ ”جمالِ خلیل“ کی غزل رنگ شاعری میں غمِ جانان کا بیان بھی ہے اور ترنم و موسیقیت کی لہریں بھی۔ خمریات کا نگار خانہ بھی ہے محاکاتِ آفرینی کے انداز بھی۔ ”جمالِ خلیل“ سے چند نمایندہ اشعار نشانِ خاطر کریں۔

خیالِ زلفِ رُخِ شہ میں غرق رہتا ہوں نہ پوچھیے مری دنیاے رنگ و بو کیا ہے
اے ملیح عَزْبی تیری ملاحت کے نثار لطف آئے جو ہر اک زخمِ نمک داں ہو جائے
باندھ رکھے ہیں مرے جوشِ حیرت نے قدم کھینچ لے چل دلِ مشتاقِ مدینہ مجھ کو
توجہ ان کرم پرور نگاہوں کی جو ہو جائے مرا ایماں سنور جائے میں ایماں سے سنور جاؤں
اللہ لالہ زارِ مدینہ کی نزہتیں قربان ہے بہارِ جنان جھوم جھوم کر
سب کچھ بھلا دیا ستمِ روزگار نے پھر بھی تمہاری یاد ستاتی رہی مجھے
ساقی نے میرے نام پہ تشکیلِ بزم کی مے خانے میری روح جو بہرِ وضو گئی
دل کا کنول بہار نہ لایا ترے بغیر آیا جو تیری یاد کا جھونکا ترے بغیر
”جمالِ خلیل“ کی نعتوں کے موضوعات عمومی طور پر وہی ہیں جو خوش عقیدگی کی پہچان ”دبستانِ بریلی“ کے شعرا کے کرام کی نعتوں میں پائے جاتے ہیں۔ حزم و احتیاط، من گھڑت اور موضوع روایات سے اجتناب، عبد و معبود کے فرق کا لحاظ اور رسولِ کوئین صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات کے بیان میں مبالغہ آمیزی کی بجائے مختار رویوں کا نظارہ ”جمالِ خلیل“ کی جملہ نعتوں میں کیا جاسکتا ہے۔ موضوعاتِ نعت کے ساتھ ساتھ حضرت خلیل العلماء نے جن لفظیات کا نگار خانہ آراستہ کیا ہے اُن میں بھی وارفتگی شوق کے جلو میں پاکیزگی، بیان کی جلوہ گری، ہمیں مسحور کر دیتی ہے۔

”جمالِ خلیل“ کے کلام کو پڑھتے ہوئے بار بار امامِ نعت گویاں امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کے مجموعہ ”کلامِ حدائقِ بخشش“ کا خیال آتا ہے۔ امامِ نعت گویاں امام احمد رضا کی لفظیات سے حضرت خلیل العلماء علیہ الرحمہ نے بڑی خوب صورتی اور فن کارانہ

چابک دستی کے ساتھ استفادہ کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: ”شاعر جس عقیدے و نظریے کا حامل ہوتا ہے، اس کا اظہار اس کی شاعری میں لامحالہ درآتا ہے۔ اور وہ جن شخصیات یا شاعروں سے متاثر ہوتا ہے اُن کی شعری لفظیات کا استعمال بھی وہ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ تقلیدی عمل بسا اوقات ایک ایسے دل کش اور خوب صورت فنی پاروں کو جنم دیتا ہے کہ ناقد کو تعریف کیے بغیر چارہ نہیں رہ جاتا اور یہ رویہ مذہبی اور لاندہبی ہر دو اقسام شاعری میں دیکھنے کو ملتا ہے۔“

”جمال خلیل“ میں حضرت رضا بریلوی کی لفظیات سے استفادہ کا جلوہ دیکھنے کے لیے ذیل کی مثالیں نشانِ خاطر کریں: سیہ کارانِ اُمت / جوشِ عصیاں / شبِ اسری کے دولہا / اے ملیحِ عَرَبی / نمکداں / نمک آگسِ صباحت / خاک بوسی / چاشنی گیر / کالے کوسوں / مرغِ غزل خواں / صبحِ محشر / سوزِ غم / دوشِ عزیزاں / لُختِ لُختِ دل / نخلِ مرام / وغیرہ وغیرہ۔ ”مُشتے نمونہ از خروارے“ کے مصداق لفظیاتِ رضا سے استفادے کی چند ہی مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت خلیل العلماء علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مشہور زمانہ نعتوں ”محمد مظہرِ کامل ہے حق کی شانِ عزت کا“ اور ”یاد میں جس کی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو“ کی زمینوں کو برتتے ہوئے بڑی خوب صورت اور دل کش نعتیں قلم بند کی ہیں۔ ان نعتوں میں آپ کا پیرایہ بیان کلامِ رضا سے حد درجہ مماثلت رکھتا ہے۔ لفظیاتی۔ معنویاتی اور اسلوبیاتی لحاظ سے زمینِ رضا میں لکھے گئے حضرت خلیل العلماء کے کلام پر تو کلامِ رضا کہنا مبالغہ نہ ہوگا، دونوں نعتوں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

عیاں ہے جسمِ انور سے دو طرفِ سُسن، فطرت کا ملاحظت سے صباحت کا صباحت سے ملاحظت کا بساطِ دہر میں انگڑائیاں لیتی یہ رعنائی سمٹ جائے تو نقطہ ہے نبی کے سُسنِ طلعت کا کچھ حقیقت بھی بتا جلوہ جاناں ہم کو لوگ کہتے ہیں ملا طور کا میداں ہم کو خیر سے ہم بھی ہیں وابستہ دامنِ کرم دیکھ آنکھیں نہ دکھا جوشِ عصیاں ہم کو اسی طرح امام احمد رضا کی معروف فارسی نعت ”بکارِ خویش حیرانمِ انشی یارِ رسول اللہ“ کی زمین میں حضرت خلیل العلماء کے قلم نے بڑی خوب صورت جولانی دکھاتے ہوئے شعری وقتی محاسن سے لبریز اور خامہ مشک بارِ رضا کا عکس لیے ہوئے جو نعت رقم

فرمائی ہے وہ آپ کی اردو کے علاوہ فارسی زبان پر عالمانہ و فاضلانہ دسترس پر دال ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی قادر الکلامی کی بھی بین دلیل ہے۔

زسرتا پا خطا کارمِ انشی یارِ رسول اللہ گنابگارم گنہگارم انشی یارِ رسول اللہ
یتی شکستہ پا، شکستہ بال و پیر، خاطر پرانگندہ زحالی زار بیزارم انشی یارِ رسول اللہ
غریقِ بحرِ عصیاں شد، متاعِ عز و ناموسم سراپا ننگِ ابرارم انشی یارِ رسول اللہ
خلیلِ قاریم رد مکن دستِ سوا لم را ثرا از تو طلب گارم انشی یارِ رسول اللہ

علاوہ ازیں حضرت خلیل العلماء علیہ الرحمہ کے موئے قلم سے نکلا ہوا ”صلوٰۃ و سلام بدرگاہِ خیر الانام علیہ التحیۃ و السلام“ تو بڑے خاصے کی چیز ہے۔ اس شاہ کارِ سلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے ہر شعر کا مصرعِ اولیٰ حضرت خلیل العلماء علیہ الرحمہ کا ہے جب کہ مصرعِ ثانی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خامہ فیضِ بار سے نکلا ہوا ہے، سلام کے چند اشعار نشانِ خاطر فرمائیں۔

شام و سحر سلام کو حاضر ہیں السلام ”شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام“
بس اک نگاہِ لطفِ شہنشاہِ بحر و بر ”سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام“
گل ہیں ثارِ قدموں پہ خم ہے جمین کوہ ”سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام“
راحت ملی ہے دامنِ عالم پناہ میں ”شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام“
چارہ گرِ خلیل و مسیحائے کائنات ”خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام“

کلامِ رضا کے ساتھ ساتھ حضرت خلیل العلماء کی نعت گوئی اُن کے مرشدِ باوقار تاج العلماء حضرت سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ کی نگاہِ کیمیا اثر کا ثمرہ ہے، جس کا اعتراف و اظہار ایک مقام پر آپ نے یوں کیا ہے۔

خلیل تجھ سا سیہ کار اور نعتِ نبی؟
یہ فیضِ مرشدِ برحق ہے ورنہ تُو کیا ہے
آپ اکثر اپنا کلام مرشدِ گرامی کو اصلاح کے لیے سنایا کرتے تھے اور حضرت بہت خوش ہو کر دعائیں دیتے تھے۔

تُو خلیل چیز کیا تھا، تجھے کون پوچھتا تھا
تیرے مرشدِ گرامی جو نہ حوصلے بڑھاتے

خلیل العلماءؒ، غالباً وہ واحد خلیفہ ہیں جو مرشد خانہ میں ہی پلے بڑھے، والد، والدہ تو گزر گئے تھے لہذا جو کچھ تھا وہ مرشد کے نام تھا، شب و روز خانقاہ میں ہی گزرتے تھے۔ حال آں کہ تائیا کی حویلی، افغان روڈ پر کمبوہ محلے میں تھی مگر حضرت خلیل العلماء خانقاہ شریف کی حویلی کے ہی باہر کے حصوں میں رہتے تھے، جہاں دالان میں اکثر مرشد گرامی شام یا صبح کو موٹڈھے (کانے کی لکڑی کی کرسی) پر جلوہ فرما ہوتے تھے۔ آپ نے اپنی ذات کو مرشد کے رنگ میں ڈھال لیا تھا۔ مرکز روحانیت مارہرہ مطہرہ کے روحانی فیوض و برکات نے آپ کو ہر طرح سے مالا مال کیا۔ آپ نے نثر کے میدان میں قدم رکھا تو انفرادی شان پیدا کی اور جب نظم کے میدان میں قدم رکھا تو یہاں بھی ایک الگ رنگ اپنایا۔ آپ کی نعتوں کا ایک اہم عنصر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان پر جان قربان کرنے کی ایمانی و عرفانی خواہش ہے۔ اور سچائی بھی یہی ہے کہ عشق چاہے حقیقی ہو یا مجازی۔ عاشق صادق کے نزدیک اُس کی معراج یہی ہے کہ وہ اپنے محبوب کے قدموں پر اپنی جان نچھاور کر دے۔ خلیل العلماء ایک مؤدب اور سچے عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں پائے نازِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نچھاور کرنے کا جابہ جا اظہار ملتا ہے۔

اتنا تو مرے سرورِ تقریب کا سماں ہو جب موت کا وقت آئے اور روح خراماں ہو
دنیاے تصور میں، دربارِ ترا دیکھوں سر ہو ترے قدموں پر سر پر ترا داماں ہو
دیارِ طیبہ میں مرنے کی آرزو ہے حضور! یہی ہے متن یہی شرح گفتگو ہے حضور!
خلیل زار کا دفن بنا آغوشِ طیبہ میں بالآخر سامنے آیا نوشتہ کلکِ قدرت کا
ہم سے خراب حالوں کا بس تم ہو آسرا اب ہم تو آپڑے ہیں اسی در کے سامنے
خلیل اب زادِ راہِ آخرت کی سح احسن میں مدینہ سر کے بل جاؤں وہاں پہنچوں تو مر جاؤں
خلیل العلماء حضرت مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی نور اللہ مرقدہ محض شاعر ہی
نہ تھے بلکہ علم و فضل کے ایک شہسوار بھی تھے۔ آپ کی کارگاہِ فکر میں بڑے اچھوتے اور منفرد
مضامین و موضوعات سے سچے سنورے اشعار ڈھلتے تھے۔ جو آپ کے ایک قادر الکلام اور
اُستاد شاعر ہونے کا اشاریہ بھی ہیں اور آپ کے بے پناہ تجربات و مشاہدات اور علم و فضل کا

آئینہ دار بھی۔

بساطِ دہر میں انگڑائیاں لیتی، یہ رعنائی سمٹ جائے تو نقطہ ہے نبی کے کُسنِ طلعت کا
وہ تیری بے نیازی اور مری بخشش کا پروانہ کہ چہرہ فق ہوا جاتا ہے خورشیدِ قیامت کا
جا کے لائے شوقِ بے پایاں قلم دانِ حبیب کچھ مضامین نعت کے لکھ زبردانِ حبیب
سامنے کھولے ہوئے و صفحہ رخسار ہیں یوں تلاوت کر رہا ہے روئے قرآنِ حبیب
بے قراری دروں، کاش! رخنے ڈال دیں سینہ و دل کو نوازیں آ کے مژگانِ رسول
خلیل العلماء نے کہیں کہیں بڑی مشکل اور سنگلاخ زمینوں کا انتخاب فرمایا اور ان
پتھریلی زمینوں میں مضامین کے ایسے ایسے دل کش گل بوٹے کھلائے کہ جن کی خوشبو سے
دل و دماغ معطر و معطر ہو جاتے ہیں۔

دیکھ کر طیبہ کے سائے بے خودی میں کھو گئے ہوش دیوانوں کو آیا اپنی منزل کے قریب
خلد میں لاؤں کہاں سے تجھ کو گل زارِ حرم آہ! اے ولولہ لیس و گل و خارِ حرم
کہتے ہیں جس کو عارضِ تاباں حضور کا آئینہ جمال ہے ربِّ غفور کا
دیارِ طیبہ میں مرنے کی آرزو ہے حضور! یہی ہے متن، یہی شرح آرزو ہے حضور!
کھنچا جاتا ہے دل سوئے حرم پوشیدہ پوشیدہ تصور میں قدم برہنے لگے لغزیدہ لغزیدہ
کھینچتا ہے دل کو پھر شوقِ گلستانِ رسول بار بار آتا ہے لب پہ نامِ ایوانِ رسول
خلیل العلماء کے کلام میں وارفتگی بھی ہے اور شگفتگی بھی۔ شگفتگی بھی ہے اور پختگی
بھی۔ کیف و مستی بھی ہے اور خیالِ محبوب کی سرشاری بھی۔ لیکن ان تمام کے باوصف آپ
نے احتیاط کا دامن کہیں بھی ہاتھ سے نہیں چھوٹے دیا۔ وارفتگی میں بھی عقیدہ و ایمان سلامت
ہے۔ خیالِ محبوب کی سرشاری میں بھی ایقان محفوظ ہے۔

کچھ ایسا مست و بے خودہوں خیال کو بے جاناں میں کہ رکھ چھوڑا ہے گل دستہ ارم کا طاقِ نسیاں میں
نجاتِ آخرت کا اس قدر سامان کر جاؤں کہ طیبہ جا کے اک سجدہ کروں سجدے میں مرجاؤں
سر کو بھی روکیں رہیں جب ہوں مدینہ کے قریب دل کو آدابِ زیارت بھی سکھاتے جائیں
شادی وصل کی تمہید ہے ہجرانِ نبی جان بھی جائے تو سودا ہے یہ ارزاں ہم کو

حضرت خلیل العلماء کے کلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کے کلام میں مضمون آفرینی کے ساتھ ساتھ بلا کی سلاست و روانی اور ترنم و نغمگی پائی جاتی ہے۔ جدت و ندرت، جذبہ تخیل اور نادرہ کاری جیسے عناصر بھی آپ کے کلام میں جابہ جانا ہوں کو شاد کام کرتے ہیں، بے ساختگی اور برجستگی بھی شعر شعر میں موجود ہے۔ جس سے شاعر کے جذبات کی گہرائی و گیرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔

الہی آج تو پیشانیوں کی لاج رہ جائے چلا ہے قافلہ طیبہ کو پھر آشفہ حالوں کا
الہی روضہ خیر البشر پر میں اگر جاؤں تو اک سجدہ کروں ایسا کہ آپ سے گذر جاؤں
کبھی روضے سے منبر تک کبھی منبر سے روضے تک ادھر جاؤں ادھر جاؤں اسی حالت میں مر جاؤں
سگان کوچہ دل دار کی پیہم بلائیں لوں تماشا بن کے رہ جاؤں مدینے میں جدھر جاؤں
اے صرصر محبت طیبہ اُڑا کے لے چل لہ! اب ٹھکانے مٹی مری لگا دے
رہ رہ کے پھر جیں میں سجدے تڑپ رہے ہیں اے خضر عشق، راہ کوے نبی بتا دے
۲۶ اشعار پر مشتمل ”سلام شوق“ عنوان کے تحت لکھی گئی نعت پاک مضمون
آفرینی، خیال کی ندرت، جذبے کی صداقت اور اظہار کی گہرائی و گیرائی کا ایک حسین و جمیل
مرقع ہے۔ ایک ایک شعر سے حضرت خلیل العلماء کا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
کے تئیں پُر خلوص اور الوہانہ لگاؤ ٹپکتا ہے۔ آپ نے اس نعت میں اپنا سوز و دروں اور دردِ دل
پیش کرتے ہوئے بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء میں استغاثہ و فریاد کی ہے۔ اس نعت میں جو
کربیہ آہنگ ہے وہ بڑا متاثر کن ہے، مکمل نعت بار بار پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

سلام شوق نسیم بہار کہہ دینا مرا حضور سے سب حال زار کہہ دینا
سجود شوق کی اک آرزو ہے مدت سے تڑپ رہا ہے دل بے قرار کہہ دینا
دیئے ہیں سوزِ غم نے وہ داغ سینے پر تپک رہا ہے دل داغ دار کہہ دینا
وہ گلستاں میں عناد دل کے چھپے نہ رہے اُجڑ چکا ہے چمن روزگار کہہ دینا
نہ یہ کہ ہم سے کدورت ہے دشمنوں کو فقط ہے دوستوں کے بھی دل میں بخار کہہ دینا
ہے مختصر کہ یہ رودادِ غم، سُنا دینا غرض کہ جیسے ہیں لیل و نہار کہہ دینا

”جمال خلیل“ میں شامل ”تہنیت بر تشریف آوری حضور ﷺ“۔ ”مدینے والے کی سرکار میں، عرض احوال واقعی“ اور قصیدہ سراپا رسول اکرم ﷺ جیسے کلام اپنے اسلوب بیان اور موضوع و مواد کے لحاظ سے لائق تحسین و آفرین ہیں۔ ”قصیدہ سراپا رسول اکرم ﷺ“ بڑا سلیس، رواں دواں، شیرینی بیان اور ترنم و نغمگی سے مملو بڑا پُر لطف ہے، جس کے پڑھنے اور سننے کے بعد قاری و سامع کیف آگیاں جذبات سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ ”مدینے والے کی سرکار میں، عرض احوال واقعی“ میں امت مسلمہ کے زوال کے اسباب و علل کا بڑے پُر درد انداز میں نقشہ کھینچتے ہوئے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کرب آمیز فریاد کی ہے۔ یہ کلام انقلاب امت اور اصلاح معاشرہ کے لیے خلیل العلماء کی سچی تڑپ کا روشن اظہار یہ ہونے کے ساتھ ساتھ شعریت اور جذبات کی صداقت کا دل کش مرقع ہے۔ اس منفرد نعتیہ نظم سے اشعار کوڈ کرنے کی بجائے براہ راست مطالعہ کی دعوت دیتا ہوں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ خلیل العلماء حضرت مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی نور اللہ مرقدہ محض شاعر ہی نہ تھے بلکہ علم و فضل کے ایک شہسوار بھی تھے۔ وہ آشنائے علوم شریعت بھی تھے اور واقفِ اسرارِ طریقت بھی۔ وہ مفتی بھی تھے، مدرس بھی۔ وہ مصنف بھی تھے اور مترجم بھی۔ وہ مبلغ بھی تھے اور مقرر بھی۔ قرآن و تفسیر، اصول حدیث، تاریخ و سیر، سلوک و معرفت اور شعر و ادب پر ان کی نظر بڑی وسیع تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں جابہ جاعر فان و معرفت کی رنگ آمیزی اور قرآن و حدیث کا گہرا چاؤ پایا جاتا ہے۔

دو جہاں میں مچ رہی ہے انا اعطینا کی دھوم سایہ الطاف رب ہے ان کے سائل کے قریب
چھلکتی ہے یہاں جام و سبو سے لذت کوثر ولایت در حقیقت چاشنی گیرِ نبوت ہے
کہاں تک کیجیے تفسیرِ سبحان الذی اسری کہ آغوشِ دنا میں مصطفیٰ کا قصرِ رحمت ہے
جنگی پڑ رہی ہے من رانی قدرائی الحق کی مرا آئینہ دل جلوہ گاہِ نورِ وحدت ہے
دوامِ وصلِ الہی سے یہ ہوا ثابت مقام آپ کو قربِ رگِ گلو ہے حضور!
گفتگوئے تست شرحِ ماضی و ما غبر کیف اندازِ تکلمِ رشکِ قندِ پارسی
حضرت خلیل العلماء علیہ الرحمہ کی شعر گوئی پر اپنے گراں قدر خیالات کا اظہار

کرتے ہوئے ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ”مفتی صاحب کو زبان و بیان پر پورا پورا عبور ہے، انھوں نے فارسی بھی کہا ہے اور اردو بھی۔ اردو میں وہ بے تکان اور بلا تکلف روزمرہ اور محاوروں کو استعمال کرتے ہیں جس سے ان کی زبان دانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ انھوں نے معانی و بیان، صنائع و بدائع کو بھی استعمال کیا ہے جس سے فنِ شعر گوئی میں ان کی مہارت و کمال کا پتا چلتا ہے۔“ اس تناظر میں حضرت خلیل العلماء کے اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

وہ کی ہے صوفشانی جلوہ رخسارِ جانان نے پری ہے صبحِ محشر مونہ لپیٹے اپنے دامان میں اللہ اللہ! مری چشمِ تصور کا کمال کالے کوسوں سے نظر آتا ہے طیبہ مجھ کو کچھ اس طرح سے خیالوں میں چھائے جاتے ہیں نظر سے دور ہیں دل میں سمائے جاتے ہیں تصور میں وہ آ کر لگی دل کی بجھاتے ہیں نکا کرتی ہے منہ جلوت، مری خلوت وہ خلوت ہے شامِ غربت میں جو گھبرائے دل زارِ خلیل صبحِ امید کے آثار بھی پاتے ہیں خیر سے ہم بھی ہیں وابستہ دامانِ کرم دیکھ آنکھیں نہ دکھا جوششِ عصیاں ہم کو مندرجہ بالا اشعار میں یہ محاورے استعمال کیے گئے ہیں: منہ لپیٹ کر سونا، کالے کوسوں، دل میں سمانا، دل کی لگی بجھانا، منہ نکا کرنا، دل گھبرانا، آنکھیں دکھانا..... یہ سب محاورے بے تکان استعمال کیے گئے ہیں جس سے زبان و بیان پر شاعرِ محترم کی عالمانہ دسترس و قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت خلیل العلماء جب اپنے وطن سے مارہرہ پہنچے تو پھر مارہرہ ہی کے ہو کر رہ گئے۔ بعد میں انھوں نے پاکستان ہجرت کر لی۔ حسان العصر سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مارہروی علیہ الرحمہ کے مطابق: ”خلیل العلماء کا وطن ایک طرح سے مارہرہ مطہرہ ہی تھا۔ جی ہاں! وہی مارہرہ مطہرہ جس نے اپنے دور میں بڑے پایہ کے شعرا پیدا کیے۔ احسن مارہروی، دلیر مارہروی، سوامی مارہروی وغیرہم۔ پھر خود خلیل العلماء علیہ الرحمہ کے مرشدانِ عظام میں پیچی، عیسیٰ، نورانی جیسے مایہ ناز شعراے کرام گذرے جو صاحبِ معرفت بھی تھے اور اہلِ لطافت بھی۔ خلیل العلماء کو مارہرہ کی مٹی سے بہت کچھ ملا، ان کی شاعری

میں ”تغزل“ بھی اسی مٹی کی دین ہے۔ خلیل تجھ سا سیاہ کار اور نعتِ نبی یہ فیضِ مرشدِ برحق ہے ورنہ تو کیا ہے گذرتے ہیں خیالِ عارض و گیسو میں روز و شب مری ہر شامِ عُسرت ابتداءِ صبحِ عُسرت ہے تصور میں وہ آ کر لگی دل کی بجھاتے ہیں نکا کرتی ہے منہ جلوت، مری خلوت وہ خلوت ہے مری نظریں اڑا لائی ہیں کس کا جلوہ رنگیں کہ چشمِ نامرادی سے ٹپکتا خونِ حسرت ہے ایک ایک شعر پڑھتے جائیے، صاف نظر آتا ہے کہ داغ کے گھرانے کا کوئی فرد لیلیٰ سخن کے گیسو سنوار رہا ہے۔ داغ کے گھرانے کے گدگداتے ہوئے اشعار خلیل العلماء کی نعتوں کا انداز بن گئے ہیں۔ آستانِ نبی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

یہ سراغِ معرفت ہے یہی رازِ بندگی ہے کہ یہ آستان نہ ہوتا تو جہیں کہاں جھکاتے یہ مری خودی نے مجھ کو کیا پائمال ورنہ کہیں اُن کے آستان سے بھلا ہم بھی سر اٹھاتے ”جمالِ خلیل“ میں گوشہ نعت کے بعد مناقب کا گوشہ شاعرِ محترم کی اپنے آقاؤں اور ممدوحین کے تئیں محتاط وارفگی و شیفیتگی کا دل نشین اظہار یہ سمیٹے ہوئے ہے۔ اپنے ممدوحین کی شان میں مناقب رقم کرتے ہوئے حضرت خلیل العلماء نے حفظِ مراتب کا مکمل پاس و لحاظ رکھا ہے اور کہیں بھی بے جا خیال آرائیوں کو جگہ نہیں دی ہے۔ حضور سید شاہ ابوالحسنین احمد نورانی میاں صاحب، امام اہل سنت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی، صاحبِ عرسِ قاسمی، تاج العلماء اولادِ رسول محمد میاں قدس سرہم کی شان میں لکھی گئیں یہ منقبتیں حضرت خلیل العلماء کی اپنے آقاؤں سے عقیدت و محبت کی غماز ہونے کے ساتھ ساتھ شعری و فنی محاسن کا آئینہ دار بھی ہیں، مناقب سے چنیدہ اشعار نشانِ خاطر ہوں۔

خدایا! گلشنِ برکات سے ہم برکتیں پائیں پھلے پھولے سدا نخلِ مرامِ احمدِ نوری پیتے ہیں نئے پرستی کا الزام بھی نہیں زاہد یہ دیکھ جامِ سفالِ ابوالحسنین اللہ اللہ! کس قدر ہے عز و شانِ قاسمی ڈھونڈتے پھرتے ہیں قدسی آستانِ قاسمی سلسلہ ملتا ہے ان کا سرورِ کونین سے مدح خوانِ مصطفیٰ ہے مدح خوانِ قاسمی التفاتِ جلوہ غوثِ الوریٰ سے منسلک جلوہ گاہِ مصطفیٰ ہے رفعتِ احمد رضا

آنکھوں میں صُومِ جمالِ محمد میاں کی ہے دل میں ضیا کمالِ محمد میاں کی ہے
ملتی ہے اہل حق میں بڑی جستجو کے بعد جو بات حال و قالِ محمد میاں کی ہے

کہیں رضویوں کی دُر افشائیاں ہیں
کہیں نوریوں کی درخشائیاں ہیں
کہیں قاسموں کی تابانیاں ہیں
غرض ہر طرف طرفہ سامانیاں ہیں
کہ عرسِ ابوالقاسم احمدی ہے

مناقب کے ساتھ ہی حضور احسن العلماء سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ کی شادی مبارک پر لکھا ہوا بہ عنوانِ تاریخی ”جشن شادی راحت ۱۳۶۸ھ“ بھی ”جمالِ خلیل“ کی شان و شوکت کو دوبالا کر رہی ہے۔ آخر میں ”غزلیات“ کا گوشہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ یہاں خلیل العلماء علیہ الرحمہ کے قلم کی انگریزائیاں اپنے مکمل شباب پر نظر آتی ہیں۔ غزل میں خلیل العلماء نے بڑے اچھوتے اور نزلے مضمون باندھے ہیں۔ عشقِ حقیقی و مجازی دونوں ہی کی حسین آمیزش آپ کی غزلیہ شاعری کا خاص عنصر ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ جہاں عرفان و معرفت کے تصوف رنگ موضوعات غزلوں میں رچے بسے ہیں وہاں مجاز پر حقیقت غالب ہے۔ آپ کی غزلوں میں معنی آفرینی، بے ساختگی، برستگی، شوخی، نغسگی، شکستگی، شیفستگی، حسن تراکیب، رعایتِ لفظی، روزمرہ محاورات، معانی و بیان، صنائع و بدائع جیسے محاسن کا رچاؤ اپنی پوری آب و تاب سے دکھائی دیتا ہے۔ آپ کی غزلوں میں وارداتِ قلبی کا اظہار بھی ہے اور عصری حسیت کا بیان بھی۔ غم روزگار بھی ہے اور غمِ جاناں بھی۔ تصوفانہ آہنگ بھی ہے اور خمریات کا رنگ بھی۔ گوشہ غزل سے چند اشعار نشانِ خاطر ہوں۔

یوں نہ آؤ نقاب ڈالے ہوئے آرزو اور تملقاتی ہے
ہے عدم بھی وجود کی تمہید جان جاتی ہے موت آتی ہے
وہ میرے دستِ جنوں کی نقاہتیں توبہ کہ چاک تھا جو گریباں وہ دھجیاں نہ ہوا

سارے جلوے ہیں حسنِ کامل کے عشق بے اختیار ہے یعنی
اللہ رے بے خودی محبت کہ بارہا خود میری جستجو میں مری جستجو گئی
میں تمہیں پتا بتا دوں جو تمہیں بھی یاد آئے میں تمہاری زندگی کا کبھی ماحصل رہا ہوں
آنکھوں میں نمی ہے تو یہ دل بہہ کے رہے گا آغاز سے کھل جاتا ہے انجامِ محبت
اپنی بگڑی بنا کے پیتا ہوں ان کی نظریں ملا کے پیتا ہوں
یار سے کو لگا کے پیتا ہوں آگ دل کی بجھا کے پیتا ہوں
بے خودی پردہ دار ہوتی ہے ماسوا کو بھلا کے پیتا ہوں
اللہ اللہ! کمالِ مے نوشی آنکھوں آنکھوں میں لا کے پیتا ہوں
اُن کی آنکھوں کو دیکھتا ہوں خلیل گویا ساغر اٹھا کے پیتا ہوں
”جمالِ خلیل“ کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خان

قادری برکاتی نور اللہ مرقدہ کی شاعری اُن کی نثر نگاری ہی طرح بلند پایہ ہے اور یہ کہ آپ ایک باکمال اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کی شاعری میں خود آگہی، کائنات آگہی اور خدا آگہی کا آفاقی پیغام مضمر ہے۔ انھوں نے تقدیسی شاعری کے ساتھ ساتھ غزلیہ شاعری میں بھی اپنی جولانیاں بکھیریں جو آپ کے فکری تنوع اور ہمہ جہتی کو ظاہر کرتا ہے۔ راقم جانشینِ خلیل العلماء حضرت علامہ مفتی احمد میاں حافظ قادری برکاتی دام ظلہ کو ہدیہ سپاس پیش کرتا ہے کہ انھوں نے ”جمالِ خلیل“ کو مرتب فرما کر دنیاے شعر و ادب کو ایسے گراں قدر مجموعے کو روشناس فرمایا۔ اللہ کریم جل شانہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل ہمیں فیضانِ حضرت خلیل العلماء سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

عرس مبارک قاسمی قادری برکاتی کی مختصر روداد

حضرت تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قادری قدس سرہ

بجاء اللہ تعالیٰ وبعونہ عز اسمہ حضرت اقدس قدوۃ المتصلین، زبدۃ العارفین، سند الواصلین، واقف اسرار طریقت، عارف رموز معرفت، کاشف استار حقیقت، حامی شرع و دین، رادمردین و مبتدعین، زینت آرائے مسند غوثیت، تاجدار بزم برکاتی، حضور پر نور مرشد برحق والد ماجد حضرت مولانا مولوی حافظ قاری حاجی سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن میاں صاحب ملقب بہ شاہ جی قادری برکاتی آل احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنابا الرضی السرمدی کامیسواں عرس مبارک قاسمی قادری برکاتی حسب معمول قدیم خاندانی خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ صفر ۱۳۹۷ھ کو بخیر و برکت تمام منعقد ہوا اور فقیر سرپا تقصیر خادم سجادہ و آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ نے اس کی خدمت سے سعادت حاصل کی۔

یہ عرس شریف بفضلہ تعالیٰ ہر طرح کے لغو و باطل کھیل تماشوں باجوں گاجوں اور خلاف شرع باتوں اور ناجائز کاموں سے قطعاً پاک و منزہ ہے اور بحمدہ تعالیٰ صحیح معنی میں جامعہ شریعت سے آراستہ اور لباس طریقت سے پیراستہ۔ دین اسلام قدیم اور اہل سنت کے مذہب توہم کی تبلیغ و تائید، شریعت و طریقت کے معارف و مسائل کی نشر و اشاعت اور اعدائے دین اور مخالفان شرع مبین پر شرعی دینی ایمانی رد و طرد اور مسلمانوں کو الحب فی اللہ و البغض فی اللہ کی تعلیم و تلقین کا متبرک و مقدس مجمع ہوتا ہے۔ جس کی مختصر روداد تاریخ وار حسب ذیل ہے۔

اس بار سفر کی غیر معمولی دشواریوں کے پیش نظر اور شرکت عرس شریف کے شوق میں بہت سے احباب اہل سنت تواریخ مقررہ سے کئی روز پہلے ہی یہاں آگئے تھے اس لئے فقیر نے ایک غیر معمولی مجلس وعظ و ذکر مبارک شب جمعہ ۱۹ صفر میں اپنے مکان موسوم خانقاہ شریفہ میں منعقد کرائی۔

بیان مولانا حافظ سید آل مصطفیٰ میاں:

اس مجلس میں برخوردار، نور الابصار مولانا مولوی حافظ سید آل مصطفیٰ میاں صاحب قادری سلمہم اللہ تعالیٰ نے سورہ الم نشرح شریف تلاوت کر کے اس کی تفسیر میں آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے فضائل کریمہ شرح و وسط سے بیان کرتے ہوئے بتایا کہ حسب ارشاد قرآن: و وضعنا عنک وذرک (الآیۃ) وہ بوجھ جس نے حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی پیٹھ توڑی تھی ثقلین (جن و انس) کی ابد تک ہدایت کا بار ہٹا اور اس کا وضع اتار لیا جانا اس طرح ہوا کہ تمام شرائع و احکام کی تعلیم دینے والا قرآن عظیم دیا گیا۔ جو ہدی ہدایت نامہ تمام امور میں تمام مخلوق کے لئے ہے۔ مگر کب۔ جب کہ اس کے طریقہ مقررہ الہیہ کے مطابق ہدایت حاصل کی جائے۔ یعنی ہم علمائے کرام کی طرف رجوع ہوں۔ وہ مشائخ مذہب سے اور وہ ائمہ مجتہدین سے ہدایت حاصل کریں۔ اور وہ حضرات صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اور وہ خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے نور حاصل کریں۔ جن کے لئے خود رب کریم صاحب قرآن جل جلالہ نے قرآن کریم کا واضح و روشن بیان فرمادیا ہے۔ نیا چہرہ و چکڑا الویہ و وہابیہ وغیر مقلدین وغیر ہم مرتدین و مبتدعین جنہوں نے اس مبارک سلسلہ کو چھوڑ کر خود قرآن عظیم سے ہدایت لینے کا نام کیا۔ ان پر رد اور وہ اپنی اس خود رائی سے جس کفر و گمراہی اور دین و دنیا کی بربادی و تباہی میں پڑے اس کی بعض تفصیلات بتاتے ہوئے اسی سلسلہ میں عہد حاضر کے اندھے بہرے فتنہ لیگ نے جو مسلمانوں کے ایمان و عزت و ناموس و مال و جان کو بلا واسطہ اور دوسرے کھلے ہوئے غیر مسلمین کفار و مشرکین کو دین دین کا جھوٹا ادھم

مچا کر اسلام و مسلمین کے خلاف سخت ترین اشتعال دلا کر بالواسطہ تباہیوں پر باد یوں ہلاکتوں میں ڈالا انکا حوالہ دیتے ہوئے مسلمانوں کو یہ شرعی اسلامی نصیحت کی کہ وہ ایسے دجالان عہد اور مکاران زمانہ سے پورے طور پر ہوشیار رہیں۔ حسب ارشاد حدیث کریم ایاکم و ایاہم (ان سے خود دور رہیں ان کو اپنے سے حتی الوسع دور رکھیں) یہ کسی رنگ اور روپ میں سامنے آئیں، مسلمان ان کے دام فریب میں چھننے سے اپنے آپ کو بچائیں ابھی کی بات ہے کہ لیگ کے جہنم میں جھونکنے کے لئے حامیان لیگ کی نوکروں کی نمائندگی خوب خوب اوچھلی کو دی پھرتی تھی، طوفانی دورے ہوتے تھے، اسلام و مسلمین پر اس پتلا کے وقت اب وہ نوکروں کی نمائندگی کہاں موت کی نیند سو رہی ہے۔ اور کیوں نہیں اپنی پھیلائی اور لگائی اور بھڑکائی ہوئی ہلاکت و تباہی کی آگ سے غریب بے سروسامان مسلمانوں کو بچانے کے لئے سینہ سپر ہوتی؟ خیر وہ نوکروں کی نمائندگی جانے اور اس کے پچھ لگوے جانیں۔ اسلام قدیم کے دلدادہ غریب سچے مسلمانوں کے بیڑے کے ناخدا تو خدا کی عطا سے اس کے حبیب ہمارے مالک و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ ہم ظاہر و باطن قول و عمل و عقیدہ سب میں پورے طور پر اپنے آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے سچے پکے فرماں بردار غلام بن جائیں تو بکرمہ تعالیٰ ہمارا بیڑا پار ہے۔ ہمارے دل انہیں سے اپنی لو لگائے رہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں انہیں کا دامان کرم و رحمت رہے۔ نہ لیگ و کانگریس وغیرہ کی کرسیوں اور تخت و تاج کی طرف ہماری نظر ہو، نہ مہاسبھا اور سنگھ وغیرہ کے فتنہ پردازوں کی فتنہ پردازیوں سے ہمیں خوف و خطر ہو۔ ہمارا اس پر یقین اور عمل ہو کہ خون از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت۔ جب تو خدا کی طرف پھر جائے گا۔ سب جہاں تیری طرف پھر جائے گا۔ اور جب تو خدا سے پھر جائے گا سارا جہان تجھ سے پھر جائے گا۔

عرس مبارک کا آغاز:

شنبہ ۲۰ صفر ۱۴۳۶ھ کو عرس مبارک کا آغاز حسب معمول قدیم درگاہ معلیٰ برکاتیہ میں حضرت صاحب البرکات قدس سرہ کے روضہ مبارکہ میں بعد نماز فجر حلقہ قادریہ سے

ہوا، جس کے بعد مجلس ختم قرآن مجید روضہ حضرت صاحب عرس قدس سرہ میں منعقد ہوئی اور بفضل تعالیٰ متعدد ختم ہوئے۔

نوبت کے قریب پائیں مزار حضور سلطان العاشقین صاحب البرکات قدس سرہ حسب معمول سابق فقیر کی حقیقی چھوٹی بہن حضرت صاحب عرس قدس سرہ کی سب سے چھوٹی محبوب صاحبزادی مرحومہ مغفورہ کے قل شریف کی مجلس ہوئی جس میں اول نعت خواں حضرات نے نعت شریف پڑھی۔

مولانا حافظ سید حسن میاں کا بیان:

پھر برخوردار نور الالبصار مولانا مولوی حافظ سید حسن میاں صاحب قادری برکاتی سلمہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ مسنونہ کے بعد زیر آیت کریمہ ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً۔ آقائے دو عالم ﷺ کے فضائل کریمہ اور ضرورت محبت و فضیلت و اطاعت سرکار عالم دار مدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان کرتے ہوئے بتایا کہ دو جہان کے مالک سارے عالم کے پیدا کرنے والے قادر مطلق عم نوالہ نے حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کو مختار کل اور اپنا نائب مطلق بنایا۔ ان کی فرماں برداری کو اپنی فرماں برداری، ان سے بیعت کو اپنی بیعت، ان کے ید کرم و رحمت کو اپنا ید کرم و رحمت، ان کے فعل کو اپنا فعل، ان کے قول کو اپنا قول بتایا۔ اپنے محبوب علیہ الصلاۃ والسلام کے دشمنوں، بدگویوں کو اپنا دشمن اور دوستوں، سچے غلاموں کو اپنا محبوب فرمایا۔ تمام عالم و عالمیان کی دونوں جہان کی سچی حقیقی فلاح و صلاح انہیں کی سچی پکی فرماں برداری اطاعت و محبت سے مربوط و مضبوط فرمادی۔ اپنی رحمتوں برکتوں نعمتوں کے خزانوں کی کنجیاں ان کو عطا فرما کر اذن عام دیا کہ اے ہمارے پیارے جس کو جو چاہو دو جس کو جو نہ چاہو نہ دو۔ جو تمہارے یہاں سے محروم ہے وہ ہمارے یہاں سے بھی محروم ہے۔ تمہاری زبان شریعت ہے اور تمہارا حکم دین۔ کوئی لاکھ بندہ خدا بنتا پھرے جب تک بندہ مصطفیٰ نہ ہوگا ہرگز مقبول بندہ خدا نہ ہوگا۔ تمہاری محبت ہی جنت اور تم سے عداوت جہنم۔ آج اس زمانہ میں کہ مصیبتوں آفتوں کے پہاڑ ہم پر ٹوٹ

پڑے ہیں۔ ہمارے لئے ابدی امن کی جگہ اور عیش و راحت سرمدی کا مقام صرف ہمارے آقائے کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے دامن کرم و رحمت ہی ہیں۔ ہم غرباء کو اپنی پناہ کے لئے نہ کسی جھوٹے قائد اعظم کی ضرورت ہے نہ کسی کھوٹے پیشواے اعظم کی۔ ہمارا قرار اور فرار جو بھی ہو سب اپنے آقائے کریم علیہ الصلاۃ والسلام ہی کے کرم و رحمت کے دامنوں میں اور انہیں کی حفاظت و نصرت کی پناہ گاہوں کی طرف۔ یہی سبیل نجات ہے۔ بیان ختم ہونے پر ہمیشہ عزیزہ مرحومہ مغفورہ کے مزار پر پنج آیت شریف و شجرہ مبارکہ پڑھے جانے کے بعد نیاز ہوئی۔ اور اندر مکان زنانه میں بھی طعام تبرک پر بعد پنج آیت شریف فاتحہ ہوا اور فقیر نے نماز فجر کے وقت اور پھر بعد طلوع آفتاب اور اس وقت بھی سورہ یسین شریف و دیگر آیات کریمہ و کلمہ طیبہ و درود شریف کا ایصال ثواب بحکم الملک الوہاب کیا۔ کانپور کے احباب اہل سنت سلمہم اللہ تعالیٰ رنگین کاغذوں کی بیرقیں اور جھالریں اور قادیل وغیرہ لائے تھے انہوں نے ان سے مسجد مقدس و درگاہ شریف و روضہ مبارکہ حضرت صاحب عرس قدس سرہ و خانقاہ عالیہ وغیرہ کو آراستہ کر دیا۔ اللہ عز و جل سب کو جزائے خیر دے۔

چادر شریف کا جلوس:

چادر شریف کا جلوس حسب معمول درگاہ معلیٰ حضرت جد علی سید شاہ عبدالجلیل قدس سرہ سے بعد ظہر اٹھا اور نعت شریف و منقبت خوانی کے ساتھ عرس شریف کی تبلیغی شان یعنی حمایت دین و سنت اور رد اہل کفر و بدعت و بطلان کا بیان بھی نمایاں کرتے ہوئے قصبہ کا گشت کر کے قریب مغرب خانقاہ عالیہ میں آیا۔ جا بجا اہل جلوس کی خاطر تواضع چائے وغیرہ سے مخلصین اہل سنت برادران دین و طریقت نے کی۔ یہاں پہنچ کر حضرت صاحب عرس قدس سرہ کے حویلی سجادگی اور دولت خانہ زنانه کے سامنے کچھ دیر نعت و منقبت شریف پڑھی گئی۔ اور پھر حاضر درگاہ معلیٰ ہو کر چادریں مزار مقدس پر چڑھائی گئیں۔ اور بعد پنج آیت شریف نیاز ہوئی۔

جلسہ علما:

بعد مغرب حویلی سجادہ نشینی میں جلسہ علما ہوا۔ اور مرکز علمائے اہل سنت کے ارکان حضرات علمائے کرام اہل سنت جو اس وقت تشریف فرما ہو چکے تھے ان کے سامنے حضرت حسام اہل سنت مولانا سید عبدالقادر صاحب قادری راندیری دامت فضا لکھم کا وہ والا نامہ جو انہوں نے نام نہاد ”پاکستانی ہجرت“ کے متعلق شرعی اور دینی نقطہ نظر سے غربائے اہل سنت کے لئے روش معین کر دینے کے لئے بھیجا تھا، پیش ہو کر غور و بحث و تبادلہ آرا ہوا۔

مجلس مبارک:

اس کے بعد درگاہ معلیٰ میں روبروئے روضہ حضرت صاحب عرس قدس سرہ مجلس وعظ منعقد ہوئی۔ اور بارہ بجے شب کے بعد تمام ہوئی۔ اول مقامی اور بیرونی نعت شریف پڑھنے والوں نے نعت شریف پڑھی۔

مولانا محمد خلیل خاں صاحب کا بیان:

پھر جناب مکرم مولانا مولوی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی دام کریم نے زیر آیت کریمہ: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے فضائل مبارکہ و ضرورت اطاعت و محبت کا واضح بیان فرماتے ہوئے بتایا کہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کو وہ دین و شریعت عطا فرمائے گئے جو تمام عالم کے سب اولین و آخرین کے تمام دینی و دنیوی حاجتوں، مذہبی، معاشی، معاشرتی، تمدنی، سیاسی، اقتصادی وغیرہ ہازندگی اور موت کی جملہ ضرورتوں اور ہر کام اور ہر شعبہ میں ہدایت و رہنمائی کے لئے کافی ہیں اور سب کے کفیل ہیں۔ غلامان سرکار کسی چیز میں کسی غیر کی طرف رجوع کی ذرا سی بھی حاجت باقی نہیں رکھتے اور جو کسی غیر کی طرف جھکتا ہے وہ اپنی دنیا و عقبی برباد کر لیتا ہے، وہ ہولناک مصائب اور بربادیاں جن سے آج کل مدعیان اسلام دوچار ہیں ان کے اغیار کی طرف رجوع اور میلان کا ہی نتیجہ ہیں۔ لہذا آفتوں کے ہجوم اور مصیبتوں کے طوفان سے گھبرا کر سچے مسلمانوں کو اغیار، مرتدین و کفار و اشرار کی پناہ اور مدد نہیں بلکہ اپنے آقائے کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی ہی

مدد اور پناہ ڈھونڈھنا، انہیں کے مبارک نقش قدم کو اپنا دلیل راہ بنانا ضروری ہے یہی صراط مستقیم ہے۔

مولانا شاہ فیض الہدی صاحب کا بیان:

مولانا محمد خلیل خاں صاحب کے بیان کے بعد جناب محترم مولانا شاہ فیض الہدی صاحب قادری گیاوی دامت مکارہم نے زیر آیت کریمہ: **الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون الذین آمنوا وکانوا یتقون**۔ اسی مضمون کی تائید و تاکید فرماتے ہوئے بتایا کہ مصائب و آفات دنیا سے سچے مسلمان جو حضرات اولیائے حق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سچے غلام ہوا کرتے ہیں نہ ڈرتے ہیں نہ گھبراتے ہیں نہ در بدر خاک بہ سر پھرتے نہ غیر حق کی پناہ ڈھونڈتے نہ اس سے اپنے لئے امن و عافیت کی بھیک مانگتے ہیں ان کا اپنے رب کریم عم نوالہ کے کرم و قدرت اور اس کے حبیب علیہ الصلاۃ والسلام کی رافت و رحمت پر یقین ہی ان کی پناہ گاہ ہوتا ہے۔ وہی انہیں تمام مصائب و آفات سے پناہ دیتا بلکہ راہ حق میں مصائب و آفات کو ان کے حق میں عین راحت و عیش بنا دیتا ہے۔ اگلے مسلمان یہی یقین رکھتے تھے اور اسی کے مطابق ان کا عمل تھا۔ اور انہیں کے اسی مبارک طریقہ پر چلنا ہم کچھڑوں کے لئے موجودہ مصائب و آفات سے بھی بکرہ تعالیٰ نجات بخش ہوگا۔ لیگ وغیرہ کے پیچھے لگ کر حق سے دور ہو جانے کی نحوست و شامت میں جن مصیبتوں ہلاکتوں بربادیوں سے لوگ حیران و سرگرداں ہیں۔ ان کا دفع اس طرح ہرگز نہ ہوگا کہ اب بھی ان تباہ کاروں کی ہی پناہ ڈھونڈھیں۔ یا انہیں چھوڑ کر اور دوسرے اللہ و رسول کے مخالفوں کے پیچھے لگ لیں۔ بلکہ ہم خدا کے ہو جائیں اس کے حبیب محمد مصطفیٰ کے ہو جائیں جل و علا و علیہ الصلاۃ والسلام اسی میں ہماری کامیابی و کامرانی ہے۔

حضرت شیر بیشہ اہل سنت کا بیان:

اس بیان کے بعد حضرت شیر بیشہ اہل سنت مظہر اعلیٰ حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی مناظر اعظم محمد حشمت علی صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم نے سورہ ممتحنہ

شریف کی آیات کریمہ: **ابتدا سے الیک المصیر تک تلاوت فرما کر بہت ہی پر زور و مدلل و مفصل دل نشین و منور بیان فرمایا۔** الحب للہ والبنی للہ کی جو شجرہ ایمانیہ کی جڑ ہے، تشریح و تفصیل فرماتے ہوئے بتایا کہ مسلمانوں کی سچی حقیقی دینی ایمانی دوستی اور محبت اور دشمنی و عداوت سب اللہ واسطے ہوتی ہے۔ اللہ والے ہمیشہ ان کے دوست اور پیارے ہیں۔ اور جو خدا کے دشمن ہیں اسے پیارے نہیں وہ سچے دیندار مسلمانوں کو کبھی ہی پیارے نہیں ہوتے سچے مسلمانوں کی دوستی اور دشمنی میں یہ روٹی اور کرسی کی لیڈری رنگینیاں نہیں کہ جو کل بدترین دشمن تھے حالانکہ آج بھی وہ وہی کل کے سے ہیں لیکن آج محبوب ترین دوست ہیں۔ کل کے شیخ الاصلام آج شیخ الاسلام ہیں۔ حالاں کہ ان میں اس کے سوا اور کوئی فرق نہیں آیا کہ آج ان بندگان دنیا کو اپنی دنیا کے لئے ان سے کوئی ڈر ہے یا کوئی لالچ۔ پھر اس لیڈر گردی کو عہد حاضر کی بدترین لعنت اور مسلمانوں کی دنیا و دین کی تباہی و ہلاکت کی ایک بڑی اصل علت بتاتے ہوئے قرآن و حدیث و ارشادات ائمہ دین و سیرت کریمہ سلف صالحین سے اس پر رد فرماتے ہوئے مسلمانوں کو ایسے گمراہ و گمراہ گردین فروش شکم پرور لیڈران قوم سے جو اسلام اسلام، دین و دین کا جھوٹا نام لے کر اسلام و مسلمین پر سخت ہو لٹا کر و ہلاکت خیز تباہیاں حال و ماضی میں لائے قطعاً احتراز اور دوری کی شرعی ایمانی نصیحت فرمائی اسی سلسلہ میں نام نہاد مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی پاکستانی اسکیم اور اس کے رد عمل کے سلسلہ میں اب جو یہاں کے عوام اہل اسلام میں سخت مضراور بیجا مرعوب و مغلوب ذہنیت پیدا ہو گئی ہے۔ جس کے مظاہرے اندر امونہ بے سرو سامان پاکستانی بھگدڑ اور احکام و شعائر اسلام و سنت کی خود مدعیان اسلام کے ہاتھوں بدترین پامالی اور شرع و دین سے کھلی ہوئی روگردانی کی صورت میں آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ ان پر دینی نقطہ نظر سے رد فرماتے ہوئے فرمایا کہ سچے مسلمان کی شان موت اور دنیا کی مصیبتوں سے خوفناک اور ہراساں ہو کر ہرگز دین و شریعت سے روگرداں ہونا نہیں۔ اس کا ایمان تو یہ ہے کہ **اینما تکنونا یدرکم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ**۔ تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آئے گی۔ اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو اور وہ تو یقین رکھتا ہے کہ فذا جاء

أجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون۔ جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہونے آگے۔ پھر ڈرکیسا۔ بلکہ دین و شریعت کی فرمانبرداری پر موت تو اس کا مطلوب و محبوب ہے۔ لا تموتن الا وانتم مسلمون۔ تم نہ مرنا مگر مسلمان اور الموت جسر یوصل الحبيب الى الحبيب۔ موت ایک پل ہے جو ایمان و شریعت کی فرمانبرداری کے ساتھ اس پر سے گزر لینے والے کو اس کے پیارے مالک و خالق جل و علا تک پہنچاتی ہے قرآن عظیم نے تو اسلام پر موت کو حیات بتایا اور خدا کی راہ میں مرجانے والوں کو مردہ کہنے بلکہ مردہ سمجھنے تک سے منع فرمایا۔ ارشاد ہوا ولا تقولوا لمن يقتل فی سبیل اللہ اموات (الآیۃ)۔ اور فرمان ہوا لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا (الآیۃ)۔ جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ ہاں تمہیں خبر نہیں اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا۔ بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔ بلکہ قرآن موت کی تمنا کو صدق ایمان کے معیاروں میں سے ایک معیار قرار دیا۔ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ اے یہودیو اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو اور موت سے دور دور بھاگنا کافر کی شان فرمائی ولا یتمنونه ابداً بما قدمت ایدیہم (الآیۃ) اور وہ کبھی موت کی آرزو نہ کریں گے ان کو نکلوں کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے پہنچ چکے ہیں۔ تو مسلمانوں کو موت سے یہ بے معنی خوف کیا۔ اور مصائب و آفات سے ڈر کر یہ اندہ موٹھ بھگدڑ کیسی اور مرتدین و مبتدعین کے زیر حکومت و اقتدار پاکستان میں جو خود سچے دیندار مسلمانان اہل سنت کے دینی ایمانی نقطہ نظر سے بدترین دشمنوں میں ہیں پناہ اور نفع کی امید کیوں۔ حالانکہ قرآن فرما چکا ہے۔ لا یالونکم خیالاً و دوا ما عنتم۔ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے اور ان کی آرزو ہے جتنی ایدہ تمہیں پہنچے۔ ہم غریب کا چارہ کار صرف اللہ و رسول جل و علا و علیہ الصلاۃ والسلام کے کرم و رحمت پر کامل توکل و اعتماد و صبر و تقویٰ اور شریعت مطہرہ کے سانچے میں اپنے ظاہر و باطن قول و فعل عقیدہ و عمل کو ڈھال لینا ہے۔ بس اسی میں ہمارے فائدہ اور بھلائی کی سب ظاہری و باطنی جسمانی و روحانی جائز و مفید تدبیریں

اور صورتیں آ جاتی ہیں۔

یکشنبہ ۲۱/ صفر ۱۴۳۶ھ حسب معمول درگاہ معلیٰ برکاتیہ میں پائین روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ صبح نو بجے کے قریب مجلس وعظ و بیانات علمائے کرام منعقد ہوئی۔ اور تین بجے دوپہر کے قریب تمام ہوئی۔ اول مقامی و بیرونی نعت خواں حضرات نے نعت شریف پڑھی۔

مولانا شاہ وجیہ الدین اور مولانا محمد طیب صاحبان کے بیانات:

محترمنا المکرم مولانا محمد طیب صاحب قادری رضوی دامت مکارمہم نے زیر آیت کریمہ لقد جاءکم رسول من انفسکم (الآیۃ) اور ان کے بعد مکرمنا المحترم مولانا شاہ وجیہ الدین صاحب دامت فضائلہم نے زیر آیت کریمہ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم (الآیۃ) آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل کریمہ اور ان کی سیرت کریمہ اور ولایت کے معنی ایمان و تقویٰ کی تشریح و تفصیل اور اللہ و رسول جل و علا و علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت و اطاعت اور الحب للہ والبغض للہ کی تعلیم و تلقین اور اس ضمن میں تمام کفار و مشرکین و مرتدین و مبتدعین و منافقین اللہ و رسول جل و علا و علیہ الصلاۃ والسلام کے جملہ مخالفین سے شرعی دینی ایمانی احتراز و دوری و علیحدگی کی تاکید و نصیحت پر مشتمل بیانات فرمائے اور واضح فرمایا کہ صرف ایک خوف وہ مبارک خوف ہے جو ساری دنیا اور تمام جہان کے ہر چھوٹے بڑے خوف سے انسان کو قطعاً نڈر کر دیتا ہے اور قلوب کو وہ عزم و ہمت اور سکون و طمانیت عطا فرماتا ہے جو لازوال ہوتی ہے۔ اور وہ خوف ہے صرف اللہ واحد قہار ستار و غفار جل جلالہ و عم والہ سے اس کے احکام کی نافرمانی اس کے فرمانوں کی خلاف ورزی سے لیڈر گردی خواہ وہ نئے پرانے کسی روپ کسی بھی میں ہو اور اس کی ساری نحوستوں خباثتوں بربادیوں ہلاکتوں کی جڑ اور بناؤ یہی ہے کہ وہ طرح طرح کی عیاریوں فریب کاریوں سے اسی ایک مبارک خوف کو دلوں سے دور کرتی کبھی اسلامی لباس وضع و صورت طور و طریق کو جو اللہ و رسول جل و علا و علیہ الصلاۃ والسلام کے پسندیدہ ہیں ہلکا دکھا کر چڑھاتی۔ کبھی اسلامی احکام و شعائر دینی

اعمال و عقائد جو اللہ و رسول جل و علا علیہ الصلاۃ والسلام کے فرمودہ ہیں معاذ اللہ بیکار اور لچر بنا کر دلوں سے گراتی اور انجام کار دین و شریعت سے قطعاً آزاد و بے قید، نفس دل شیطان کا غلام مال و جاہ دنیا کا پوجاری آج اس دشمن خدا کا دوست کل اس دشمن رسول کا یار بنا کر اللہ و رسول جل و علا علیہ الصلاۃ والسلام سے قطعاً نڈر کر چھوڑتی ہے ایسوں کا دین تو اس لیڈر گردی کی نذر ہو ہی گیا۔ مگر جس دنیا کے لئے یہ دین کی بھینٹ چڑھائی تھی وہ بھی نہیں ملتی۔ جس کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ ایک مبارک خوف دلوں سے دور کیا تھا۔ اب ایسوں کی نظروں میں ساری دنیا کی ہر چیز ہوا دکھائی دیتی اور ان کے دلوں کی دنیا ساری کی ساری خوف ہی خوف سے بھر جاتی وہ اپنی پرچھائی تک سے ڈرتے ہیں اور خیال تک سے کانپتے ہیں۔ اب نہ ان میں عزم رہتا ہے نہ ہمت نہ صبر رہتا ہے نہ قناعت جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے دشمن مخالف ان پر شیر ہو جاتے، بے پانی کی مچھلی تک انہیں نگل لینے کو دوڑتی۔ اور پاؤں کی جوتی تک ان کے سر آتی ہے بلکہ انتہائی حواس باختگی اور بوکھلا جانے کے عالم میں وہ خود اپنے دشمن کو اپنا ماں سمجھ کر اپنے پاؤں سے بھاگ کر اس کی گود میں جا پڑتے ہیں۔ اور وہ نہایت آسانی سے ان کے مال و جان اہل و عیال عزت و ناموس گھر بار وغیرہ سب کی صفائی بول دیتا ہے۔ لیڈر گردی میں پھنس کر ایک حق خوف خود انہوں نے اپنے دلوں سے دور کیا تھا۔ اور سمجھے تھے کہ اس طرح دنیا ملے گی اور چین سے گزرے گی۔ مگر نتیجہ وہ ہوا جو آج آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس اور اسی طرز و روش کی اور جتنے بندیوں اور سنگتوں کے پیچھے لگ لینے والے یہاں کے مدعیان اسلام کے اس وقت سامنے ہے جو لیڈران قوم کے پیچھے لگ کر دین و دنیا دونوں سے گئے گزرے ہوئے۔ خسرو الدنیا و الاخرۃ ذالک هو الخسران المبین۔ لہذا مسلمانوں کی نجات اسی میں ہے کہ اللہ و رسول جل و علا علیہ الصلاۃ والسلام کی کامل اطاعت و محبت سے اپنے ظاہر و باطن کو پورا پورا آراستہ کریں۔ ان کے تمام کھلے چھپے مخالفوں سے خواہ وہ اپنے آپ کو لیگی کہتے ہوں یا کانفرنسی۔ کانگریسی بننے ہوں، یا مہاسبحائی وغیرہم قطعاً لگ اور دور رہیں۔ ایک اللہ واحد تبار کا خوف اپنے قلوب میں جمائیں۔ اسی کے کرم و رحمت سے آس لگائیں تو وہ کریم و رحیم

عم نوالہ اپنے کرم و رحمت سے سارے جہان کا خوف اور دونوں عالم کے غم ان سے دور فرما دے گا۔ انہیں امن و عیش دائمی بخش دے گا نہ انہیں پاکستانی بھگدڑ کی ضرورت پڑے گی نہ اس کی حاجت کہ لیگیوں کی طرح ہندوؤں کی جھوٹی خوشامد کریں یا سکھوں کی بناوٹی چالپوسی وہ ان سب سے بھی ظاہر و باطن میں اپنا معاملہ بالکل صاف سچا کھرا، اپنے دین و شریعت کے مطابق عادلانہ اور امن پسندانہ رکھیں۔ ان کا خدا اور ان کے محمد مصطفیٰ جل و علا علیہ الصلاۃ والسلام ان کو کافی ہوں گے اور اپنے کرم و رحمت سے اپنے سوا دوسروں کے سپرد ان کو نہ فرمائیں گے۔

ان حضرات علمائے کرام نے یہ بھی واضح فرمایا کہ مسلمانوں کی فتح و نصرت و غلبہ و عزت کا دار و مدار اس پر ہرگز نہیں کہ ان کی تعداد کثیر ہو یا وہ سر و سامان ظاہری سے بخوبی آراستہ اور پیراستہ ہوں۔ ان کی حقانیت اور للہیت ہی ان کی فلاح و صلاح دارین کی بکرمہ تعالیٰ ضامن و کفیل ہے۔ وہ اسی کے حصول میں کوشاں ہوں۔ حکومت وقت سے بلاوجہ اور خود اپنے لئے مضرتکراؤ کی اور اس کے قوانین کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے آپ کو بلاوجہ شرعی فتنہ میں ڈالنے کی نہ انہیں حاجت نہ شریعت مطہرہ کی اجازت۔ نام نہاد سنی کانفرنس پر رد کرتے ہوئے یہ بھی واضح فرمایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے سچی عقیدت یہ ہرگز نہیں کہ صرف یہ دیکھ کر کہ فلاں ان سے فلاں نسبی رشتہ رکھتا یا خلافت و مریدی کا علاقہ بتاتا ہے اس کی اندھی تقلید کر لی جائے۔ نہ یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تعلیم بلکہ ان کی عمر بھر یہی قولی و عملی تعلیم رہی کہ حق کی پیروی کی جائے اور کسی بھی دوسرے رشتوں علاقوں کو حق پر مقدم ہرگز نہ کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنی آخری وصایا مبارکہ میں صاف فرما گئے کہ ان کے مذہب کا (یعنی اہل سنت کے مذہب تویم کا) جو ان کی تصنیفات سے ظاہر ہے اتباع ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

دونوں حضرات نے معتمد شاہدوں کے حوالوں سے ایسے واقعات بھی بیان فرمائے کہ لیگ کے وہ پچھلے گئے جن پر یہ کچھ تاہیاں اور بربادیاں آئیں اور ان میں ایسے بے باک بھی ہیں کہ جو خاص مساجد اللہ میں اور دوسری جگہوں میں محرمات اور منہیات

شرعیہ کا ارتکاب کرتے اور اگر کوئی خوف خدا یا دلا کر ٹوکتا تو اس کو یہ جواب دیتے کہ ارے میاں اب خوف خدا کس کے لئے کریں۔ اور اس سے زائد خدا کیا مصیبت توڑے گا تو ایسے خدا سے نڈر منہ زور بے باکوں پر جو بھی قہر و بانی نہ نازل ہو بعید نہیں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت شیر پیشہ اہل سنت کا بیان:

ان بیانات کے بعد حضرت شیر پیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب قبلہ مدظلہم العالی نے زیر آیت کریمہ قد جاء کم من اللہ نور۔ انہیں مضامین کو اور بہت مفصل و دلچسپ و دل نشین طریقہ پر خوب واضح فرمایا۔ مسلمانوں کے فتح و غلبہ و عزت کی بنا ان کی حقانیت للہیت ہی ہونے کی وضاحت فرماتے ہوئے نہایت موثر و دل نشین طریقہ پر واقعہ بدر شریف بیان فرمایا اور دکھایا کہ کس طرح ایک ظاہری لحاظ سے بے سروسامان جماعت صرف تین سو آٹھ افراد کی جن کے پاس صرف آٹھ تلواریں تھیں باقی کوئی کھجور کی چھڑی کوئی اور کسی لکڑی کا ٹکڑا لے کر راہ حق میں جان قربان کرنے آیا تھا جن کے نہ پیٹ بھرے تھے نہ بدن ساز و سامان جنگ سے ڈھکے تھے۔ اپنے سے تنگے اور زائد تعداد رکھنے والا دشمنان حق پر جو ہر طرح سروسامان ظاہری اور آلات جنگ سے مسلح و تیار مضبوط و توانا تھے صرف اپنے اللہ و رسول جل و علا و علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتماد ان کی اطاعت و محبت کی برکات سے غالب آگئی۔

ولادت مبارکہ کا بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ سرکاری آمد آمد اس دبدبہ اور شان سے ہوئی کہ سب باطل پرستوں اور ان کے جھوٹے معبودوں اور جھوٹے دینوں کا رد ظاہر ہو گیا۔ ولادت مبارکہ کے وقت ستارے سلامی کے جھکے آ رہے تھے اور ستارہ پرستوں کو بتا رہے تھے کہ اگر تمہارے گھمنڈ کے موافق ہم خدا ہوتے تو اس طرح تعظیم سرکاری کے لئے نہ جھکتے۔ بت روئے زمین کے اوندھے ہو گئے اور ان پوجاریوں کو سنا رہے تھے کہ اگر تمہارے گھمنڈ کے مطابق ہم خدا ہوتے تو یوں نہ اوندھے ہو جاتے دریاے ساوہ خشک اور آتش پرستوں کی آگ بجھ گئی تھی۔ اور آگ اور پانی کے پوجاریوں کو دکھا دیا گیا تھا کہ اگر

آگ اور پانی خدا ہوتے تو یوں نہ فنا ہو جاتے ملائکہ سلامی کو آئے ہوئے تھے اس سے روشن ہو رہا تھا کہ اگر وہ خدا کی بیٹیاں (مشرکین کے گھمنڈ کے مطابق) ہوتے تو خدا ان کو اس طرح نہ بھیجتا۔ انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم اجمعین بھی پیشوائی کو حاضر تھے جن میں حضرت سیدنا عزیر و حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی تھے۔ اس سے واضح ہو رہا تھا کہ یہ بھی یہود و نصاریٰ کے زعم مردود کے مطابق خدا کے بیٹے ہرگز نہیں۔ ورنہ اس طرح پیشوائی کونہ آتے۔

وہابیہ و نیا چرہ وغیرہم بے دین و بد دین کہتے ہیں کہ ان سنیوں کے یہاں میلاد پاک میں یہی پرانے دھرانے قصے اگلے زمانہ کی باتیں ہوتی ہیں اب ان کے دہراتے رہنے سے کیا فائدہ ہے اول تو یہ ان خبثاء کی مشرکین مکہ کی اندھی تقلید ہے وہ بھی قرآن کریم کو اساطیر الاولین اگلوں کی کہانیاں کہہ کر اس پر روز انکار کیا کرتے تھے پھر بات یہ ہے کہ ہم اہل حق کا رب قدیم، ہمارا دین اسلام قدیم۔ ہمارے آقا اپنے رب قدیم کے نور قدیم کے ہی مظہر ہیں تو پھر ہماری مجالس و محافل مبارکہ میں یہی قدیم مبارک واقعات ہمارے آقائے کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و عظمت کے مظہر نہ ہوں تو کیا لگیوں اور ان کے کچھ لگوؤں اور دوسرے ایسے ہی دین فروشوں ناحق کوشوں کی نت نئی گرہنتوں کی مکاریاں عیا ریاں بے ایمانیاں ہوں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہم۔

گاگر شریف:

شب ۲۲ صفر شب دوشنبہ بعد نماز مغرب گاگر شریف کا جلوس درگاہ معلیٰ کلاں سے بہت شان و شوکت و خیر و برکت کے ساتھ حسب معمول اٹھا۔ اور درود و سلام و نعت شریف و منقبت خوانی اور ان کے ضمن میں رد اعداء و مخالفان دین کرتے ہوئے آبادی کا گشت کر کے نو دس بجے شب کے خانقاہ عالیہ میں آیا۔ اور حضرت صاحب عرس قدس سرہ کی محل سرائے زنارہ اور حویلی سجادگی کے سامنے بھی کچھ دیر ٹھہر کر نعت شریف و منقبت خوانی ہوئی۔ پھر حاضر درگاہ مقدس ہو کر گائیں مزار مقدس پر چڑھائی گئیں۔ اور بعد پنج آیت

شریف فاتحہ خوانی ہوئی۔

مجلس مبارک:

پھر صحن درگاہ معلیٰ برکاتیہ رو بروئے روضہ مبارکہ میں مجلس میلاد و مبارک و عظ کا آغاز ہوا۔ اول نعت شریف پڑھی گئی۔ اس کے بعد جناب مکرم مولوی فضل احمد صاحب قادری خطیب جامع کوٹہ راجپوتانہ کی عبرت خیز نظم مشتمل برانقلاب حال مسلم پڑھی گئی۔ جو رسالہ ۱۵ میں درج کی جا چکی ہے۔

مولانا محبوب علی خان صاحب کا بیان:

پھر مولانا المحترم اسد اللہ مولانا مولوی مفتی محبوب علی خان صاحب قادری رضوی دامت فضا کھم نے زیر آیت کریمہ: یا ایہا الذین آمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردکم علی أعقابکم (الآیۃ) بفضلہ تعالیٰ بہت دل کش مدلل و مفصل محبوب و مقبول پر اثر بیان میں آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل مبارکہ میں اطاعت و محبت کی ضرورت اسی کا ایمان کی جان اور مدار نجات و صلاح و فلاح ہر دو جہان ہونا واضح فرما کر بتایا کہ جو اس مبارک سچے سیدھے راستے سے ذرا بھی ڈگا۔ وہ سیدھا جہنم میں پہنچا اور پھر اس کا دنیا میں بھی وہی انجام ہوتا ہے جو آج کے ناحق کوش اور باطل پرست لیڈران قوم کے پیچھے لگنے والے دعویداران اسلام کا ہمارے سامنے ہے۔

لیڈر گردی کے بدترین نتائج دکھا کر اس سے احتراز اور اجتناب و دوری و علیحدگی کی شرعی دینی نصیحت فرماتے ہوئے یہاں ماضی قریب میں اٹھنے والے فتنوں اور ان کے رد و طرد میں علمائے حقانی کی صرف رضائے حق کے لئے مساعی جمیلہ کی تاریخ دہراتے ہوئے فرمایا کہ ہر فتنہ پرور جو ناواقف عوام اہل اسلام کو بہکانے اٹھا اس نے اپنی بددینی و بے دینی کو ہمیشہ دین کے نام کا مکاری و عیاری کا پردہ ڈال کر اسے پیش کیا اور علمائے حقانی اسی مکر کے پردہ کو چاک کرتے رہے۔ اور مسلمانوں کو ہمیشہ بتاتے رہے کہ وہ ان فتنہ پردازوں مسلمانوں کے دین و دنیا تباہ کر دینے والوں کے اسلام اسلام دین دین کے جھوٹے اور پر

فریب غل اور شور پر اور ان کی اس چیخ و پکار پر کہ دین خطرہ میں ہے اندھ موٹھ ہرگز نہ لگیں۔ اور بے معنی جوش میں کوئی ایسا کام ہرگز نہ کریں جو خود اپنے ہاتھوں اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی اور اپنی گردن پر چھری ہو جائے۔ اور ان فریب کاروں کے نمائشی اور عیارانہ جوش حمایت اسلام و حفاظت مسلمین کے دھوکہ میں پڑ کر ان کو اپنا قائد و پیشوا، رہبر و رہنما، امام و مقتدا ہرگز نہ بنائیں۔ ندوہ و خلافت کمیٹی و احرار و خاکسار وغیرہ کے حمایت اسلام و حفاظت مسلمین کے نمائشی جوش و خروش کی حقیقت کھل چکی اور ان سب سے زیادہ زبردست مدعی حفاظت و حمایت اسلام نام نہاد آل انڈیا مسلم لیگ اور اس کے پاکستان کے نتائج آنکھوں کے سامنے ہیں اور اس آل انڈیا کی پٹھو دوسری آل انڈیا نام نہاد سنی کانفرنس کا شرعی فقہی پاکستان وجود میں آنے سے پہلے ہی مرچکا اور بہتیرے سنیوں کو لیگ کے جہنم میں جھونک چکا ہے، لہذا سچے دیندار مسلمان ان سے اور ان جیسے اور سب سے ارشاد حدیث کریم: ایاکم و ایاہم کی تعمیل کرتے ہوئے خود الگ رہیں انہیں اپنے سے حتی الوسع دور رکھیں۔ یہی ہے سبیل نجات۔

حضرت شیر بیشہ اہل سنت کا بیان:

انہیں مضامین کی تائید و تشریح مزید فرماتے ہوئے حضرت شیر بیشہ اہل سنت مدظلہم نے زیر آیت کریمہ: قد جائکم من اللہ نور و کتاب مبین (الآیۃ) فرمایا کہ سبل السلام، سلامتی کی راہیں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت میں فنا ہو کہ اسی سے اللہ عز و جل کی رضا حاصل کرنے سے ہی ملتی ہیں۔ کانگریس اور مہاسبھا لیگ اور بدسیرت کمیٹی اور خاکسار و احرار وغیرہ دین و شریعت کی مخالف جماعتوں اور ان کے اسلام و سنیت سے آزاد اور بے قید لیڈروں کے پیچھے لگنے سے نہیں ملتیں جو اس ارشاد قرآنی کے مصداق ہیں۔ وجعلناہم ائمة یدعون الی النار و یوم القیمة لا ینصرون۔

احکام شریعت و ارشادات قرآن مجید و احادیث کریمہ اور سیرت کریمہ سلف

صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے احکام اور واقعات سے صبر و تقویٰ اور اعتماد توکل علی اللہ والرسول جل وعلا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے فوائد و فضائل واضح فرما کر مسلمانوں کو انہیں کو اختیار کرنے اور دشمنوں سے ڈر کر اور ان سے حصول منافع دنیا کے لالچ میں پڑ کر بے سودا ادھر ادھر بھاگتے پھرنے یا اور ایسی ہی دین و شریعت کے خلاف راہ چلنے سے دور رہنے کی شرعی دینی نصیحت فرمائی۔

ایک بجے شب کے قریب یہ مجلس مبارک تمام ہوئی۔

مجلس علماء:

دوشنبہ ۲۲/صفر ۱۴۳۶ھ نو بجے دن کے قریب مبارک جماعت اہل سنت مارہرہ مطہرہ کے دسویں سالانہ اجلاس عام کے سلسلہ میں فقیر کی حویلی سجادگی میں مجلس علماء ہوئی۔ اور ان سب حضرات علمائے کرام اہل سنت نے شرکت فرمائی جو تشریف فرما ہو چکے تھے اور بعد غور و تبادلہ آراء نام نہاد پاکستانی ہجرت کے بارہ میں تخلصین اہل سنت کی شرعی نقطہ نظر سے روش کی تعیین پر مشتمل تجویز منظور ہوئی۔ یہ تجویز رسالہ ۱۵ میں مکمل شائع ہو چکی ہے جس کا خلاصہ یہ کہ مسلمانان اہل سنت صبر و استقامت سے اور اللہ و رسول جل وعلا وعلیہ الصلاۃ والسلام پر اعتماد رکھتے ہوئے اپنے مقامات ہی میں رہیں اور جماعت مبارکہ کے خالص دینی شرعی مقاصد کے ماتحت ان کے اور بھی متعدد جزئیات و تفصیلات پر مشورے اور گفتگوئیں ہوئیں اور کسی جدید تجویز کی ضرورت نہ دیکھتے ہوئے یہ قرار پایا کہ جو مفید تجاویز جماعت مبارکہ اپنے پچھلے عام و خاص اجلاسوں جلسوں میں منظور کر چکی ہے۔ انہیں کو بقدر وسعت عمل میں لایا جائے۔

یہ بھی طے ہوا کہ اگرچہ پہلے بھی جماعت مبارکہ کی رکنیت کے لئے نقد اعانت چندہ ماہانہ وغیرہ کی شکل میں لازمی نہیں تھی۔ مگر اب جماعت مبارکہ کی رکنیت کے لئے کوئی چندہ سرے سے نہ کیے جانے کا اعلان کر دیا جائے۔ تاکہ غربائے تخلصین اہل سنت کو جماعت مبارک کے رکن بننے میں مالی اعانت نہ کرنے کی بنا پر جو پس و پیش ہوتا ہے۔ وہ

سرے سے دور ہو جائے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ و بکرمہ عم نوالہ بیش از بیش اجتماع و اتفاق باہمی حاصل ہو۔

اجلاس عام:

اس مجلس علماء کے بعد متصل ہی وہیں حویلی سجادگی میں اجلاس عام جماعت اہل سنت مارہرہ کا ہوا جس میں علمائے کرام اور دوسرے عمائد و عوام اہل سنت ارکان جماعت کے علاوہ دوسرے سنی بھائیوں نے جو ارکان جماعت نہیں تھے شرکت کی۔

مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب کا بیان:

جماعت مبارکہ کے ناظم اعلیٰ مولانا مولوی سید شاہ آل مصطفیٰ میاں صاحب نے اس اجلاس عام میں اپنے بیان میں ان تجاویز کا اعلان کر دیا۔ اور لیڈر گردی میں پھنس کر غربائے مسلمین پر جو شدید ترین مصیبتیں اور ہلاکتیں تباہیاں اور بربادیاں ہندوستان و پاکستان میں ٹوٹیں ان پر توجہ دلا کر مسلمانوں کو صبر و تقویٰ کی دینی نصیحت کی لیڈران قوم سے دور دور رہنے اور شریعت مطہرہ اور مذہب قویم اہل سنت کے اتباع کی تاکید کی۔ اور اغیار و اعدائے دین کا خوف دور کر کے صرف خدا اور رسول جل وعلا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے قہر و غضب سے ڈرنے اور انہیں کے کرم و رحمت کو اپنا مامن و ملجاء یقین رکھنے میں ان کی نجات بتائی۔

حسب معمول اس اجلاس عام میں جماعت کے حسابات وغیرہ کے رجسٹر اور آمد و خرچ کے گوشوارے پیش ہوئے۔ اور اہل سنت کی فلاح و صلاح اور مذہب اہل سنت کی حفاظت و اشاعت کے متعلق مفید و مناسب مشورے حضرات علماء و دیگر اراکین جماعت اور دوسرے برادران اہل سنت میں ہوئے۔

شب ۲۳/صفر شب سہ شنبہ ۶ھ بعد مغرب حویلی سجادہ نشینی میں اور درگاہ معلیٰ برکات تہ اور روضہ مقدسہ حضرت صاحب عرس قدس سرہ اور قدیم مسجد مقدس برکاتی میں چراغوں اور گیس کے ہنڈوں اور فانوس وغیرہ شیشہ آلات کی روشنی کی گئی۔

مجلس مولود مبارک:

حویلی سجادگی قدیمی خاندانی مذکور میں مجلس مولود مبارک منعقد ہوئی۔ اول بیرونی اور مقامی نعت خواں حضرات نے اپنی اردو ہندی نظمیں نعت و منقبت مبارک پڑھیں، جو سب بفضلہ تعالیٰ بہت مقبول ہوئیں۔

حضرت شیر پیشہ اہل سنت کا بیان:

پھر حضرت شیر پیشہ اہل سنت مدظلہم العالی نے آیت کریمہ انما انا بشر مثلکم (الآیۃ) کی تفسیر و تشریح اور اس کے ضمن میں پانی پتی نیچری کے اتباع نیا چہ اور دہلوی نجدی کے اتباع وہابیہ کے زعم مثلیت کے کفر شنیع و صریح کی تفسیر و تفسیح میں حقائق و معارف شریعت و طریقت رموز و نکات تفسیر و حدیث و فقہ و اسرار عشق و محبت سے آراستہ مزین دلائل و شواہد معقول و منقول سے مدلل و مبرہن اہل ایمان کی آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور بخشنے اور کور بختوں کی پھوٹوں و بے دینیوں بد دینیوں کو اذن کے بے دینی و بد دینی کے غیظ اور غصہ اور حسد میں تڑپا تڑپا کر و دار البوار پہنچانے والا بیان فرمایا۔ حضور اقدس افضل الکل سید الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خصائص مسلمہ اولیت نبوت و ختم رسالت رحمت عامہ و شفاعت تامہ نیابت کبری و خلافت عظمی و رسالت مطلقہ و دیگر فضائل جلیلہ و جمیلہ بیان فرما کر ثابت کیا کہ ان کے ہوتے ہوئے حضور اقدس علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بے مثال یقیناً و قطعاً ضروریات اولیہ بدیہیہ دینیہ اسلامیہ میں سے ہے اور کوئی آیت جب کسی ضروری دینی امر سے بظاہر مخالف معلوم ہو تو وہ آیات متشابہات میں پڑتی ہے۔ اور ان آیات کے بارے میں متقدمین ائمہ دین کا مسلک تو تفویض ہے یعنی ان آیات سے جو مراد حضرت حق عز اسمہ ہے وہ قطعاً یقیناً حق ہے اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو ان کے ظاہر الفاظ سے ظاہرین سمجھتے اور ضروریات دینیہ کے مخالف معلوم ہوتا ہے وہ ہرگز مراد حضرت حق جل جلالہ نہیں۔ اس مسلک کی بنا پر تو وہابیہ اور نیا چہ ملاعنہ کا وہ کفریہ ملعونہ زعم مثلیت کا جہنم واصل ہو جانا بالکل ظاہر و اظہر ہے اور متاخرین علمائے دین کا مسلک تاویل

ہے۔ یعنی زمانہ کے بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر عوام کے رفع خلجان کے لئے ان آیات کے معانی کی ایسی تاویل کرنا جو وہ ضروریات دین کے خلاف بھی نہ رہیں۔ اور قلوب عوام بھی مطمئن ہو جائیں۔ اس مسلک کی بنا پر ہر طبقہ و حلقہ علمائے ظاہر و باطن اصحاب شریعت و طریقت و ارباب حقیقت و معرفت نے اپنے اپنے علم و عرفان و ذوق و وجدان کی نسبت سے جو اس نے منقبت پڑھی۔

خرقہ پوشی:

پھر نوبت شب کے قریب حسب معمول خاندانی حویلی سجادگی کی صبحی شہ نشین جانب راست میں فقیر سراپا تقصیر نے اکابر کرام سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متبرک خرقے اور کلاہ اور سیلی و عمامہ جو اس وقت کے لئے مخصوص ہیں پہنے اور اس متبرک لباس کی برکتیں ان شاء اللہ تعالیٰ و بکرمہ عم نوالہ و بفضل رسولہ و جمیع اولیائہ علیہم الصلوٰۃ والسلام لئے ہوئے بڑے مجمع کے ساتھ جس میں نعت شریف و منقبت پڑھی جا رہی تھی۔ مزار اقدس حضور مرشد برحق قدس سرہ پر حاضری دی اور اندرونی روضہ مبارکہ دروازہ بند کر کے حسب معمول خاندانی پنج آیت شریف پڑھ کر فاتحہ فاتحہ عرض کیا اور دیر تک مراقب رہ کر اپنے لئے اور تمام حاضر و غائب دین و طریقت کے سنی بھائی بہنوں کے لئے حصول ایمان و امان و استقامت و صبر و ہمت و قناعت و خیر و برکت و عزت و صحت و دیگر جملہ مقاصد جائزہ دینیہ و دنیاویہ کے لئے بارگاہ رب عزت تبارک و تعالیٰ میں حضور اقدس سید المجتہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و بارک وسلم علیہم اجمعین و حضرت صاحب عرس قدس سرہ و جملہ حضرات مرشدان کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے وسیلہ سے دعائیں کیں۔

مجلس وعظ مبارک:

اور بیرون روضہ مقدسہ صحن پیش دروازہ مبارکہ میں مجلس مواظظ علمائے کرام منعقد ہوئی۔ فقیر بھی کچھ دیر بعد باہر اس مجلس مبارک میں حاضر ہو گیا۔ اول نعت

خوانان مقامی و بیرونی نے نعت شریف پڑھی اور جناب مداح نبی حافظ محمد جان صاحب ناصری بریلوی نے اپنی ایک منظوم عرضداشت بہ حضور سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام بھی پڑھی جس میں مسلمانوں کے موجودہ حالات اور مصائب و آفات پیش کر کے ان کی اصلاح اور دفع کے لئے عرض کیا گیا تھا۔ اور مولانا محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی مارہروی نے اپنی ایک طویل نظم درس عبرت جو رسالہ ۱۵ میں شائع ہوئی۔ اور جناب صوفی حیات علی شاہ صاحب قادری رضوی شمسٹی نے ارشاد کریم۔ قل انما انا بشر مثلکم (الآیۃ) کی تاویلات بیان فرمائیں۔ حضرت مولانا نے کمال تشریح و تفصیل سے دلائل و امثلہ سے اچھی طرح دل نشین فرمائیں اور ہر ایک سے اس خبیث کفر سے ملعونہ زعم مثلیت کا ایسے روشن بیان سے بطلان فرمایا کہ اہل ایمان کے قلوب منور ہو گئے بتایا کہ یہ ارشاد بر بنائے تواضع اور امت کو تعلیم تواضع کے لئے ہے۔ یعنی اے ہمارے حبیب علیک الصلاۃ والسلام ہم نے آپ کو تمام جہان و جہانیاں سے افضل و اعلیٰ بلند و بالا درجات و مراتب عطا فرمائے۔ انبیاء و رسل آپ کے امتی ٹھہرائے ملائکہ مقربین آپ کے خدمت بنائے۔ آپ کے غلاموں کو اپنی محبوبیت کا درجہ دیا۔ عرش اعظم کو آپ کی مسند رفعت ٹھہرایا۔ جنت آپ کے غلاموں کی جاگیر بنائی اولین و آخرین کے تمام علوم ماکان و مایکون آپ کو سکھائے۔ اپنی تمام رحمتوں اور نعمتوں کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو دے کر دو جہان کا مالک کل آپ کو بنایا آپ کو اپنی بارگاہ عزت میں وہ قرب بے مثل و بے مثال بخشا کہ آپ کی بات ہماری بات آپ کا کام ہمارا کام آپ کا دیدرحمت ہمارا دیدرحمت۔ آپ کی بندگی و اطاعت ہماری بندگی و اطاعت جو آپ کا پیارا وہی ہمارا پیارا جو آپ کا دشمن وہ ہمارا دشمن۔ مگر ان سب مراتب رفیعہ اور مناصب جلیلہ کے باوجود آپ اپنی زبان مبارک سے اپنے لئے یہی فرمائیں۔ کہ انما انا بشر مثلکم جو واقعی سچی آنکھوں والے ہیں وہ سب مانتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ ہمارے کرم و رحمت سے تمام جن و بشر حور و ملک اور ساری مخلوقات میں بے مثل و بے مثال ہیں۔ اس تواضع سے کوئی دوسرا آپ جیسا ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ البتہ آپ کے غلام اپنے آقا کی تواضع سے تواضع سیکھیں گے اور کبر و غرور کے خصال ذمیمہ سے

دور و نفور ہو جائیں گے۔

اسی طرح اور اکابر نے کلام کے اپنے اوقاف کے لحاظ سے اپنے معانی بتانے اور کلام کے لہجہ اور ادا کے طریقہ سے بھی معنی بدل جانے اور اسی طرح اور جو بہت وجوہ سے اس آیت کریمہ کی تاویل بیان فرمائی حضرت مولانا نے کمال وضاحت سے دل نشین بیان میں پیش فرمائی اور تمام نئے اور پرانے باطل فرقوں پر دلائل شرعیہ سے رد شدید فرمایا اور اہل سنت کو ان سب سے دوری اور علیحدگی ہی سبب نجات و دنیا آخرت بتا کر رات کے تین بجے کے قریب بیان ختم فرمایا۔

قل شریف:

سہ شنبہ ۲۳ صفر ۱۴۳۶ھ نو بجے دن کے قریب مجلس مبارک قل شریف درگاہ معلیٰ برکاتیہ میں پائین روضہ حضرت صاحب البرکات قدس سرہ منعقد ہوئی۔ اول نعت خوانان مقامی و بیرونی نے نعت شریف پڑھی۔

مولانا حافظ سید حسن میاں صاحب کا بیان:

پھر برخوردار سعادت آثار نور الالبصار مولانا مولوی حافظ سید حسن میاں صاحب قادری سلمہ اللہ تعالیٰ نے زیر آیت کریمہ من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً بہت مفصل و مدلل و مقبول و دل نشین بیان کئی گھنٹے کیا۔ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل مبارکہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ یہ مبارک ارشاد ربانی بھی حضور اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کی ایک بڑی بھاری فضیلت بیان فرماتا اور واضح کر رہا اور صاف صاف بتا رہا ہے کہ مسلمانوں کی اور ہر اس شخص کی جو واقعی حقیقی سچی کامیابی و فلاح و صلاح دنیا آخرت کا طالب ہے۔ فلاح و صلاح دارین اطاعت و فرمانبرداری خداوندی کے ساتھ ساتھ ہی اطاعت و فرمانبرداری حبیب حق علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو خدا خدا پکارے اور اپنے گھمنڈ میں بڑا بھاری موحد خدا پرست خدا شناس بنے۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی و فرمانبرداری سے منھ موڑ لے۔ اس بارگاہ کریم میں سر رضا و تسلیم نہ

جھکائے۔ یہاں سے سرکش رہے۔ وہ ہرگز سچی حقیقی ابدی کامیابی و فلاح نہیں پاسکتا۔ اس نے درحقیقت خود خدا کی بھی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کی اللہ ہی کو نہیں پہچانا اس لئے کہ اللہ تو فرما چکا من بطع الرسول فقد أطاع اللہ جس نے رسول کی فرماں برداری کی اسی نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔ ایمان کی جان ہی ہے کہ بندہ اللہ کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جسم و جان ظاہر و باطن پر بہ حکم و عطاء ربانی حاکم کامل مانے اور ان کی محبت اس کے دل میں جمی ہو اور ان کا حکم اس کی خواہش نفس کے موافق ہو یا مخالف اس پر بخوش دلی تمام سر جھکا دے جیسا کہ اس پر ارشاد ربانی فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموا فیما شجر بینہم (الآیۃ) ناطق ہے اسی سلسلہ میں الحب للہ و البغض للہ کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ اطاعت و فرمانبرداری کا سرچشمہ ہے محبت۔ آدمی جس کو جس قدر چاہتا ہے اسی قدر اس کی سچی فرمانبرداری کرتا ہے۔ عربی کی مثل ہے۔ ان المحب لمن یحبہ یطیع۔ اور اس راہ میں اپنی جان و مال اہل و عیال سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ نماز روزہ حج و زکوٰۃ خیرات صدقات و غیرہ تمام اچھے کام ایمان کے مبارک درخت کے پھل پھول شاخیں پتے ہیں۔ لیکن اس شجرہ مبارکہ کی جڑ جس سے یہ سب شاخیں پتے پھل پھول ان کی خوش نمائی رنگینی بوباس مزہ بلکہ ان کی زندگی ان کا وجود قائم ہے۔ وہ ہے یہی اللہ و رسول جل و علا و علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت ان کے لئے ان کے پیاروں دوستوں کی چاہت۔ ان کے دشمنوں مخالفوں سے نفرت و عداوت۔ پیئے کے پھولے ہیں وہ جو زبان سے تو دیندار مسلمان بنتے اور پھر اللہ و رسول جل و علا و علیہ الصلاۃ والسلام کے کسی دشمن مخالف کسی کافر مشرک مرتد مبتدع میں بظاہر اس کا کوئی اچھا کام دیکھ کر یا اس سے اپنے کسی نفسانی مقصد دنیاوی غرض کے حصول کی طمع میں اسے اپنا محبوب و مطلوب رہنما و پیشوا بناتے۔ کبھی نصاریٰ کے پیچھے لگتے کبھی یہود کے کبھی سکھوں کے کچھ لگوئے بنتے کبھی ہنود کے کبھی لیگی بننے کبھی کانگریسی کبھی مرتد کو قائد اعظم بناتے کبھی مشرک کو روح اعظم کبھی وہابیہ و روافض سے یارانہ گانٹھتے کبھی نیچریوں اور قادیانیوں سے دوستانہ غرض اسی طرح دشمنان حق سے دین و شریعت کے شعائر و احکام کو پس پشت ڈال کر بلکہ پاؤں تلے

مسل کر یارانہ دوستانہ گانٹھتے پھرتے اور اسی میں اسلام و مسلمین کی فلاح و صلاح بتاتے ہیں حالانکہ قرآن صاف صاف اعلان کر چکا: انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاۃ و یؤتون الزکوٰۃ و ہم راکعون۔ ومن یتول اللہ و رسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ہم الغالبون۔ یعنی مسلمانوں کے سچے کھرے حقیقی دوست اللہ و رسول جل و علا و علیہ الصلاۃ والسلام اور وہی سچے مسلمان ہیں جو دین و شریعت کے پابند ہیں۔ اور انہیں کو دوست رکھنے والے ہی غالب اور فتح مند ہیں۔ یہی ہے وہ دارین میں مسلمانوں کی سچی دائمی عزت و کامرانی اور تمام ایمانیات و دینیات کی جڑ اور بنیاد۔ الحب للہ و البغض للہ اور اسی پر عمل پیرا ہو کر سچے مسلمان ہر دنیاوی حکومت و سلطنت کے دائرہ حکومت و سلطنت میں رہ کر بھی امن پسند اور مفید شہری بن سکتے ہیں اس لئے کہ جب ہماری ساری محبتیں ساری نفرتیں عداوتیں اپنے نفس اور اس کی خواہشوں دنیا اور اس کی نمائشوں کے لئے نہیں بلکہ صرف اپنے رب کریم جل و علا کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوں گی تو یقیناً انہیں ہم مسلم و کافر، موحد و مشرک، مرتد و تبع، سنی و مخلص مخالف و موافق سب کے ساتھ اسی طرح اور انہیں طریقوں سے برتیں گے جو ہمارے رب کریم اور اس کے حبیب رحیم جل و علا و علیہ الصلاۃ والسلام نے تعلیم فرمائے۔ اور اس وقت ہماری اپنوں سے محبتیں تو محبتیں غیروں سے علیحدگی اور نفرتیں بھی اللہ کی زمین میں ہر فتنہ و فساد اپنوں اور پرایوں سب سے ہر غدر و بد عہدی ملک کے امن و امان و آسائش کے خلاف ہر چھوٹی بڑی چھپی کھلی حرکات سے ہمیں ایسی کامیابی سے روکیں گی جسے کسی دنیوی حکومت کی کوئی قوت نہیں روک سکتی۔ اس لئے کہ دنیوی حکومت کا دباؤ ہوتا ہی ہے تو صرف ہمارے جسم تک اور وہ بھی جب تک کہ ہم اس کی قوتوں کے سامنے ہوں۔ مگر خدا کا خوف اور اللہ و رسول جل و علا و علیہ الصلاۃ والسلام کی خوشنودی کی طلبگاری اور دین و شریعت کی حکومت جسم و جان ظاہر و باطن سب پر اور خفیہ و علانیہ ہر حال میں ہوتی ہے اور الحب للہ و البغض للہ کی مبارک تعلیم پر عامل دیندار اس کی تعمیل صرف دباؤ اور خوف سے ناخواستہ دل نہیں کرتا۔ بلکہ خوشی خوشی اپنی عزت و سعادت سمجھ کر کرتا ہے۔ اور خدا و رسول جل و علا و علیہ الصلاۃ والسلام۔ اور ان کے پسندیدہ

و محبوب ہمارے دین و شریعت یقیناً ہمیں ہر خرابی اور بدی غدر اور بد عہدی سے روکتے اور اپنوں اور پرائیوں سب کے ساتھ عدل اور سچے اور پائدار امن سے برتاؤ کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔ خود قرآن فرماتا ہے۔ یٰٰایہا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ولا یجرمکم شأن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ہواقرب للتقوی (الآیۃ)۔ اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ اور انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ نیز فرماتا ہے۔ و اذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی۔ اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو۔ اور فرماتا ہے: ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے سنورنے کے بعد لیڈران ناکام شریعت و اسلام کے نام پر ناواقف عوام کو کبھی تو لیگ کے پاکستان کی طمع دلا کر کبھی کانگریس کی حکومت کا رعب بٹھا کر کبھی مہاسبھا وغیرہ سے ڈراؤ دھمکا کر کبھی اور طرح طرح کے مکر و فریب کے جال پھیلا کر کبھی ان کو لیگ میں اور لیگ کی سو فیصدی علم بردار آل انڈیا مروان کانفرنس میں لے جاتے کبھی کانگریس میں پہنچاتے کبھی کہیں کہیں در بدر ٹھوکریں کھلاتے۔ ان غریبوں کے دین و دنیا برباد کراتے ہیں، مگر اسلام کی اس مبارک تعلیم الحب للہ والبغض للہ پر کسی طرح نہیں جمنے دیتے اس پر عمل پیرا ہونے میں کبھی حکومت غیر مسلمہ کے قوانین کا ڈر کبھی غیر مسلم افراد کے بھڑکنے کا خطر۔ اسی طرح کے اور نہ معلوم کیا کیا شر جھوٹے اور گڑھے ہوئے شر بتاتے ہیں۔ حالانکہ یہ مبارک تعلیم جب مسلمانوں کے دین اسلام کی اصل اصیل اور ایمان کی جڑ ہے تو اس سے اور کسی شر سے کیا علاقہ بلکہ وہ تو منبع خیر و سعادت ہے۔ نہ کوئی بھی حکومت غیر مسلمہ جو مسلمانوں کے دین میں عدم مداخلت کا دعویٰ کرتی ہو اپنے کسی قانون سے مسلمانوں کو ان کے اس اصل اصیل دینی پر عمل درآمد سے باز رکھ سکتی ہے۔ نہ کسی بھی غیر مسلم کو اس امن و امان و دنیوی کی بھی ضامن و کفیل اسلام کی اصل اصیل پر مسلمانوں کے عمل درآمد سے بھڑکنے کی کوئی صحیح وجہ جس دین پاک کی اپنے پیروؤں کو یہ پاکیزہ تعلیم ہے کہ اما

تخافن من قوم خیانة فانبد الیہم علی سواء۔ اگر تم کسی قوم سے دغا کا اندیشہ کرو۔ (ایسے آثار و قرائن پائے جائیں جن سے ثابت ہو کہ وہ دغا کریں گے)۔ تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو برابری پر داؤ نہیں اس عہد کی مخالفت کرنے سے پہلے آگاہ کر دو کہ تمہاری بد عہدی کے قرائن پائے گئے لہذا وہ عہد قابل اعتبار نہ رہا اس کی پابندی نہ کی جائے گی جس دین پاک کی غداروں بد عہدوں تک سے برتاؤ کرنے کے لئے یہ سچی صاف کھری تعلیم ہو اور اس کی بنیادی تعلیم الحب للہ والبغض للہ پر سچائی سے عمل کرنے والوں سے کون صحیح الدماغ بھڑکے گا اور اگر کوئی پاگل دشمن محض اپنے پاگل پن اور جھٹ باطن کی وجہ سے خواہ مخواہ بھڑکے تو مسلمان اس کے بھڑکنے سے اپنا دین کیوں چھوڑ دیں۔ اس ضمن میں لیڈر گردی پر روشنید کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس سے احتراز و اجتناب اور اپنے دین برحق و شریعت حقہ پر عمل درآمد اور سارے دشمنان و مخالفان حق کا خوف اور ڈر اور ان سے کسی نفع و خیر کا لالچ قطعاً دور کر کے صرف اللہ واحد قہار کا خوف اور اسی کے کرم و رحمت پر اپنے دلوں میں جمانے اور دنیوی مصائب و آلام و آفات کا مقابلہ صبر و ہمت و تقویٰ سے کرنے کی شرعی دینی نصیحت کی اور اسی میں مسلمانوں کی نجات دارین۔ اور یہی حضرت صاحب عرس قدس سرہ اور اس خانوادہ عالیہ برکاتہ مقدسہ کے تمام مرشدین کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت کریمہ بتائی۔ تین بجے دوپہر کے قریب مجلس بفضلہ تعالیٰ بخیر و خوبی تمام ہوئی۔ اور پھر حضرت صاحب عرس قدس سرہ کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی ہوئی۔ برادران دین و طریقت سے نذر نہائے عرس شریف پیش کئے۔ اور فقیر کے مکان زنا نہ اور مطبخ عرس شریف سے تقسیم طعام تبرک قل شریف جاری رہی۔

غسل مزار مبارک:

بعد تمام مجلس زیر اہتمام برخوردار نور الابصار مولوی حافظ سید حسن میاں قادری سلمہ رب تعالیٰ اس خادم اور حضرات علمائے کرام و صالحین حاضرین عرس شریف نے مزار شریف کے عرق گلاب سے غسل کی رسم ادا کی۔

زیارت آثار متبرکہ:

نماز عصر کے بعد حسب معمول قدیم خاندانی زیارت آثار متبرکہ ہوئی ان آثار مبارکہ کی تفصیل اسی رسالے کے گیارہویں اور بارہویں حصہ میں ہے۔ آثار مبارکہ حسب معمول ایک چوکی پر رکھ کر بر خوردار نور بصر سید حسن میاں سلمہ ایک جلوس کے ساتھ جس کے آگے نعت شریف و صلوة و سلام پڑھے جارہے تھے درگاہ معلیٰ برکاتیہ میں لے گئے۔ اور وہاں زیارت ہوئی۔ پھر وہاں سے محل سرائے زنانہ حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ میں لائے۔ اور مستورات میں خاندانی مستورات نے زیارت کرائی۔ اور پھر آثار متبرکہ مسجد مقدس میں لا کر اپنی الماری میں محفوظ کر دئے گئے اور گاہ گروں کی شکر اور بتا شوں پر اور اضافہ کر کے عمدہ ٹھنڈا شربت تیار کر کے حضرت صاحب عرس قدس سرہ کی نیاز کے بعد حاضرین کو تقسیم کرایا گیا۔

عرس شریف میں ہر روز صبح کی مجلس سے پہلے بعد نماز فجر اول حلقہ قادریہ مبارکہ اور اس کے بعد قرآن کریم کے ختم ہوتے رہے۔ اور روز و شب کی ہر مجلس کا ختم بیان ولادت مبارکہ و قیام و سلام و دعائے خیر اور پھر پنج آیت شریف اور شجرہ مبارکہ کے بعد تقسیم شیرینی پر حسب معمول ہوتا رہا۔ ہر مجلس میں اور عرس مبارک کی دوسری تقریبات میں بکثرت مسلمانان اہل سنت مقامی اور بیرونی شریک ہوتے اور مخلصین اہل سنت اپنے علماء کرام کے مواعظ و بیانات پوری توجہ اور دلچسپی سے سنتے۔

ملک کی عام فضا کی ناہمواریاں اور سفر کی دشواریاں اب کے سال گذشتہ سے بھی بہت زیادہ تھیں۔ پھر بھی فقیر بے ہنر کی نالائق اور کس پرسی کے باوجود اپنی دینی محبت اور لطف و کرم اور حضرت صاحب عرس قدس سرہ کی کشش روحانی سے امسال بھی کثیر غریبائے مخلصین اہل سنت لکھنؤ و سینا پور و بریلی و پٹنہ و بدایوں و کانپور و علی گڑھ و دہلی و کانچ و گیارہ و امرہ و ہوا و جھپانی و اسوڑہ ضلع میرٹھ و بہاؤ پور ضلع بستی فیض آباد و اسولی ضلع سلطان پور و اٹا و و آگرہ و کلکتہ و بانگر مٹو ضلع اناؤ و فتح پور سہوہ و سکندرہ راؤ و بلرام و غیرہ اطراف نزدیک و

دور سے آ کر شریک ہوئے اور فقیر حقیر وسعت بھران کی خدمت بجالایا۔

امسال کے حاضرین عرس شریف و اجلاس جماعت کے بعض مقتدر و معزز حضرات علمائے کرام اہل سنت و مخلص عمائد و خدام دین و ملت کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ (۱) حضرت شیر پیچہ اہل سنت مظہر اعلیٰ حضرت مناظر اعظم ابوالفتح عبید الرضا مولانا مولوی حافظ قاری شاہ محمد شہت علی خان صاحب قادری برکاتی رضوی۔ (۲) بر خوردار نور الابصار کام گار سید العلما مولانا مولوی حافظ قاری حکیم سید شاہ آل مصطفیٰ میاں قادری برکاتی سجادہ نشین سجادہ نوریہ و امیریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ۔ (۳) حضرت و صاف الحبيب اسد الملت محب الرسل مولانا مولوی حافظ قاری مفتی محمد محبوب علی خان صاحب قادری رضوی (۴) حضرت ولی العلماء مولانا مولوی حافظ قاری حکیم مفتی مولانا سید شاہ آل حسن عبد الولی صاحب حسنی لکھنوی قادری برکاتی خطیب مسجد نا خدا کلکتہ (۵) بر خوردار نور الابصار سعادت آثار احسن العلماء مولانا مولوی حافظ قاری سید شاہ حسن میاں صاحب قادری برکاتی ولی عہد سجادہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ مارہرہ مطہرہ (۶) حضرت وجیہ العلماء مولانا مولوی شاہ وجیہ الدین صاحب قادری رضوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ ضیائیہ مفتی اعظم پٹنہ (۷) ابو الطاہر مولانا مولوی محمد طیب صاحب قادری رضوی صدیقی صدر المدرسین مدرسہ بصیرۃ العلوم پٹنہ (۸) حضرت محترم مولانا مولوی شاہ فیض الہدی صاحب قادری برادر اکبر حضرت مولانا شاہ سراج الہدی صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ بیت الانوار گیا۔ (۹) خلیل العلماء مولانا مولوی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی مارہروی (۱۰) جناب مولانا مولوی سید اختر احمد صاحب قادری راندیری (۱۱) حامی سنت جناب مولوی نبی بخش صاحب قادری کانپوری شاگرد حضرت مولانا مولوی عبدالغنی صاحب کانپوری مغفور (۱۲) حامی سنت جناب مولوی صوفی شاہ حیات علی صاحب قادری شہمتی صدیقی بہاؤ پوری (۱۳) حامی سنت جناب مرزا عثمان بیگ صاحب قادری برکاتی (۱۴) حامی سنت جناب حافظ فیض محمد صاحب قادری برکاتی (۱۵) حامی سنت جناب حافظ حفیظ اللہ صاحب قادری برکاتی (۱۶) حامی سنت جناب حافظ عبدالصمد صاحب قادری نوری بانی مدرسہ فرقانیہ قصبہ اوجیہانی (۱۷) مداح نبی

جناب حافظ محمد جان صاحب ناصری (۱۸) حامی سنت جناب ماسٹر محمد لعل خاں صاحب قادری برکاتی (۱۹) حامی سنت جناب ماسٹر محمد سمیع خان صاحب قادری برکاتی نائب ناظم جماعت اہل سنت مارہرہ (۲۰) حامی سنت جناب حافظ رفیع اللہ خاں صاحب قادری برکاتی پیلی بھیتی (۲۱) حامی سنت جناب رشید حسن خاں صاحب قادری ناظم کتب خانہ اہل سنت پیلی بھیتی (۲۲) حامی سنت جناب ڈاکٹر ایوب حسن صاحب قادری برکاتی نائب صدر جماعت اہل سنت مارہرہ (۲۳) حامی سنت جناب حافظ شمس الحسن صاحب قادری برکاتی مارہری (۲۴) حامی سنت جناب منشی محمد ایوب علی صاحب صدیقی قادری برکاتی ناشر رسالہ اہل سنت کی آواز (۲۵) مداح رسول جناب زبیر الدین خاں صاحب قادری برکاتی مارہروی (۲۶) مداح رسول جناب منشی کریم بخش صاحب قادری برکاتی مارہروی۔

بیعت واجازت:

ایام عرس شریف میں بہت سے سنی بہن بھائی فقیر سراپا تقصیر کے ذریعہ سے داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ ہوئے اور فقیر نے ان کو اپنے اکابر کرام قدست اسرارہم کی تعلیم کے مطابق شریعت مطہرہ کے اتباع اور دین اسلام و مذہب اہل سنت پر نہایت تصلب سے قائم رہنے اور اس کے سب نئے پرانے مخالفین سے احتراز و اجتناب اور اسی کی حتی الوسع تبلیغ و اشاعت و تائید و حمایت اور اپنے سلسلہ عالیہ کے اکابر کرام قدست اسرارہم کی عزت و حرمت کی حفاظت میں سرگرم رہنے کی شرائط طریقت و شریعت کی تفہیم و نصیحت کی اور حضرت محترم مولانا شاہ فیض الہدی صاحب دام مجدہم کو حزب البحر شریف اور دلائل الخیرات شریف کی اجازت ان کی اسناد کے ساتھ تحریری دی۔ نیز محبت مخلص جناب ماسٹر محمد لعل خاں صاحب قادری برکاتی سلمہم کو نسخہ دلائل الخیرات پر اجازت لکھ کر ان کا نسخہ ان کو دے دیا اور مولانا مولوی سید اختر احمد صاحب قادری برکاتی دام مجدہم کو بھی دلائل الخیرات شریف کی اجازت زبانی دی جس کی سند بعد کو تحریر بھی کر دی۔ اور مولانا شاہ فیض الہدی صاحب قادری کو چہل اسماء مبارکہ کے پچیسوں اسم مبارک کی اجازت زبانی دی۔

اعلیٰ حضرت کا قل شریف:

پنجشنبہ ۲۵ صفر کو بعد نماز فجر ختم قرآن مجید درگاہ معلیٰ برکاتیہ میں کرا کر بعد کو اندرون روضہ مبارکہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ مجلس قل شریف اعلیٰ حضرت قدس سرہ منعقد کی۔ برخوردار نور الابصار سید حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ نے بیان میلاد مبارک مع قیام و سلام شریف کیا اور نعت شریف پڑھی گئی اور بعد پنج آیت شریف و شجرہ مبارکہ شیرینی پر نیاز ہو کر تقسیم ہوئی فقیر نے سورہ یٰسین شریف و دیگر آیات کریمہ و کلمہ طیبہ و درود شریف و داعیہ مبارکہ کی نذر پیش کی۔

اعلان کردہ تواریخ کے اعتبار سے اگرچہ عرس شریف کی آخری تاریخ ۲۳ صفر تھی اور آثار متبرکہ کی زیارت شریف پر مراسم معمولہ ختم ہونے پر مہمانان عرس شریف کی واپسی شروع ہو گئی تھی۔ مگر آج اس قل شریف کے بعد سب مہمانان عرس شریف اپنے اپنے مقامات کے لئے رخصت ہو گئے اور بفضلہ تعالیٰ عرس شریف بخیر و برکت و عافیت تمام ہوا۔ اللہ عز و جل کریم و رحیم عم نوالہ اس باخیر و برکت اجتماع کو دن دوئی رات چوگنی خیر و برکت خلوص و للہیت کامیابی و بامرادی کے ساتھ ہمیشہ قائم رکھے۔ اور فقیر کو زندگی بھر اس خدمت کی خلوص و للہیت توفیق دے۔ اور سعادت بخشے اور جملہ کارکنان و معاونان عرس شریف کو جو اس فقیر بے مایہ و ناکارہ کے دامے درمے قدمے سخنے کسی طرح بھی معین و مددگار محض خدا واسطے ہوئے ہیں دارین میں بہترین جزائے خیر دے۔ آمین بجاہ النبی الامین المکین علیہ الصلاۃ والسلام و علی آلہ و اصحابہ و علینا معهم و لہم برحمتک یا ارحم الراحمین۔

نعت پاک

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان بن گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلم دان گیا
لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا
میرے مولیٰ مرے آقا ترے قربان گیا
آہ وہ آنکھ کہ ناکام تمنا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پر ارمان گیا
دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا
انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
لہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
اف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا
جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا



گوشہ نعت و منقبت



قصیدہ روشنیہ

شرف ملت سید محمد اشرف قادری

یہ عام دعوت ہے سب کریں اب سماعتوں کے چراغ روشن
 سجا رہے ہیں ہم اپنے آقا کی مدحتوں کے چراغ روشن
 درود و تسلیم کی صداؤں کے قافلے اس طرف رواں ہیں
 ادھر سماعت کی رہ گزر میں عقیدتوں کے چراغ روشن
 چچا کے قاتل پہ بخششیں ہیں کبھی سراقہ پہ رحمتیں ہیں
 غرض کہ ہر حال میں کیے ہیں عنایتوں کے چراغ روشن
 ابی کے بیٹے کا حال پوچھا تو پیرہن بھی عطا کیا تھا
 منافقت کی سیاہیوں میں مروتوں کے چراغ روشن
 جو آپ کہہ دیں تو دو پہاڑوں کے بیچ طائف کو پیس ڈالیں
 کہ آج دیکھے ہیں چشم حق میں جلالتوں کے چراغ روشن
 نہیں نہیں جبریل ان کو ہمارا رب عقل و فہم دے دے
 کہ ہم دعاؤں سے کر رہے ہیں ہدایتوں کے چراغ روشن
 نہ کالا بد ہے نہ گورا برتر نگاہ حق میں سبھی برابر
 مقام عرفات سے بجھائے عداوتوں کے چراغ روشن

ہمارے رستے میں آج کوڑا نہیں تو بیمار ہوگئی کیا
 نبی نے یوں بھی کیے ہیں اکثر عیادتوں کے چراغ روشن
 تمام رخصت کے حکم امت کے واسطے وقف کر دیے تھے
 اور اپنی راہوں میں کر لیے تھے عزیمتوں کے چراغ روشن
 بشر میں نبیوں کے بعد افضل وہ دین حق کا گواہ اول
 ابو قحافہ کے حوصلوں سے صداقتوں کے چراغ روشن
 سزا سنائی تو اپنے بیٹے کو بھی رعایت نہیں عطا کی
 عمر کے دم سے ہوئے ہیں ایسے عدالتوں کے چراغ روشن
 لہو کے قطروں نے مصحف حق پہ گر کے تاریخ ہی بدل دی
 جناب عثمان نے جب کیے تھے شہادتوں کے چراغ روشن
 نبی اکرم کے ایک جملے نے خوف کے بت گرا دیے تھے
 علی کی اس نیند سے ہوئے ہیں شجاعتوں کے چراغ روشن
 بحکم قادر وہ عبد قادر اجارہ رکھتے ہیں موسموں پر
 جہاں بھی چاہیں وہیں پہ کر دیں ولایتوں کے چراغ روشن
 سلوک و اخلاق سے بھرے ہیں سبع سنابل کے سارے سنبلے
 دلوں کی طاقوں میں رکھ دیے ہیں طہارتوں کے چراغ روشن
 بحالت خواب حکم آقا پہ سید عبد الجلیل آئے
 انہیں سے مارہرہ میں ہوئے ہیں سیادتوں کے چراغ روشن

جناب برکات نے برج میں محبتوں کے اجالے بانٹے
 ان ہی کے سینے کی آگ سے ہیں یہ برکتوں کے چراغ روشن
 وہ جن کو غوث الورا نے اپنا جہاں میں نائب بنا دیا ہے
 ہوئے ہیں اچھے میاں سے میرے کرامتوں کے چراغ روشن
 وہ شاہ آل رسول جن پر ہوئی ہے راہ سلوک نازاں
 ہیں پیغمبری میں ان کے دم سے طریقوں کے چراغ روشن
 فصیل دشت ابو الحسین کی رفعتوں کے نثار جاؤں
 کیے ہیں احمد رضا نے جن پر ارادتوں کے چراغ روشن
 جناب قاسم نے اپنے اجداد کے طریقے کو تازگی دی
 دھندلکا دیکھا تو کر دیے تھے روایتوں کے چراغ روشن
 تصلب دین پہ ان کی ہمت مرے وہ ممدوح اعلیٰ حضرت
 وہ تاج علما تھے جن کے دم سے قدامتوں کے چراغ روشن
 وہ سید بلبل قبیلہ تھے بے نیاز ریال و درہم
 ان ہی کے ہاتھوں ہوئے ہیں سنی جماعتوں کے چراغ روشن
 حسن نے تم کو عطا کیے ہیں امانتوں کے چراغ روشن
 شرافتوں کے فضیلتوں کے نجاتوں کے چراغ روشن
 تمام احباب عرس قاسم بس اپنے اشرف کو یاد رکھیں
 کیے جو رہتا ہے سال بھر ان رفاقتوں کے چراغ روشن

نعت پاک

سید عابد علی عابد بریلوی

تجھے ہدم بتاؤں کیا مقامِ مصطفیٰ ہوگا
 رضاے رب بروزِ حشر سب کا مدعا ہوگا
 خدا کو ڈھونڈنے والو اشارہ اتنا کافی ہے
 نہ ہوگا جب کوئی محشر میں پرساں خستہ حالوں کا
 کلیدِ بابِ جنت گردشِ چشمِ شفاعت ہے
 دل پر شوق کے ارماں مچل جائیں گے محشر میں
 اگر دیوانگی سے مل گئی فرصت کبھی ہدم
 قیامت میں نظر آئے گا اصلی روپ احمد کا
 نہ لائے گا نہ لائے گا کوئی بھی تابِ جلوے کی
 چلی آئے گی جنت بھی اسی جاصدقے ہونے کو
 زبانِ شوق پیش حسن ہرگز کھل نہیں سکتی
 نہ ہو مایوس اے مومن یقین رکھا اس کی رحمت پر
 تجھیل سے ورا ہوگا ورگی سے ماورا ہوگا
 محمد کی رضا لیکن خدا خود چاہتا ہوگا
 جہاں محبوبِ رب ہوگا وہیں وہ کبریا ہوگا
 رفیقِ بے کساں تنہا حبیبِ کبریا ہوگا
 اسی جانب خدا ہوگا جدھر خیر الوری ہوگا
 ہمارا اور ان کا بر ملا جب سامنا ہوگا
 جبینِ عشق ہوگی مصطفیٰ کا نقش پا ہوگا
 ملک حیران ہوں گے وہ عروجِ مصطفیٰ ہوگا
 جہاں جلوہ نما ہوگا وہاں محشر بپا ہوگا
 جہاں جنت کا دولہا مصطفیٰ جلوہ نما ہوگا
 ادا نمناک آنکھوں سے ہی حرفِ مدعا ہوگا
 ہماری ڈوبتی کشتی کا پیدا نا خدا ہوگا

مہد خورشید بن جائیں گے ذرے قبر عابد کے
 تجھلی بار جب شمس الضحیٰ بدر الدجی ہوگا

نعت پاک

الحاج یا وروارٹی، کانپور

روزِ جزا ہے آج نظارا کچھ اور ہے
لیکن مرے نبی کا اشارا کچھ اور ہے
دنیا میں اور بھی ہیں سہارے بہت مگر
آقا کی رحمتوں کا سہارا کچھ اور ہے
آرام گاہِ سرورِ کونین ہے جہاں
مسجد کچھ اور ہے وہ منارا کچھ اور ہے
اُترن سبھی بزرگوں کی رکھتی ہے اہمیت
محبوبِ کبریا کا اتارا کچھ اور ہے
تم آخری رسول کی امت ہو دوستو
دنیا پہ اختیار تمہارا کچھ اور ہے
آقا کے عشق نے جو عطا کر دیا ہمیں
سینے میں خیمہ زن وہ شرارا کچھ اور ہے
ہم والہانہ لیتے ہیں بوسہ جو خاک کا
کوئے نبی سے رشتہ ہمارا کچھ اور ہے
جس کے سر ورق پہ ہو نامِ شہہ اُمم
یاور وہ زندگی کا شمارا کچھ اور ہے

تضمین نعت

(لومدینے کی تجلی سے لگائے ہوئے ہیں)

ڈاکٹر سید سراج اجملی

کیا مناظر ہیں جو آنکھوں میں سمائے ہوئے ہیں
ذہن یہ کون سی خوشبوئیں بسائے ہوئے ہیں
اور کیا خوب وہ جلوے کہ جو بھائے ہوئے ہیں
لو مدینے کی تجلی سے لگائے ہوئے ہیں
دل کو ہم مطلع انوار بنائے ہوئے ہیں

خود بخود آنکھ میں ہے کون سمایا جاتا
آنکھ اٹھتی نہیں جلوہ نہیں دیکھا جاتا
بیٹھا جاتا ہے یہ دل دل یہ ہے بیٹھا جاتا
شرم عصیاں سے نہیں سامنے آیا جاتا
یہی کیا کم ہے کہ ترے شہر میں آئے ہوئے ہیں

تجھ سا کوئی بھی نہیں خانہ مولیٰ کے ملیں
تجھ پہ قرباں مرا سب کچھ دل شیدا کے ملیں
تیرے جلوے ہیں مری چشمِ تمنا کے ملیں
اک جھلک آج دکھا گنبدِ خضریٰ کے ملیں
کچھ بھی ہیں دور سے دیدار کو آئے ہوئے ہیں

گرچہ پلے میں ذرا سا مرے سامان نہ تھا
ان کے بوتے پہ میں محشر میں ہراسان نہ تھا
ہوشیار اتنا سا میرا تن بے جان نہ تھا
قبر کی نیند سے اٹھنا کوئی آسان نہ تھا
ہم تو محشر میں انہیں دیکھنے آئے ہوئے ہیں

فکر کر اپنے گریباں کی مرے جیب کو چھوڑ
ترک کر عادت شک کیفیت ریب کو چھوڑ
مرے سرکار کی شخصیت بے عیب کو چھوڑ
حاضر و ناظر و نور و بشر و غیب کو چھوڑ
شکر کر وہ ترے عیبوں کو چھپائے ہوئے ہیں

مرحمت ان کی ترے واسطے موج تسنیم
اے سراج ان کو سلامی کہ جو آقا ہیں کریم
اس سے آواز ملا دیکھ یہ کہتا ہے نسیم
کیوں نہ پلا ترے اعمال کا بھاری ہونسیم
آج سرکار بھی میزان پہ آئے ہوئے ہیں

منقبت شریف

مولانا غلام احمد ربانی برکاتی

مارہرہ تری شان وہ کیا شان بریں ہے
خم تجھ پہ سلاطین زمانہ کی جبین ہے
اے ارض مقدس تری عظمت کے میں قرباں
اولاد نبی دیکھ ذرا تجھ پہ مکیں ہے
اے زاروں ملحوظ یہاں رکھنا ادب کو
یہ آل پیہر شہہ برکت کی زمیں ہے
چلتے تھے مجدد بھی یہاں پائے برہنہ
مارہرہ مری جان ہے فردوس بریں ہے
ہوتی ہے صدا بارش انوار عنایت
کیسا شہہ برکت ترا دربار حسین ہے
بے خود کیے دیتی ہے مجھے جن کی محبت
وہ مرشد برحق مرا ملت کا امیں ہے
ہوں اہل بریلی یا کچھوچھ یا بدایوں
جاری ترا فیضان کرم کس پہ نہیں ہے
یہ آل نبی ہیں یہاں خیرات ملے گی
یہ آس لگائے کھڑا ربانی حزیں ہے

منقبت در شان

حضور آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی، بدایونی

جب سے مجھ کو خدا نے عطا کر دیا تیرے در کا پتا میرے اچھے میاں
مجھ کو خوشیاں ملیں نیکیاں بڑھ گئیں میں بھی اچھا ہوا میرے اچھے میاں
غوث اعظم کی ایسی نگاہ کرم شاہ برکت کے لخت جگر پے ہوئی
مرکز قادریت بنا ہند میں در ترا گھر ترا میرے اچھے میاں
نام و کام و تن و جان و حال و مقال ایسے اوصاف کہتے جنہیں بے مثال
پہنچی جی کا یہ برکت نگر کس قدر تم نے چکا دیا میرے اچھے میاں
اس کی ہر ہر اداس شریعت شعار اس کے دم سے طریقت میں آیا نکھار
وہ میرا قبلہ جسم و جاں کون ہے سب نے مل کر کہا میرے اچھے میاں
جس کے نوری سراج العوارف ہوئے جس کے سیدائین معارف ہوئے
مرشد اعظم ہند سا رہنما تم نے ہم کو دیا میرے اچھے میاں
ہے اگرچہ پریشان احمد ابھی فکر دنیا کی لیکن ذرا بھی نہیں
کل بھی تھا آسرا اور ہے آج بھی تیرا دست عطا میرے اچھے میاں

منقبت در شان حضور احسن العلماء قدس سرہ

شرف ملت سید محمد اشرف قادری

یہ گل بد اماں شاداں بہاراں کس کا چمن ہے میرے حسن کا
عرفاں میں ڈوبا نورانی مجمع فخر سُنن ہے میرے حسن کا
دیکھو امین ملت کو دیکھو لعل یمن ہے میرے حسن کا
دیکھو رفیق ملت کو دیکھو درّ عدن ہے میرے حسن کا
عالم کی عزت چھوٹوں پہ شفقت برکاتوں سے بے حد محبت
بیٹے بفضلہ نقش قدم پر جو بھی چلن ہے میرے حسن کا
یہ مسجدیں اور یہ خانقاہیں یہ مدرسے اور مہمان گاہیں
کس کی دعا سے گلزار ہے سب سرو سمن ہے میرے حسن کا
فتنے سے بے حد نفرت تھی ان کو سب کے بھلے میں راحت تھی ان کو
یہ سب طریقہ کس کا کرم ہے، کس کا چلن ہے میرے حسن کا
گر یہ تھا کس کا وہ نیم شب کا فرحان مقدر تھا جس سے سب کا
دل کی خوشی اور کانوں کی راحت کس کا سخن ہے میرے حسن کا
عرس حسن میں دیوانے دیکھو صحرا میں جیسے رم خوردہ آہو
یہ پیر خانہ مارہرہ کیا ہے شہر ختن ہے میرے حسن کا
صدق و صفا کے حلم و حیا کے صبر و رضا کے جود و سخا کے
تاروں سے ایسا اشرف چمکتا کس کا گنگن ہے میرے حسن کا

منقبت در شان حضور احسن العلماء قدس سرہ

مولانا قاری قاسم حبیبی، کانپور

روش روش چمن چمن مرے حسن میاں کے نام
ہر اک متاع انجمن مرے حسن میاں کے نام
مری جبین عشق پر لکھا رہے گا عمر بھر
مرا شعور میرا فن مرے حسن میاں کے نام
علی و فاطمہ حسن حسین کی عطا سے ہے
نوازش شہہ زمن مرے حسن میاں کے نام
مرے حسن میاں کے نام چرخ عظمت و عروج
ہر ایک عادت حسن مرے حسن میاں کے نام
ولایتوں کا تاج ہے مرے حسن کے واسطے
کرامتوں کا پیرہن مرے حسن میاں کے نام
مرے حسن میاں کی ہے فضائے نکبت ختن
جمال گوہر عدن مرے حسن میاں کے نام
پکارو جس طرح انہیں مدد کو قاسم آئیں گے
سخی ولی شہہ من مرے حسن میاں کے نام

منقبت در شان حضور احسن العلماء قدس سرہ

الحاج عنایت برکاتی، کانپور

یہ سب ہیں ترے شہید نظر مرے آقا
کھڑے ہیں جو تری دہلیز پر مرے آقا
غموں کی دھوپ کا احساس تک نہیں ہوتا
گھٹا ہے تیرے کرم کا شجر مرے آقا
ترا مزار مقدس دلوں کا کعبہ ہے
تری گلی ہے بہشت نظر مرے آقا
وہی کمال وہی بندہ پروری کا مزاج
ترا بدل ترے نور نظر مرے آقا
زمانہ جن پہ بڑا اعتبار کرتا ہے
ہے ان میں نام ترا معتبر مرے آقا
طلب کی راہ میں گھر سے نکل پڑا ہوں میں
تمہارا نام ہے زاد سفر مرے آقا
سفر مدینہ کے ہوتے ہیں سال بھر میں کئی
یہ آنا جانا رہے عمر بھر مرے آقا
عنایتوں کی نظر اب تو ہو عنایت پر
ہے کچھ دنوں سے یہ آشفہ سر مرے آقا

کوائف جامعہ البرکات، علی گڑھ

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی
جوائنٹ سکریٹری، البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی، علی گڑھ



گوشہ روداد و کوائف



قارئین کرام!

آپ کی خانقاہ شریف کے زیر سرپرستی چلنے والے ادارے جامعہ البرکات کی کارگزاریوں کی داستان لے کر ایک بار پھر حاضر ہوں۔ البرکات اپنے ۱۰ سال پورے کر چکا اور الحمد للہ ان دس سالوں میں لگتا ہے کہ اس تعلیمی کارواں کو جاری ہوئے ایک عرصہ دراز گزر گیا ہے۔ آج الحمد للہ ہندو بیرون ہند البرکات کو لوگ یہاں کی تعلیم اور نظم و ضبط کے حوالے سے خوب خوب پہچان بھی رہے ہیں اور پذیرائی بھی کر رہے ہیں۔ آپ سب کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ حضرت امین ملت کی سرپرستی میں قوم کے لئے ایک اور مفید ادارہ قیام عمل میں آیا۔

البرکات سید حامد کمیونٹی کالج:

یہ ادارہ بہت ہی اہم اور طلبہ و طالبات کے لئے روزگار کے مواقع جلد فراہم کروانے والا ہے۔ اس میں کم مدت کے ایسے Professional Courses شروع کیے گئے ہیں جن سے روزگار ملنے کے مواقع جلد میسر آتے ہیں اور ساتھ ہنر بھی۔ اس سال اس کا افتتاح حضرت امین ملت اور حضرت شرف ملت مدظلہم کے ہاتھوں ہوا۔ فی الحال اس میں دو کورسز جاری ہیں۔ ایک General Duty Assistant کا، جس کو الحاق Indigram نام کی تنظیم سے ہے۔ اس کورس میں طلبہ کو مریضوں کی دیکھ بھال کرنے کی

البرکات میں نئی تعمیر:

البرکات کے ہاسٹل میں مقیم طلبہ کے لئے ایک اور ہاسٹل تعمیر ہو رہا ہے جس میں M.B.A, B.B.A, B.C.A, B.Ed. کے طلبہ مقیم ہوں گے۔ تقریباً ۱۲۰ طلبہ کے لئے اس ہاسٹل میں قیام کی سہولت ہوگی۔ اس ہاسٹل میں ایک وسیع ڈائننگ ہال، کامن روم اور ریڈنگ روم بھی تیار ہو رہا ہے جس سے تین سو سے زائد طلبہ ان سہولتوں کا فائدہ اٹھا سکیں گے۔ ساتھ ہی ہاسٹل کے وارڈن کے لئے بھی مکان تعمیر ہونے کا کام جاری ہے۔ انشاء اللہ یہ تمام عمارتیں سال کے آخر تک مکمل ہو جائیں گی۔

البرکات پبلک اسکول:

اس بار بارہویں کلاس کے امتحان میں ۱۹ بچوں نے فرسٹ ڈویژن حاصل کی۔ البرکات پبلک اسکول کی طالبہ نوشین خان نے علی گڑھ ضلع میں ۹۵ فیصد نمبرات حاصل کر کے پورے شہر کے اسکولوں میں تیسرا مقام حاصل کیا۔ اس بار ماشاء اللہ ۳۰۷ طلباء نے Distinction مختلف مضامین میں حاصل کیے۔ طالب علموں میں انگریزی لکھنے اور بولنے کا ہنر آئے اس کے لئے اسکول انتظامیہ نے ایک Counselor کا انتظام کیا ہے جو طلبہ کو انگریزی بولنے میں ماہر بنانے کا کام کر رہی ہیں۔ ہمارے طالب علم ماشاء اللہ پڑھائی کے ساتھ کھیل کود اور ادبی و ثقافتی سرگرمیوں میں اپنا ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اس بار ماشاء اللہ البرکات ہاکی ٹیم نے علی گڑھ انٹر اسکول چیمپین شپ جیتی۔ البرکات کی کرکٹ ٹیم نے علی گڑھ ڈسٹرکٹ ٹورنامنٹ میں اول مقام حاصل کیا۔ البرکات کی Volleyball ٹیم نے انٹر اسکول چیمپین شپ حاصل کی۔ البرکات کے پانچ طالب علم کرکٹ ایسوسی ایشن اور چار طالب علم ہاکی میں منتخب کئے گئے۔

البرکات کی طالبہ سمیہ فرید نے انٹر اسکول ٹیبل ٹینس میں اول مقام حاصل کیا۔ البرکات کے دو طالب علم National Athletic Meet کے لیے منتخب کیے گئے۔ البرکات کی لڑکیوں کی Volleyball ٹیم نے Girls tournament میں Running

تربیت دی جاتی ہے۔ ایک طریقے سے نرسنگ جیسا کورس ہے۔ Indigram کی جانب ہی سے اساتذہ پڑھانے آتے ہیں، ساتھ ہی علی گڑھ کے مقامی ڈاکٹر بھی ان کو تربیت کے لئے توسیعی خطبے دینے کے لئے مدعو کیے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی ان طلبہ کو انگریزی اور Moral Education بھی فراہم کر دیا ہے ہیں طلبہ ہنرمندی کے ساتھ ساتھ قابلیت اور انسانیت کا حسین سنگم شخصیت میں باقی رہے۔ ۱۰ ویں پاس طالب علموں کو جو عموماً درمیانی درجہ سے بھی کم گھروں سے تعلق رکھتے ہیں ان کی فیس کا ایک بڑا حصہ البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ آج کل ہمارے طلبہ علی گڑھ کے مختلف ہسپتالوں میں ٹریننگ پر مامور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب و کامران فرمائے اور ہمیں کار خیر کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

Certification in Repairing of Electronics Home Appliances & Maintenance

یہ کورس طلبہ کو Electronics کے سامان کی مرمت اور چھوٹے چھوٹے بجلی کے روزمرہ کے کام آنے والے سامان کو تیار کرنے پر مبنی ہے۔ جیسے ٹیلی ویژن، انورٹر، واشنگ مشین، اسٹیل نر وغیرہ کی مرمت کرنا اس میں سکھایا جاتا ہے۔ اس کورس کو کرنے کے بعد طلبہ کو دہلی اور نوئیڈا میں اچھی نوکریاں بھی فراہم ہوں گی اور مزید امکانات بھی قومی ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ سے کہ ایسے بہت سے کورس البرکات میں جاری ہوں جن سے ان طلبہ کو راحت ہو جو کسی مالی وجوہات کے تحت اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہے۔

آنے والے سالوں میں کچھ اور سرٹیفکٹ کورسز شروع ہونے پر کام ہونا ہے۔ البرکات میں قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے فاصلاتی کورسز بھی کامیابی کے ساتھ جاری ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہاں ان تمام کورسز میں بھی داخلے کے حوالے سے کمی نہیں ہوتی۔ عربی ڈپلوما، اردو ڈپلوما، خطاطی کا ڈپلوما، کمپیوٹر کورس اور الیکٹرانک مشین کی مرکٹ کا ڈپلوما جیسے کورسز میں طلبہ بہت ہی امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کر رہے ہیں اور اچھی نوکریاں بھی حاصل کر رہے ہیں۔

Trophy حاصل کی۔

البرکات پبلک اسکول کے ہاسٹل میں مقیم طلبہ اسکول کی تعلیمی اور تربیتی معیار میں امتیاز پیدا کرنے میں اپنا اہم مقام رکھتے ہیں۔ نمازوں کی پابندی، تربیت کلاسوں میں حاضری، ہاسٹل میں ڈسپلن یہ سب بدستور جاری ہیں۔ الحمد للہ۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ ہمارے ہاسٹل میں ہر سال سیٹس پوری رہتی ہیں اور پھر بھی داخلوں کے لئے طلبہ رہ جاتے ہیں۔

CBSE کے ذریعے CCE شروع ہو جانے کے بعد ادبی ثقافتی سرگرمیوں میں ایک انقلاب سا البرکات پبلک اسکول میں برپا ہے۔

بچوں نے اس سال بہت سے ادبی اور ثقافتی پروگراموں میں شرکت کر کے خطاب حاصل کیا۔ جنرل نالچ، اولمپیاڈ میں محمد فہد نے دوسرا مقام اور اسعد حسین فریدی نے تیسرا مقام حاصل کیا۔

ایم. یو کالج میں منعقد پوسٹر میکنگ مقابلے میں عامر انصاری، محسن جمال صدیقی اور سعد بن نظام نے گولڈ میڈل حاصل کئے۔

سر سید تقریبات کے سلسلے میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں منعقد مقابلے میں محمد فیض کو مجموعی انعام حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ بیت بازی، مقالہ نگاری، کونز مقابلہ، حمد و قرأت، نعت خوانی مقابلے، کارڈ بنانے کا مقابلہ، خطاطی مقابلہ، غزل خوانی مقابلوں میں ہمارے طلبہ نے اول دوئم سوئم مقام حاصل کئے۔

البرکات پبلک اسکول میں Annual Sports Day بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوا۔ جس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے انڈین ہاکی ٹیم کے سابق کپتان ظفر اقبال صاحب مہمان خصوصی تھے۔ ظفر صاحب نے طلبہ کی صلاحیتوں کو بہت سراہا اور کہا کہ البرکات کھیل کود کے میدان میں علی گڑھ شہر میں اپنا الگ مقام رکھتا ہے۔

اس موقع پر طلبائے البرکات نے تقریباً سبھی کھیلوں کے مقابلوں میں حصہ لیا اور اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔

البرکات انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ اسٹڈیز:

اس سال ایم. بی. اے انسٹی ٹیوٹ میں چھٹی نیشنل کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ ہندوستان کی بڑی کمپنیوں کے سربراہوں نے شرکت کی اور موجودہ صورت حال پر تبادلہ خیال ہوا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، اکیڈمک اسٹاف کالج کے اشتراک سے ”نائنڈہ پروجیکٹ“ کے تحت البرکات میں اقلیتی اسکولوں کے پرنسپل اور اساتذہ کی ایک ورکشاپ منعقد ہوئی جس میں ہندوستان کے اہم کالجوں کے پرنسپل حضرات نے البرکات میں تربیتی کیمپ میں شرکت کر کے بہت سے علمی اور انتظامی موضوعات پر توسیعی خطابات سے استفادہ کیا اور مذاکرات ہوئے۔

ایم. بی. اے کے طلبہ کو ہندوستان کی بہت سی کمپنیوں میں Industrial Visit کرائی گئی۔ طلبہ نے ان کمپنیوں میں جا کر Business کی باریکیوں کو سمجھا اور آگے آنے والے وقت میں ان کو اس حوالے سے کیا لائحہ عمل کرنا ہے اس پر غور و فکر کی۔ اس سال ایم. بی. اے کے طلبہ میں سے سالانہ امتحانات میں حصہ لیا اور ۷۰ فیصد بچوں کو First Division حاصل ہوئی۔

حقوق انسانی، جنگلات کی حفاظت، یوم اقلیت کے موضوعات پر یک روزہ سیمینار منعقد کیے گئے جس میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اساتذہ کے مذکورہ موضوعات پر موثر خطابات ہوئے۔ علاوہ ازیں Dental Hygiene Camp, Blood Donation Camp بھی ایم. بی. اے میں منعقد کئے گئے۔ جس میں کثیر تعداد میں لوگوں کو صحت اور تندرستی کے سلسلے میں علی گڑھ میڈیکل کالج کے ڈاکٹرس نے روشناس کرایا۔

البرکات انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن (بی. ایڈ):

البرکات میں بی. ایڈ کی تعلیم دیگر علی گڑھ کے اداروں کے مقابلے کا کافی بہتر طریقے سے جاری ہے۔ ہمارے یہاں سے پاس شدہ طلبہ و طالبات کو نوکری کے لئے زیادہ جدو جہد نہیں کرنا پڑتی ہے۔

یہاں ایسی تعلیم و تربیت کا انتظام ہے کہ طلبہ اپنے آپ کو بہت پر عزم اور پراعتماد محسوس کر رہے ہیں۔ اسی لئے ان کا انتخاب علی گڑھ کے اچھے اسکولوں اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ہو رہا ہے۔

اس سال ایک خوشی کی بات یہ بھی ہوئی کہ UGC کی جانب سے NAAC کے معائنے میں ہمارے ادارے کو B+ گریڈ ملا جس کا مطلب Good ہوتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے اداروں کو معائنہ میں تعلیم و سہولتوں کے اعتبار سے معیاری پایا گیا۔ اور اس کو امتیازی درجے میں رکھا گیا۔

البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ:

اسلامیات کا یہ شعبہ الحمد للہ برادر عزیز سید محمد امان قادری کی زیر نگرانی اعلیٰ معیاری تعلیم اور تربیت کے تمام تابناک پہلوؤں کے ساتھ بڑی خوش اسلوبی اور مستحکم طریقے سے تعلیم کے کام کو انجام دے رہا ہے۔ پچھلے سال سترہ علمائے کرام مختلف دینی مدارس سے دو سالہ تربیتی کورس کے لئے تشریف لائے تھے جو اب سال دوم میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس سال سولہ علمائے کرام اس ادارے میں داخل ہوئے۔ ہمارے یہاں علمائے کرام کا داخلہ تحریری و مکالماتی امتحانات کے بعد لیا جاتا ہے۔

علمائے کرام کو رہائش اور طعام کی سہولتوں کے علاوہ ذاتی جیب خرچ کے لئے ماہانہ وظیفہ بھی ادارہ کی جانب سے پیش کیا جاتا ہے۔ بڑی خوشی اور تسلی کی بات ہے کہ بہت کم دنوں میں علمائے کرام انگریزی زبان، جدید عربی، کمپیوٹر، تحریر و تقریر کی مشق، سماجی علوم، ورزش اور ادبی و ثقافتی سرگرمیوں سے خوب خوب استفادہ کر رہے ہیں۔ ان کی شخصیت سازی اور ان کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے ہندوستان کے طول و عرض سے مختلف علوم و فنون کے ماہرین توسیعی خطبات کے لئے تشریف لارہے ہیں۔

متعدد توسیعی خطبات مثلاً تصوف کی تعلیمات، تحقیق و تصنیف کے طریقہ کار، صحافت و قیادت کے حوالے سے ادارے میں منعقد کیے گئے۔ ہمارے علمائے کرام اپنی تعلیم

و تربیت کے ساتھ تبلیغ دین کا کام بھی شہری گڑھ اور اس کے جوانب و اطراف میں مختلف قسم کے پروگراموں کے ذریعہ انجام دیتے ہیں۔ مزید اس بات کی خوشی ہے کہ علمائے کرام خطابت اور تحریرات کے حوالے سے خود کو ممتاز اور منفرد کرنے میں کوشاں ہیں۔ انشاء اللہ سال آخر کے طلبہ کے لئے ادارہ عمدہ اور جائز روزگار فراہم کرانے کے لئے سعی کرے گا۔ امید ہے کہ حوصلہ مند نتائج برآمد ہوں گے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ بہ طفیل سید عالم ﷺ اس ادارے کے فارغ التحصیل علماء کو میدان علم و عمل کا شہسوار بنائے اور ان سے دین متین، مذہب اہل سنت کی مخلص خدمات لے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

کوائف کو پیش کرنے کا واحد مقصد یہی ہے کہ آپ حضرات سے دعائیں اور مفید مشورے مل جائیں۔ تاکہ یہ کاروان علم بحسن و خوبی اپنی منزل مقصود کو حاصل کرے۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بطفیل سید عالم ﷺ ہمارے سرپرستوں کی عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

آپ کا
احمد مجتبیٰ صدیقی

ترسیل کا پتہ

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی

جوائنٹ سکریٹری

البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی

انوپ شہر روڈ، جمال پور، علی گڑھ-۲۲۲۱۲۰

ahmad.mujtaba73@gmail.com

09359146873

کوائف جامعہ احسن البرکات

مولانا اقبال احمد نوری
پرنسپل جامعہ احسن البرکات، مارہرہ

عالمی شہرت یافتہ خانقاہ، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے تعلیمی مشن کا یہ مشہور پیغام ”آدھی روٹی کھائیے بچوں کو پڑھائیے“ اس خانوادے کے علمی و دینی سرگرمیوں اور دلچسپیوں کا صحیح ترجمان ہے H اس مبارک و مسعود خانوادے کے شہزادگان ارشاد و تبلیغ و رشد و ہدایت کی بے بہا خدمات کے لئے محتاج تعارف نہیں ہیں۔ ہندو بیرون ہند ہزاروں دینی و عصری اداروں کی صدارت و سرپرستی اس خاندان کے شہزادگان کو حاصل ہے۔ ان کی علم دوستی اور فکری و تدبیری صلاحیتوں سے ایک عالم عرصے سے سیراب ہو رہا ہے۔

اسی تعلیمی مشن کی ایک کڑی مارہرہ شریف میں ایک عظیم دینی و ملی دانش گاہ جامعہ احسن البرکات کا قیام ہے، یوں تو اس خانقاہ کے تحت ایک قدیم ادارہ مجدد برکاتیت شاہ ابو القاسم شاہ جی میاں علیہ الرحمہ کے نام سے موسوم ”جامعہ قاسم البرکات“ تشنگان علوم کو سیراب کرتا رہا ہے، لیکن اس کی تعلیمی سرگرمی بہت محدود تھی اس لئے شہزادگان خانوادہ برکات نے اس روحانی و نورانی خانقاہ میں ایک عظیم دینی و ملی ادارہ قائم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ بالآخر اس عظیم دینی ذمہ داری کی تکمیل کا وقت آ گیا، یعنی ۱۱ ستمبر ۲۰۱۲ء کو حضور

امین ملت دامت برکاتہ القدسیہ کی سرپرستی، سرکار رفیق ملت کی نیابت اور حضرت امان ملت کی نگرانی میں ہندوستان کی عظیم دینی دانش گاہ از ہر ہند جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سابق شیخ الجامعہ حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب اور محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی محمد نظام الدین

رضوی شیخ الجامعہ و صدر دارالافتاء کے زبان فیض ترجمان سے تعلیمی سفر کا آغاز ہو گیا۔ برکاتی شہزادگان کا مقصد عام اور رسمی ادارہ چلانا نہیں تھا جو عام طور پر تعلیم برائے تجارت کے اصول پر کام کرتے ہیں، بلکہ ان کا مقصد اس ادارے سے ایسے افراد کی ٹیم پیدا کرنا تھا جو دور حاضر میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے کا منہ توڑ جواب دے سکے اور قوم مسلم کی تعلیمی پسماندگی دور کرنے میں اہم کردار ادا کرے، اس کے لئے باصلاحیت اور تربیت یافتہ اساتذہ کی تلاش بہت اہم مرحلہ تھا لیکن خانوادہ برکاتیہ کے نبض شناس شہزادوں نے بآسانی اس مسئلہ کو حل کر لیا اور مختلف علوم و فنون کے ماہر اساتذہ کا انتخاب بذریعہ انٹرویو ہوا جو آج تک اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔

جامعہ احسن البرکات کے تحت مختلف شعبہ جات قائم ہیں

درجات پرائمری:

جن میں مقامی طلبہ کو اردو، ہندی اور انگریزی زبان سے روشناس کرایا جاتا ہے ناظرہ قرآن اور ابتدائی اسلامی تعلیمات، روزہ، نماز وغیرہ کی عملی مشق کرائی جاتی ہے۔

حفظ قرآن:

اس شعبہ میں تقریباً ۵۰ طلبہ ۴ اساتذہ کی نگرانی میں مصروف عمل ہیں جنہیں ایک منظم تعلیمی نصاب کے ساتھ ۳ سالوں میں خوبصورت لب و لہجہ میں حفظ بالحرر کرایا جاتا ہے جو اس درجہ کا خاص وصف ہے۔ الحمد للہ ہر سال اس درجہ سے مناسب تعداد میں حفاظ فارغ ہو رہے ہیں۔

درجہ قرأت:

اس ادارہ کا ایک اہم شعبہ درجہ قرأت ہے جس میں دو سالہ قراءت کورس بروایت

حفظ کا اہتمام ہے، اس میں ماہرین، تجربہ کار، محنتی اساتذہ کی خدمات لی جا رہی ہیں۔ اس شعبہ سے بھی ہر سال طلبہ فارغ ہو رہے ہیں جو دیگر مدرسوں اور مسجدوں میں گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

درجہ عالمیت:

اس ادارہ کا سب سے اہم اور فعال شعبہ درجہ عالمیت ہے جس میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کے جدید نصاب کے مطابق اعدادیہ تاربعہ درس و تدریس کا نظم و نسق ہے۔ اگر ہم اس شعبہ کے تعلیمی معیار کی بات کریں تو کسی ادارہ کے تعلیمی معیار کا اندازہ اس کے نتائج اور فارغین کی کارکردگی سے لگایا جاسکتا ہے۔ اگرچہ ابھی تک اس شعبہ سے کوئی جماعت فارغ نہیں ہوئی ہے، پھر بھی اس کی کامیابی کا اندازہ تعلیمی سال میں منعقد ہونے والے متعدد تحریری اور تقریری امتحانات کے نتائج سے لگایا جاسکتا ہے۔ ممتحنین کا انتخاب حضور سرپرست اعلیٰ فرماتے ہیں، عام طور سے ملک کی مشہور معروف شخصیات سے اس بات کا یقین کیا جاسکتا ہے کہ ادارہ مکمل کامیابی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

اس ادارہ کے تمام شعبوں میں داخلہ ۱۳ شوال المکرم کو مقابلہ جاتی امتحان اور ذاتی انٹرویو کے ذریعہ ہوتا ہے، جس میں ملک کے اکثر صوبوں سے طالبان علوم نبویہ سیکڑوں کی تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔ ان میں سے چند باذوق اور محنتی طلبہ کا انتخاب ہوتا ہے۔

بلاشبہ جامعہ احسن البرکات مختصر سی مدت میں گونا گوں خوبیوں کی وجہ سے مدارس کی دنیا میں امتیازی حیثیت حاصل کئے ہوئے ہے، ادارہ میں طلبہ کے قیام و طعام کے تعلق سے اگر گفتگو کی جائے تو یہ سو فیصد سچائی ہے کہ خورد و نوش کا جو اعلیٰ معیاری انتظام جامعہ میں ہے عام مدارس عربیہ بلکہ عصری علوم کے ادارہ میں متصور نہیں ہے۔ طلبہ کے قیام کے لئے ہوا دار وسیع اور خوب صورت کمرے ہیں اور ۲۴ گھنٹے بجلی اور پانی کا مفت انتظام ہے۔ طلبہ کی جسمانی دیکھ ریکھ ہر مہینے روٹین چک اپ ماہر ڈاکٹروں کے ذریعہ ہوتی ہے معمولی اور غیر معمولی بیماریوں کے اخراجات کا ادارہ کفیل ہے۔

طلبہ کو ہر روز Menu کے مطابق حیات بخش اور مقوی ناشتہ دیا جاتا ہے۔ دوپہر اور شام کے کھانے کے علاوہ بعد نماز عصر موسمی پھلوں کا عصرانہ روزانہ کا معمول ہے، جس سے طلبہ کے اندر حیاتین کی کمی محسوس نہیں ہوتی اور پوری توانائی اور بے فکری کے ساتھ تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ ان ساری سہولیات کے عوض ادارہ ان سے کوئی معاوضہ یا فیس طلب نہیں کرتا۔

طلبہ کی شخصیت سازی اور ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور انہیں ہمت و حوصلہ دینے کے لئے ملک و ملت کے مشاہیر علماء و مشائخ اور ماہرین علم و فن کے خطبات اور نصیحتیں کرائی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں خاص طور سے ملک کی انتہائی معتبر و مستند علمی شخصیت خیرالاذکیاء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی خدمات قابل قدر ہیں۔ آپ کی ذات ایک شخصیت ساز ماہر تعلیم کے طور پر اہل علم کے درمیان مسلم ہے۔ آپ ہر ماہ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود جامعہ میں تشریف لاتے ہیں اور ادارہ کی تعلیمی اور تربیتی معیار کا گہرائی سے جائزہ لینے کے ساتھ مفید مشوروں سے نوازتے ہیں۔ اساتذہ کی تدریسی صلاحیتوں کو فروغ دینے کے لئے جدید طریقے کی تدریس کی عملی مشق آپ کی نگرانی میں کی جاتی ہے، جس سے طلبہ و اساتذہ خوب خوب مستفید ہو رہے ہیں اس لئے ہم مصباحی صاحب کے شکر گزار ہیں۔

جدید تعمیر:

اگر ہم تعمیری ترقی کا ذکر کریں تو مختصر سی مدت میں جامعہ کے ذمہ داران نے خانقاہ سے متصل گلشن برکات کے مشرقی جانب وسیع و عریض زمین غیر معمولی قیمت سے حاصل کی اور اس پر چار منزلہ درسگاہی بلڈنگ کی تعمیر آخری مرحلہ میں ہے، شاندار محل وقوع خوبصورت ڈیزائن تمام تر جدید سہولیات سے آراستہ ہے۔ عنقریب ادارہ کی تعلیمی سرگرمیاں اس جدید بلڈنگ میں منتقل ہوں گی۔ انشاء اللہ عزوجل۔

کوائف خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف

محمد اکبر قادری برکاتی
اکاؤنٹ آفیسر، البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی، علی گڑھ

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

”خانقاہ شریف میں روداد لکھنے کی روایت بہت قدیم ہے حضور تاج العلماء، حضور سید العلماء اور حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم خانقاہ برکاتیہ میں منعقد ہونے والے تمام اعراس اور خانقاہی رسومات کی روداد اہل سنت کی آواز میں رقم فرماتے تھے تاکہ متوسلین اور معتقدین تک ان کی خانقاہ میں ہونے والے تمام کاموں سے آگاہ ہو جائیں۔ میری یہ سعادت ہے کہ یہ ذمہ داری خانوادے کے ذمہ داران نے اب مجھے عنایت فرمائی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں خانوادہ برکاتیہ کی سچی خدمتیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔“



عرس قاسمی برکاتی ۲۰۱۳ء

الحمد للہ دیرینہ روایت کے مطابق اس سال درگاہ بھی برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ میں ۱۴، ۱۵، ۱۶ نومبر ۲۰۱۳ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار عرس قاسمی برکاتی اپنی دینی شان و شوکت کے ساتھ انعقاد پذیر ہوا۔ جس کی روداد حسب ذیل ہے۔

۱۳ نومبر بروز جمعرات بعد نماز عشاء درگاہ برکاتیہ میں محفل منعقد ہوئی۔ قاری محمد جاوید برکاتی متعلم جامعہ احسن البرکات نے تلاوت کلام ربانی سے آغاز کیا۔ مولوی احمد رضا درجہ اولیٰ جامعہ احسن البرکات مارہرہ نے حمد باری تعالیٰ پڑھی۔ جامعہ ہذا کے متعلمین نے مل کر قصیدہ بردہ شریف پڑھا۔ جامعہ احسن البرکات مارہرہ سے محمد اویس علی، نصر اللہ، محمد ریحان کلاں، محمد علی، محمد کاظم، مولوی حافظ محمد منوس رضا، محمد فرید برکاتی، البرکات، علی گڑھ اور باہر سے آئے ہوئے علماء اور شعراء حضرات مولانا فیضان سرور مصباحی، مولانا محمد محسن مصباحی، محمد فاروق رضوی مدناپوری، محمد عمران، محمد توفیق گوئڈل، محمد موسیٰ پور بندر وغیرہ نے نعت ومنقبت اور تقریریں کیں۔ محمد قاسم برکاتی جامعہ احسن البرکات مارہرہ نے انگریزی زبان میں تقریر کی۔ زائرین نے جامعہ کی ستاکش کی اور اساتذہ کی تعریف کی۔ اس کے بعد رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں صاحب مدظلہ نے اپنے پیارے انداز بیان سے سامعین کے قلوب کو منور کیا۔ شرف ملت حضرت سید شاہ محمد اشرف میاں صاحب مدظلہ نے اپنے بیٹھے بیٹھے کلمات طیبات سے مستفیض کیا۔ آخر میں صاحب سجادہ امین ملت حضرت سید شاہ محمد امین میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے دعائیہ کلمات فرمائے۔ زائرین کو عرس شریف میں شریک ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے مسرت کا اظہار فرمایا۔ صلوٰۃ کے سلام کے بعد دعا ہوئی اور یہ محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔ مہمانان عرس نے کھانا تناول کیا اور اپنی قیام گاہ پر آرام کیا۔

۱۴ نومبر بروز جمعہ مبارکہ بعد نماز فجر درگاہ برکاتیہ میں باقاعدہ حلقہ ذکر قادریہ سے عرس قاسمی برکاتی کا آغاز ہو گیا۔ بعدہ قرآن خوانی اور فاتحہ کے بعد شیرینی تقسیم ہوئی۔ زائرین نے ناشتہ اور ضروریات وغیرہ سے فراغت حاصل کی۔ قریب نو بجے پہلی محفل کا درگاہ برکاتیہ میں مولوی محمد خالد متعلم جامعہ احسن البرکات، مارہرہ نے تلاوت کلام ربانی سے آغاز کیا۔ تلاوت کے بعد محمد کاظم رضا نے حمد باری تعالیٰ پڑھی اور جامعہ احسن البرکات کے بچوں نے مل کر قصیدہ بردہ شریف پڑھا۔ مولوی محمد جاوید، محمد حسین خان برکاتی، مولوی ضیاء المصطفیٰ، محمد اویس، حافظ نصر اللہ، نواز علی وغیرہم۔ طلبہ جامعہ احسن البرکات مارہرہ نے نعت ومناقب پڑھی۔ مولوی محمد رہبر عالم متعلم جامعہ ہذا نے سرکار دو عالم ﷺ کے خلق عظیم پر تقریر کی۔ حافظ محمد کمال الدین، مدرسہ قاسم

البرکات نے نعت پڑھی۔ آخر میں صاحب سجادہ حضرت امین ملت نے خطاب فرمایا۔ تمام زائرین عرس قاسمی کا استقبال کیا اور جوق در جوق عرس شریف کی تمام تقاریب میں حصہ لینے اور شریک ہونے کی تلقین فرمائی اور عرس میں ہونے والی تمام تقاریب کا اعلان کیا۔ جمعہ کے پیش نظر مختصر خطاب کے بعد صلوٰۃ سلام ہوا اور دعا پر یہ پہلی مبارک محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔

جامعہ مسجد برکاتی بڑی سرکار، مسجد چھوٹی سرکار، اور گلشن برکات میں اپنے اپنے مقررہ وقت پر نماز جمعہ ادا کی گئی۔ جمعہ کے بعد درگاہ برکاتیہ میں فاتحہ اور سلام پیش کیا گیا، اس کے بعد تمام زائرین کھانے سے فارغ ہوئے۔

مہمانان عرس کا سلسلہ جاری ہے۔ دینی کتب کے مکاتب آچکے ہیں اور اپنی اپنی دوکانیں گلشن برکات کے باہر چبوترے پر خوبصورت پنڈال کے اندر لگانے میں مصروف ہیں۔ درگاہ برکاتیہ کے باہر عام شاہراہ پر طرح طرح کے دوکاندار طرح طرح کے سامان بیچنے کی غرض سے دوکانیں لگا چکے ہیں اس میں کھانے کے ہوٹل بھی شامل ہیں

بعد نماز عصر گلشن برکات میں منبر نور سے تربیتی بیانات جاری ہو چکے ہیں۔ جس میں غسل، وضو، نماز اور دیگر ضروری مسائل شامل ہیں زائرین جمع ہو کر استفادہ کر رہے ہیں۔

مساجد کے علاوہ گلشن برکات میں پنج وقتہ نمازوں کا اہتمام ہے۔ نماز مغرب اپنے وقت میں ادا کی گئی۔ بعد نماز عشاء گلشن برکات میں آج رات کی دوسری محفل کا آغاز قاری محمد زبیر متعلم دارالعلوم نور محمدی بھروچ (گجرات) نے اللہ کے مقدس کلام سے کیا۔

مولانا فیضان سرور البرکات علی گڑھ جابر علی نصیر پور غوثو، محمد حسان رضا ابن قاری محمد عرفان برکاتی، مارہرہ مطہرہ، محمد توفیق سورتی برکاتی نے نعت و مناقب پیش کیں۔ اس کے بعد باہر سے تشریف لائے شعراء مولانا قاری محمد قاسم حبیبی برکاتی، کانپور، جناب محمد خالد ندیم صاحب، بدایوں، جناب کلیم دانش، کانپور نے کلام پیش کیا۔ محمد سلیمان متعلم جامعہ احسن البرکات نے ”عظمت والدین“ پر تقریر کی۔ مفتی محمد رفیق صاحب کھنپوری نے نہایت جامع اور مدلل بیان فرمایا۔ اس کے بعد مقالہ قرأت شروع ہوا۔ مندرجہ ذیل قرأت نے شرکت فرمائی۔

۱- قاری محمد صداقت - جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

- ۲- شمس الدین - دارالعلوم مینائیہ، گونڈا
- ۳- عبدالواحد برکاتی - مدرسہ قاسم البرکات، مارہرہ
- ۴- محمد خالد - جامعہ احسن البرکات، مارہرہ
- ۵- سحر الاسلام - دارالعلوم مہد شاہی
- ۶- محمد کامران - جامعہ امجدیہ گھوسی
- ۷- محمد رضا نوری - مرکزی دارالقرآن، جمشید پور
- ۸- تہذیب رضا - دارالعلوم حنفیہ لکھنؤ
- ۹- محمود التمش - جامعۃ القرآن لکھنؤ
- ۱۰- سید عنایت رسول - الجامعۃ العربیہ روناہی
- ۱۱- سید محمد ملک - جامعہ برکاتیہ سیدالعلوم، کانگ
- ۱۲- محمد نعیم - دارالعلوم شاہ ولایت، بدایوں

مندرجہ بالا حضرات نے مقابلہ میں حصہ لیا اور قاری محمد صداقت، جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے اول مقام، سید عنایت رسول، الجامعۃ العربیہ، روناہی فیض آباد نے دوم مقام اور تہذیب رضا، دارالعلوم حنفیہ لکھنؤ نے سوم مقام حاصل کیا اور انھیں انعامات سے نوازا گیا۔ اسی رات اہل سنت کی آواز جلد نمبر ۲۱، خصوصی شمارہ خلفائے خاندان برکات کا اجرا حضرت امین ملت دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا۔ دفتر نازدگی اور استقبالیہ سے یہ کتاب دستیاب ہونے لگی۔ جہاں پر راقم الحروف اور ان کے برادر عزیز محمد ظہیر قادری اور چند مددگار ہمہ وقت موجود رہتے ہیں۔

مقابلہ قرأت کے بعد محفل کا اختتام صلوٰۃ و سلام اور دعاء پر ہوا۔ آج عرس کا پہلا دن ہے زائرین دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں اور تھکے ہوئے ہیں۔ سب نے کھانا کھانے کے بعد آرام کیا۔

۱۵ نومبر ۲۰۱۴ء بروز ہفتہ بعد نماز فجر درگاہ برکاتیہ میں حلقہ ذکر قادریہ اور قرآن خوانی ہوئی اور اس کے بعد ۹ بجے تیسری محفل گلشن برکات میں منعقد ہوئی۔ قاری محمد جاوید متعلم جامعہ

احسن البرکات، مارہرہ نے تلاوت فرمائی۔ حافظ محمد مونس برکاتی نے حمد باری تعالیٰ پڑھی۔ محمد جابر برکاتی، نصیر پور غوثو، حاجی بقاء اللہ خاں، بھرگین، محمد عثمان راٹھ، محمد فیضان بدایوں، محمد برکت علی، مدرسہ قاسم البرکات، مارہرہ، محمد عمران مدرسہ قاسم البرکات مارہرہ، محمد عامر درجہ قرأت جامعہ احسن البرکات، مارہرہ، حافظ محمد جاوید قرأت جامعہ احسن البرکات، مارہرہ، محمد عالم برکاتی، کانپور، مولانا محمد عامر برکاتی، جامعہ اشرفیہ نے نعت و مناقب پیش کیں۔

حافظ محمد بلال برکاتی، مارہروی، جناب خالد ندیم، بدایوں جناب کلیم دانش برکاتی، کانپور نے کلام پیش کیا۔ البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ نے مولانا محمد حسن صاحب نے انگلش اور مولانا محمد ساجد عالم امجدی صاحب نے عربی زبان میں تقاریریں کیں۔ مفتی محمد رفیق نوری، بہرائچ نے نہایت جامع تقریر فرمائی۔ کئی برسوں سے ”سوالات عوام کے اور جوابات علمائے کرام کے“ یہ سلسلہ جاری ہے اسی محفل میں ہوتا ہے اس بار بہت سارے سوالات جمع ہو گئے تھے جن کے مدلل جوابات علامہ مفتی نظام الدین صاحب نے دیے۔ اس کے بعد حضرت امین ملت نے خطاب فرمایا اور صلوٰۃ و سلام پر محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔

زائرین نے نماز ظہر باجماعت ادا کی اور اس کے بعد کھانا تناول کیا۔ بعد نماز عصر گلشن برکات میں منبر نور سے آج بھی تربیتی بیانات شروع ہوئے اور جس کے ذریعہ حاضرین اور ناظرین نے اپنی معلومات میں اضافہ کیا اور دینی اور ضروری مسائل سے آگاہ ہوئے۔ یہ سلسلہ نماز مغرب تک چلتا رہا۔ اذان مغرب کے بعد نماز مغرب ادا کی گئی اور اس کے بعد اعلان کے مطابق درگاہ برکاتیہ سے گاگرو چادر کے جلوس کے لئے زائرین بڑی درگاہ یعنی سیدنا میر عبدالجلیل قدس سرہ کے آستانہ عالیہ کے لئے روانہ ہونا شروع ہوئے۔ شہزادگان برکات نے جلوس کی قیادت کی اور باقاعدہ بڑی سرکار سے جلوس شہر میں گشت کے لئے روانہ ہو گیا۔ اپنے مقامات مخصوصہ پر رکتا ہوا اور سلام نعت و مناقب پڑھتے ہوئے برکاتی زائرین کا ٹھانٹھیں مارتا ہوا مجمع قریب ۹ بجے حویلی سجادگی پر اس طرح کہ آگے بڑھنے والے ان کے ساتھ سروں پہ پھولوں کی چادریں لئے ہوئے مریدین و متوسلین حاضر ہوئے۔ صاحب سجادہ کو سلامی پیش کرنے اور دعائیں لینے کے بعد درگاہ برکاتیہ حاضر

ہوئے اور چادریں مزارات مقدسہ پر پیش کر دی گئیں۔ نعت خواں حضرات کو شہزادگان برکات اور خود صاحب سجادہ کے مبارک ہاتھوں سے نذرانے حاصل ہوئے۔ جن حضرات نے نماز عشاء نہیں پڑھی تھی نماز عشاء پڑھی۔ ادھر حویلی سجادگان میں نعت و مناقب شروع ہوئیں۔ نعت خوانوں نے کلام الامام کے کلام سے سماں باندھا۔ صاحب سجادہ پر رقت طاری تھی صاحب سجادہ حضرت امین ملت مدظلہ کے پاس ان کے برادر عزیز شرف ملت مدظلہ، ولی عہد و جانشین امان ملت، اجمیر شریف سے حضرت سید مغیث میاں صاحب اور حضور سید العماء کے نواسے ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی برکاتی صاحب تشریف فرما تھے خادم بھی حاضر خدمت تھا چند منٹوں کے بعد صاحب سجادہ سہ دری چلمن کے پیچھے تشریف لے گئے، ساتھ میں برادران و شہزادگان اور صاحب سجادہ کے عم محترم حضرت سید حسین میاں زیدی مدظلہ العالی اپنے خادم کی مدد سے تشریف لائے۔ حضرت رفیق ملت مدظلہ ملبوسات بزرگان کی گٹھری اور چھڑی لے کے سہ دری کے اندر داخل ہوئے۔ اور سب نے مل کے ملبوسات بزرگان صاحب سجادہ کو زیب تن کرائے۔ حویلی سجادگی کے باہر زائرین کی بھاری تعداد کو آگے والے حضرات دور و یا صفوں میں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر زنجیر بنائے ہوئے مجمع کو کنٹرول کئے ہوئے تھے کہ صاحب سجادہ حضرت امین ملت لباس بزرگان زیب تن کئے ہوئے اور عمامہ شریف باندھے ہوئے ہاتھ میں چھڑی لئے ہوئے نہایت نورانی پیکر جیسے ہی دروازے میں نظر آئے بیساختہ زبانوں سے اسم جلال اللہ، اللہ کی صدائیں فضاء میں گونجنے لگیں۔ اس طرح صاحب سجادہ حضرت امین ملت قبلہ مضبوط حصار میں درگاہ برکاتیہ تشریف لائے اور صاحب عرس کے روضے میں داخل ہو کر مراقب ہوئے۔ مریدین و متوسلین اور تمام زائرین کے لئے دعائیں کرنے کے بعد باہر تشریف لائے اور اپنے پیرومرشد حضور تاج العماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کے روضہ مبارک میں داخل ہوئے اور وہاں بھی مراقبہ اور دعاء کے بعد باہر آئے اور اپنے والد گرامی حضور احسن العماء حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پر فاتحہ و سلام کے بعد اپنی والدہ ماجدہ سیدہ محبوبہ فاطمہ کے مزار شریف پر حاضر

ہوئے اور وہاں بھی فاتحہ سلام کے بعد درگاہ برکاتیہ کے باہر تشریف لائے اور اسی طرح مضبوط حصار میں گلشن برکات میں منبر و نور پر تشریف لے گئے اور اپنی مخصوص نشست پر جلوہ افروز ہو گئے۔ یہ راقم الحروف حسب معمول خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ مریدین قطار در قطار دست بوسی کو حاضر تھے۔ ایک نورانی سماں تھا۔ منبر نور پر ایک طرف صاحب سجادہ اپنے نورانی پیکر میں پیچھے جید علماء و مشائخ و مفتیاں عظام اور ایک طرف نعت خواں اپنی اپنی طرز میں نعت رسول مقبول ﷺ سے سامعین کے قلوب کو منور و مجلی کر رہے تھے۔

اس شب خرقہ پوشی میں محفل کا آغاز قاری محمد ابراہار رضا برکاتی شیخ التجوید، جامعہ احسن البرکات مارہرہ شریف نے کلام ربانی سے کیا۔ قاری محمد جاوید درجہ قراءت جامعہ لہذا نے حمد باری تعالیٰ پڑھی۔ جامعہ احسن البرکات کے طلبہ نے ملکر قصیدہ ۷ بردہ شریف پڑھا۔ محمد ذیشان برکاتی ہلدوانی، حافظ انوار احمد برکاتی، اندور، محمد عمران جے پور، قاری محمد تہذیب دارالعلوم حنفیہ لکھنؤ، محمد شاہد رضا، پبلی بھیست، فاروق احمد مدناپور، مولانا غلام حسین شافعی نوری برکاتی ممبئی، قاری امانت رسول، پبلی بھیست، فاروق بادشاہ گونڈل ضلع راجکوٹ، گجرات، اور ان کے برادر شبیر بادشاہ، گونڈل نے نعت و مناقب پڑھیں۔

مولانا نعمان واحدی نے صاحب عرس قاسمی پر تقریر کی۔ محمد فیضان رضا نے دس منٹ عربی زبان میں تقریر کی۔ مفتی محمد حنیف برکاتی کانپور اور مولانا وقار عزیزی صاحب بھیونڈی مہاراشٹر کے خطاب ہوئے۔ مولانا وقار عزیزی صاحب کو بزرگان مارہرہ کے حالات تسلسل کے ساتھ بیان کرنے کا ملکہ حاصل ہے۔ ماشاء اللہ انھوں نے سیر حاصل گفتگو کی اور مشائخ مارہرہ مطہرہ کے زہد و تقویٰ و علم و عمل اللہ و رسول سے محبت ہر دور میں استقامت فی الدین کی مثالیں بیان کی اور بتایا کہ یہی وجہ ہے کہ مجدد وقت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اس سلسلہ کو سلسلۃ الذہب فرمایا اور اپنا سر عقیدت و نیاز اسی آستانہ پر جھکایا۔ آخر میں صاحب سجادہ نے کچھ کتب کا اجراء فرمایا اور اس کے بعد چند کلمات خیر فرمانے کے بعد فاتحہ و دعاء مع شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی۔ صلواتہ سلام پر یہ پرنور محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔ جن لوگوں نے کھانا نہیں کھایا تھا انھوں نے کھانا تناول کر لیا اور اپنی اپنی قیامگاہ اور گلشن برکات میں محو استراحت ہوئے۔

۱۶ نومبر ۲۰۱۴ء بروز اتوار معمول عرس کے مطابق درگاہ برکاتیہ میں بعد نماز فجر حلقہ ذکر قادریہ بعدہ قرآن خوانی و فاتحہ خوانی ہوئی۔ چونکہ آج عرس شریف کا اختتامی اور آخری دن ہے اور آج قل اور زیارت آثار متبرکہ بھی ہونا ہے اس وجہ سے آج محفل صبح ساڑھے آٹھ بجے سے ہی منعقد ہو گئی۔ ناظم اجلاس قاری محمد عرفان صاحب نے گلشن برکات میں منبر نور سے تمام زائرین و سامعین سے گزارش کی کہ جلد از جلد اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر گلشن برکات حاضر ہو جائیں اور اپنی اپنی جگہ پر اطمینان سے بیٹھ جائیں۔ تاکہ آج کی قل کی محفل سے بھرپور فیض یاب ہو سکیں۔ محمد ریحان برکاتی متعلم مدرسہ قاسم البرکات، مارہرہ مطہرہ نے قرآن عظیم کی تلاوت کر کے آغاز فرمایا۔ قاری محمد جاوید برکاتی متعلم جامعہ احسن البرکات مارہرہ مطہرہ نے حمد باری تعالیٰ پڑھی۔ محمد جابر علی برکاتی نے نعت مصطفیٰ ﷺ پڑھی۔ شاعر اسلام جناب خالد ندیم بدایوں، حافظ عبدالمطلب رضا برکاتی، جناب فاروق احمد نوری، مدناپوری، جناب رئیس القادری، کشمیر، قاری رحمت اللہ نوری مدرس مدرسہ قاسم البرکات مارہرہ مطہرہ، محمد شبیر بادشاہ گونڈل راجکوٹ، جناب رضوان الرضا رضوان، جناب کلیم دانش برکاتی، کانپور، جناب اسرار احمد مضطر، بدایوں، محمد رضا اندور، ڈاکٹر مشاہد رضا مالگاؤں وغیرہم نے نعت و مناقب اور نظمیں پیش کیں۔ مولانا قاری محمد جاوید برکاتی پورنپور اور محمد عابد رضا نے تقریریں کیں۔ اس کے بعد باقاعدہ مقررہ اوقات کے ساتھ باہر سے آئے ہوئے جید علماء مشائخ کے خطابات ہوئے۔

سب سے پہلے مولانا نعمان ازہری ناظم دینیات ادارہ البرکات علی گڑھ مفتی محمد حنیف برکاتی، کانپور، مولانا مفتی مسعود احمد برکاتی جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، عربی زبان میں تقریر محمد فیضان رضا جامعہ احسن البرکات، مارہرہ مطہرہ۔ زیر عنوان صاحب عرس قاسمی: محمد نعمان واحدی، مقببت سید محمد فضل چشتی، اجمیر شریف، خطاب مولانا صغیر احمد نوری جوکھن پور، مقببت قاری محمد عرفان صدر مدرس مدرسہ قاسم البرکات و امام جامع مسجد برکاتی مارہرہ مطہرہ، ان سبھی حضرات نے نظم یا نثر کی شکل میں گلہائے عقیدت پیش کئے۔ ان کے بعد بالترتیب حضرت رفیق ملت مدظلہ سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مسند عالیہ قادریہ برکاتیہ، اور ان

کے بعد شرف ملت سید شاہ محمد اشرف میاں قادری برکاتی خلف و خلیفہ مرشد اعظم ہند حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ اور آخر میں صاحب سجادہ امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین درگاہ قادریہ برکاتیہ مسند غوثیہ صادقہ قاسمیہ نے اپنے اپنے انداز خطاب سے سامعین کے دلوں کو جلی و منور کیا۔ حضرت صاحب سجادہ نے آخر میں تمام منتظمین عرس قاسمی برکاتی، شہر کے مختلف شعبوں کے ذمہ دار اور کام کرنے والوں جیسے پولیس، صفائی والے، ریلوے اسٹیشن ماسٹر، نگر پالیکا والے اور جن لوگوں نے جس طرح بھی تعاون کیا ان سب کا شکریہ ادا کیا۔ سبھی کے لئے بشمول زائرین متوسلین حاضر و غیر حاضر خوب دعائیں کیں۔ قریب ڈیڑھ بجے فاتحہ قل مع شجرہ عالیہ برکاتیہ پڑھا۔ اور اسی کے ساتھ صف بندی کا حکم دیا کہ آپ منظم طریقہ سے صف بندی کر لیں اس لیے کہ آثار تبرکہ کی زیارت ہونی ہے۔ سجادہ نشینان، صاحبزادگان، و اہل خاندان مسجد جامع برکاتی میں تشریف لائے نماز ظہر ادا کی اور اس کے بعد آثار شریفہ مسجد سے درگاہ برکاتیہ لائے گئے۔ صحن حضور صاحب البرکات میں چوکی پر رکھ کر تبرکات صاحبزادگان اور اہل خاندان کو زیارت کے واسطے سپرد کئے گئے۔ آدھ پون گھنٹے کے اندر بہ فضلہ تعالیٰ زیارت مکمل ہوئی۔ مردوں میں زیارت ہونے کے بعد تبرکات محل سرائے زنانہ یعنی حضرت قاسم میاں صاحب کے دولت کدہ پر لے جائے گئے اور وہاں عوتوں کی زیارت کرائی گئی۔ مستورات کی زیارت کے بعد آثار تبرکہ واپس مسجد جامع برکات میں لائے گئے اور اپنی مخصوص الماری میں مقفل کر دیئے گئے۔ جیسے ہی صاحب سجادہ اور دیگر حضرات حرم مسجد سے باہر تشریف لائے عرس قاسمی برکاتی کی حسن و خوبی کے ساتھ پائیہ تک پہنچنے کی مبارکباد پیش کی۔

اس کے بعد جن حضرات نے نماز ظہر ادا نہیں کی تھی نماز ظہر ادا کی، باقی زائرین نے کھانا تناول کیا اور روانگی اختیار کی۔ حضرت صاحب سجادہ باوجود تھکان کے حویلی سجادگی میں موجود رہے۔ کیونکہ بہت سارے زائرین داخل سلسلہ ہونے کی غرض سے اور دست و بوسی و دعاؤں کی گزارش کے لئے جمع تھے یہ سلسلہ نماز مغرب اور اس کے بعد تقریباً عشاء تک چلتا رہا بلاشبہ سینکڑوں افراد بیعت ہوئے۔ اور ہزاروں افراد عزم مصمم کر کے گئے کہ

انشاء اللہ آئندہ زندگی مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی پیاری پیاری سنتوں کی چھاؤں میں گزاریں گے۔ حتیٰ الوسع شریعت مطہرہ کی پابندی کریں گے۔ اور غلط اور بیہودہ رسموں کو ترک کریں گے۔

یہ ہے عرس قاسمی برکاتی کی مختصر روداد۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں بھی اللہ و رسول اور مرشدان عظام سے سچی محبت کرنے اور ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلنے کی توفیق و رفیق عطا کرے اور میدان محشر میں رسوائی سے بچائے۔ صاحب سجادہ حضرت امین ملت مدظلہ، حضرت شرف ملت مدظلہ، حضرت افضل میاں مدظلہ، حضرت رفیق ملت مدظلہ اور ان کے اہل و عیال کی اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب و محبوب ﷺ کے صدقے و طفیل حفاظت فرمائے اور ان سب کو صحت و توانائی کے ساتھ عمر دراز عطا کرے کہ اسی طرح دین و سنت کا کام روز افزوں ہوتا رہے۔ آمین بجاہ الحبیب الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔



سالانہ فاتحہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ

الحمد لله درگاہ و خانقاہ برکاتیہ میں ۱۴/۱۵ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ بمطابق ۵/۴ فروری ۲۰۱۵ء بروز بدھ اور جمعرات حضور احسن العلماء حضرت علامہ سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کا سالانہ فاتحہ منعقد ہوا۔ جس میں سیکڑوں کی تعداد میں حضور احسن العلماء کے مریدین و متوسلین حاضر ہوئے۔

۱۴ ربیع الآخر بروز بدھ بعد نماز عصر خانقاہ برکاتیہ سے پھولوں کی چادر کا جلوس بڑی درگاہ حضرت سیدنا میر عبد الجلیل قدس سرہ کے آستانہ کے لئے نعت و منقبت اور درود و سلام پڑھتا ہوا روانہ ہوا۔ حضرت رفیق ملت مدظلہ، حضرت امان میاں، صاحبزادہ سید عثمان میاں، صاحبزادہ سید حسن حیدر، صاحبزادہ سید محمد محسن میاں نے جلوس کی قیادت کی۔ آستانہ بڑی پیر صاحب پر بیٹھ کر جامعہ احسن البرکات کے طلبہ نے نعت و منقبت پڑھیں۔ اس کے

بعد فاتحہ ہوا اور صلوٰۃ سلام پڑھا گیا۔

مغرب سے پہلے جلوس درگاہ برکاتیہ واپس ہوا اور پھولوں کی چادر میں مرشد اعظم ہند کے مزار شریف پر ڈال دی گئیں۔ مختصر فاتحہ خوانی کے بعد نماز مغرب باجماعت مسجد جامع برکاتی میں ادا کی گئی۔ بعد نماز عشاء درگاہ برکاتیہ میں محفل کا آغاز قاری محمد جاوید برکاتی متعلم جامعہ احسن البرکات مارہرہ مطہرہ نے کلام ربانی کی تلاوت سے کیا۔ احمد رضا متعلم جامعہ احسن البرکات مارہرہ مطہرہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد پڑھی۔ محمد فرید جامعہ احسن البرکات، محمد ریحان مدرسہ قاسم البرکات، محمد عمران مدرسہ قاسم البرکات، محمد حسین جامعہ احسن البرکات، محمد ندیم برکاتی پورنپور، محمد حسنین برکاتی پوبندر، نعت خواں محمد عمران جے پور، جناب محشر بریلوی، جناب کلیم دانش برکاتی کانپور، مولانا قاری محمد قاسم حبیبی برکاتی، کانپور نے نعت و مناقب سے سامعین کے قلوب کو منور کیا۔ ۸ بجکر پچاس منٹ پر حضرت امین ملت مدظلہ نے مرشد اعظم ہند علیہ الرحمہ کا فاتحہ قل پڑھا اور شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ پڑھ کر دعائیں کیں، اس کے بعد پھر محفل شروع ہوئی۔

جامعہ احسن البرکات کے ہونہار طالب علم محمد نعمان واحدی نے تقریر کی۔ ان کے بعد مولانا محمد شہاب الدین برکاتی، گولہ لکھیم پور، مولانا محمد اسحاق برکاتی، الہ آباد، مولانا مفتی محمد تنظیف نوری، بریلی شریف، مفتی محمد حنیف برکاتی کانپور، اور مولانا وقار عزیز صاحب بھونڈی، مہاراشٹر کے خطاب ہوئے۔ سبھی خطبہ نے اولیاء کرام کی شان و عظمت بیان کی۔ بالخصوص بزرگان مارہرہ کی اپنی منفرد شان و عظمت، علم و عمل، زہد و تقویٰ اور مقبول عوام و خواص ہونے میں اپنا منفرد مقام رکھتے ہیں، ہر دور میں عوام و خواص کی رہنمائی فرماتے رہے۔ آج بھی ان کے خلف اور ان کے جانشین رہنمائی فرما رہے ہیں۔

باہر سے تشریف لائے علماء کرام کے بعد حضرت رفیق ملت مدظلہ نے اپنے اصلاحی بیان و نصائح سے مستفیض کیا۔ آخر میں جانشین مرشد اعظم حضور امین ملت مدظلہ العالی منبر شریف پہ جلوہ افروز ہوئے اور انھوں نے اپنے قیمتی ارشادات عالیہ سے نوازا۔ صلوٰۃ سلام یا شفیع الوری سلام علیک پڑھا گیا اور دعاء کے بعد یہ مبارک محفل اپنے اختتام کو

پہنچی۔ باہر سے آئے ہوئے تمام پیر بھائیوں نے کھانا تناول کیا اور اپنی اپنی قیامگاہ پر آرام کیا۔

۱۵ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ بروز جمعرات بعد نماز فجر قرآن خوانی درگاہ برکاتیہ میں ہوئی اور فاتحہ کے بعد شیرینی تقسیم ہوئی۔ اس کے بعد مریدین ناشتہ سے فارغ ہوئے۔ ۹ بجے دوسری محفل کا آغاز ہوا۔ قاری محمد جاوید برکاتی نے اللہ کے مقدس کلام کی تلاوت کی۔ مولوی ضیاء المصطفیٰ متعلم جامعہ احسن البرکات مارہرہ نے حمد باری تعالیٰ پڑھی۔ محمد رضوان اور محمد اولیس نے نعت مقبول ﷺ پڑھی۔ محمد عمران مدرسہ قاسم البرکات مارہرہ نے منقبت پڑھی۔ محمد سلیمان جامعہ احسن البرکات زیر عنوان سیرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقریر کی۔ جناب عبدالواحد نے نعت پڑھی۔ قاری عبدالستار خاں اکبری خدائے گنج، شاہجہاں پور نے منقبت پڑھی۔ ان کے بعد باہر کے شعراء جناب کلیم دانش، کانپور، جناب محشر بریلوی، اور مولانا قاری محمد قاسم حبیبی برکاتی کانپور نے اپنے کلام سے سامعین کے دلوں کو خوش کیا۔

مولانا تقیہ احمد صاحب نوری، بریلی شریف نے نہایت اصلاحی اور جامع تقریر فرمائی۔ تقریر کے بعد پھر نعت و منقبت محمد ریحان متعلم مدرسہ قاسم البرکات، محمد ندیم برکاتی، جامعہ احسن البرکات، محمد حسین برکاتی، محمد خالد برکاتی اور محمد کمال مدرسہ قاسم البرکات نے پڑھی۔ جامعہ احسن البرکات کے ہونہار طالب علم محمد شعیب رضوانے ۱۰۰ منٹ نبی کریم ﷺ کا نظام تعلیم و تربیت تقریر کی۔ محمد نعمان واحدی متعلم جامعہ احسن البرکات نے زیر عنوان حیات و خدمات حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ ۱۰۰ منٹ تقریر کی۔ محمد قاسم سیفی جامعہ احسن البرکات نے ۱۰۰ منٹ زیر عنوان قرآن اور سائنس پر تقریر کی۔ محمد شکیل برکاتی پورنپور، قاری محمد جاوید برکاتی جامعہ احسن البرکات، محمد حسنین برکاتی، پوبندر، قاری محمد نواز جامعہ احسن البرکات نے نعتیں پڑھیں۔

مفتی محمد حنیف برکاتی، کانپور کا مختصر خطاب ہوا اور اس کے بعد مولانا وقار عزیز صاحب کا جامع خطاب مرشدین مارہرہ بالخصوص شمس مارہرہ حضور اچھے میاں صاحب علیہ

الرحمہ پر ہوا۔ ان کی حیات طیبہ اور سیرت پاک کے مختلف گوشوں پر بھر پور روشنی ڈالی۔ سامعین جھوم جھوم اٹھے۔

مولانا وقار کے بیان کے بعد شاعر اسلام جناب محمد فاروق نوری، مدناپور نے نعت پاک پڑھی۔ ان کے بعد حضرت رفیق ملت مدظلہ کا خطاب ہوا اور حضرت رفیق ملت کے خطاب کے بعد صاحب سجادہ حضور امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ کا خطاب ہوا۔ انھوں نے اپنے برکاتی بھائیوں کو صراط مستقیم پر مضبوطی سے ڈٹے رہنے اور شریعت مطہرہ اور مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی سنتوں پر حتیٰ الوسع پاسداری کرنے کی تلقین فرمائی۔ علم حاصل کرنے پر زور دیتے ہوئے غلط رسموں کو ترک کرنے کی تاکید فرمائی۔ سب کے واسطے خوب دعائیں کیں کہ اس سردی کے سخت موسم میں آپ حضرات اپنے مرشد کے فاتحہ میں شریک ہونے کے لئے دور دراز سے حاضر آئے ہیں۔ صلوٰۃ سلام بہ بارگاہ خیر الانام ﷺ پڑھا گیا۔ اس کے بعد حضرت والا نے فاتحہ قل پڑھا، مع شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ اور دعا فرمائی۔ تمام حاضرین نے دست و بوی کی اور نماز ظہر پڑھی اور کھانا تناول کیا۔ کھانے میں نان گوشت کے علاوہ توشنہ غوثیہ کا بھی اہتمام تھا۔ اس طرح یہ مبارک تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ ہمارے دلوں میں نبی کریم ﷺ اور ان کے آل و اصحاب کی محبت جاگزیں ہو۔ برکاتی میخانہ سلامت رہے، بلانے والے سلامت رہیں، آنے والے سلامت رہیں، اور ہم سب کا ایمان پر خاتمہ بالخیر ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔



عرس قادری نوری ۲۰۱۵ء

اللہ و رسول جل و علی و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضل و کرم سے اس سال پھر عرس قادری نوری کی دھو میں مچیں۔ ۱۰/۱۱/۱۴۳۶ھ المرجب ۱۴۳۶ھ مطابق ۳۰ اپریل اور

۲۱/۱۱/۲۰۱۵ء بروز جمعرات، جمعہ اور ہفتہ خانقاہ و درگاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں عرس قادری نوری منعقد ہوا۔ جس کی مختصر روداد حاضر خدمت ہے۔

۱۰/۱۱/۲۰۱۵ء المرجب بروز جمعرات بوقت تہجد درگاہ برکاتیہ میں فاتحہ خوانی کے ساتھ عرس شریف کا آغاز ہوا۔ فجر کی نماز باجماعت ادا کی گئی، اس کے بعد درگاہ برکاتیہ میں قرآن خوانی ہوئی۔ زائرین ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوئے اور صبح پہلی محفل منعقد ہوئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقدس کلام سے محفل کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد مدرسہ قاسم البرکات اور جامعہ احسن البرکات کے طلبہ نے حمد و نعت اور منقبت پڑھیں۔ اس کے بعد باہر سے آئے ہوئے نعت خواں حضرات نے اپنا نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ مقررین کے خطابات ہوئے، اس مبارک محفل میں بدایوں شریف کے صاحب سجادہ شیخ طریقت حضرت شاہ عبد الحمید محمد سالم میاں قادری مدظلہ آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں سے تشریف لائے۔ رفیق ملت مدظلہ، شرف ملت مدظلہ، اور ان کے بعد حضرت امین ملت مدظلہ کے ارشادات عالیہ سے سامعین مستفیض ہوئے۔ صلاۃ و سلام اور دعا کے بعد یہ محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔ تمام زائرین عرس نے نماز ظہر ادا کی اور کھانا تناول کیا۔ اس کے بعد صندل شریف کا جلوس نکلا، تمام زائرین اس جلوس میں شریک ہوئے۔ عصر کی نماز کے بعد وارث پنجتن حضرت سید بختی حسن میاں صاحب کے مکان میں مریدین و زائرین جمع ہوئے، اور فاتحہ خوانی ہوئی۔ فاتحہ و دعا کے بعد شیرینی تقسیم ہوئی۔ نماز مغرب جماعت کے ساتھ ادا کی گئی۔ عشا کی نماز کے بعد گلشن برکات میں دوسری محفل منعقد ہوئی۔ یہ محفل نعتیہ و منقبتی مشاعرے سے منسوب ہے۔ یہ مشاعرہ خانقاہ برکاتیہ کی دیرینہ ادبی روایت کا پاسبان ہے۔ عرس قادری نوری کے موقع پر ہونے والے مشاعرے کی ایک روداد الگ سے مرتب کر دی ہے۔ جو اپنے عنوان کے تحت عرس قادری نوری ۲۰۱۵ء کی روداد کے ساتھ آرہی ہے۔ جس میں اس مشاعرے کی قدیم روایت اور خاندان برکات کے ادبی ذوق پر حضرت شرف ملت مدظلہ کی تقریر بھی شامل ہے۔ اور شعراء کے کلام سے ایک ایک یاد و دوشعر بھی لکھے گئے ہیں۔

۱۱/۱۱/۲۰۱۵ء المرجب بروز جمعہ مبارکہ بعد نماز فجر درگاہ معلیٰ میں قرآن خوانی ہوئی۔

قرآن خوانی کے بعد بزم نعت و منقبت سجائی گئی۔ جامعہ احسن البرکات اور مدرسہ قاسم البرکات کے طالب علموں نے اس میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور سامعین کے دلوں کو روشن کیا۔ حضرت رفیق ملت کی نصائح اور حوصلہ افزائی جاری رہی۔ علما کے خطاب کے بعد سجادگان درگاہ کے ارشادات عالیہ بیان ہوئے۔ صلاۃ و سلام پر یہ محفل ختم ہوئی۔ گرمی کی وجہ سے پروگرام اختصار کے ساتھ کیا گیا۔ دوپہر میں نماز ظہر کے بعد زائرین کھانے سے فارغ ہوئے، کچھ خریداری اور گھومنے پھرنے کے بعد عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ زائرین عرس نے نماز عصر اور نماز مغرب جماعت کے ساتھ ادا کی۔ نماز عشا کے بعد رسم خرقہ پوشی ہوئی۔ صاحب سجادہ رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں قادری برکاتی نوری لباس بزرگاں زیب تن کر کے حویلی سجادگی سے جیسے ہی باہر آئے نعرۂ ذات باری تعالیٰ بلند ہوا اور اسی نعرہ اللہ اللہ کی تکرار کے ساتھ پورا مجمع برکاتی نوری مرشد کو اپنی جلو میں لیکر درگاہ برکات تہ پہنچا۔ صاحب عرس سیدنا ابوالحسین احمد نوری عرف میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر حضرت صاحب سجادہ مراقب ہوئے، وہاں سے نکلنے کے بعد مزار شریف کے پائنتیں چبوترے پر بیٹھ گئے، اور مریدین و زائرین دست بستہ قطار میں لگ کر مصافحہ اور دست بوتی کرنے لگے۔ اور نذریں بھی پیش کیں۔ اس کے بعد آپ وارث پنجتن کے مزار پر حاضر ہوئے اور وہاں بھی فاتحہ پڑھا۔ پھر آپ گلشن برکات میں منبر نور پر تشریف فرما ہو گئے۔ دست بوتی کا سلسلہ چلتا رہا۔ اسی کے ساتھ قاری جاوید رضا متعلم احسن البرکات نے تلاوت فرمائی اور محفل کا آغاز کیا۔ مدرسہ قاسم البرکات اور احسن البرکات سے توصیف رضا، احمد رضا، محمد عامر، محمد قاسم، محمد ریحان، عبدالواحد، محمد کاظم، حافظ بلال، قاری محمد جاوید، مولانا فیضان سرور وغیرہم نے نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ باہر سے آئے ہوئے نعت خواں جناب سید فرقان علی علی گڑھ، سید شعیب الرحمن عرف صافی میاں گنج مراد آباد، محمد اسلام بریلوی، محمد شکیل پور پور اور محمد عمران جے پوری نے اپنے اپنے کلام سے نوازا۔ شعیب رضا اور محمد قاسم جامعہ احسن البرکات کے طالب علموں نے تقاریر کیں۔ مولانا طاہر علی صاحب البرکات علی گڑھ سے تشریف لائے تھے، انہوں نے بھی تقریر کی۔

جامعہ احسن البرکات کے طلبہ نے قرأت خصوصی دو سالہ کورس اور مولویت کے ساتھ قرأت کا تین سالہ کورس مکمل کیا، ان کی دستار بندی کی گئی۔ مولانا اقبال احمد نوری مصباحی پرنسپل جامعہ احسن البرکات کی کاوشوں کو سراہا گیا۔ دستار بندی کا منظر نہایت پر کیف تھا۔ بچوں کے والد بھی نہایت خوش نظر آرہے تھے۔ دستار بندی کے بعد حضرت رفیق ملت مدظلہ نے قیمتی نصائح سے نوازا اور دعا فرمائی۔ ان کے بعد حضرت امین ملت مدظلہ کا خطاب ہوا۔ صلاۃ و سلام کے بعد دعا فرمائی اور اسی دعا کے ساتھ یہ محفل برخاست ہوئی۔

۱۲ رجب المرجب بروز ہفتہ بعد بماء فجر قرآن خوانی درگاہ شریف میں ہوئی۔ بیشتر زائرین اس میں شریک ہوئے۔ آٹھ بجے آج کی قل کی محفل کا آغاز قاری محمد ابرار برکاتی استاذ جامعہ احسن البرکات نے کیا۔ جامعہ احسن البرکات کے طلبہ محمد رضوان، برکت علی، محمد ریحان اور باہر سے محمد صداقت علی گڑھ، قاری امانت رسول پبلی بھیت، محمد عمران جے پور نے منظوم خراج عقیدت نعت و منقبت پڑھ کر کیا۔ محمد عمران متعلم جامعہ احسن البرکات نے زیر آئیہ کریمہ ”انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء“ عربی زبان میں تقریر کی۔ اسی جامعہ کے دوسرے طالب علم محمد کمران نے زیر عنوان صاحب عرس انگریزی زبان میں تقریر کی۔ مفتی محمد رفیق بہرائچ زیر عنوان ”محبت رسول“ بہت شاندار بیان فرمایا۔ مفتی محمد حنیف کانپور نے زیر آئیہ کریمہ ”إِنَّ زُلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ“ خطاب فرمایا۔ مولانا قاری تطہیر احمد بریلوی نے زیر عنوان اصلاح معاشرہ دلوں میں اتر جانے والا بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب کے صدقے سے توفیق رفیق عطا کرے کہ ہم اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیں، برائیوں سے بچیں اور نیکیوں کی طرف بڑھیں۔ باہر سے آئے ہوئے علما و مشائخ کے بعد حضرت رفیق ملت مدظلہ نے مختصر بیان کے بعد حضرت شرف ملت مدظلہ سے گزارش کی کہ آئیں اور سامعین کے قلوب کو منور کریں۔ حضرت شرف ملت مدظلہ نے صاحب عرس حضرت نوری میاں علیہ الرحمۃ کی شان میں منقبت پڑھی، جس کا ایک شعر یہ ہے۔

تحریر سے سوا ہے کلام ابو الحسین
صبحوں سے باج لیتی ہے شام ابو الحسین

حضرت شرف ملت مدظلہ کے بعد حضرت امین ملت مدظلہ عالی نے اپنے آنے والے زائرین کو مخاطب فرمایا۔ اور اپنے مخصوص اندازِ خطاب سے عشق رسول اور اولیاء اللہ کی محبت کے جام پلائے۔ علم حاصل کرنے پر زور دیا، وقت کی قدر کرنے اور وقت کے ساتھ ضروری علوم حاصل کرنے اور اپنے اپنے شعبوں میں ایمانداری اور محنت سے کام کرنے کی تلقین فرمائی۔ فرمایا کہ ہم اپنے ملک کے وفادار تھے، وفادار ہیں اور وفادار رہیں گے۔ کیوں کہ اس کی تعلیم ہمیں ہمارے پیارے آقا مولا ﷺ نے ہمیں آج سے چودہ سو سال پہلے دے دی ہے۔ اپنے وطن سے محبت کرنا ہمارے ایمان میں شامل ہے۔ صلاۃ و سلام کے بعد دعا فرمائی اور قل شریف کا فاتحہ پڑھ کر تمام حاضرین اور جو کسی وجہ سے نہیں آ سکے ان سب کے لیے دعائیں کیں، اپنے ملک اور بیرون ممالک سب جگہ چین اور سکون کا ماحول قائم رہے۔ اور سب کی جائز مرادیں اور تمنائیں پوری ہوں۔ اس کے بعد صف بندی کا حکم ہوا تھوڑی دیر میں آثار شریف کی زیارت کرائی گئی۔ جن تبرکات کی زیارت کرائی گئی ان میں سے چند یہ ہیں۔ قدم شریف و موئے مبارک سرکارِ دو عالم ﷺ، جبہ مبارک و موئے مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، سرکارِ حسنین کریمین کے موہائے مبارک، سرکارِ غوثِ اعظم کے موئے مبارک اور تسبیح کے دانے و پیالہ۔ باہر مردوں میں زیارت کے بعد اندر گھر میں مستورات کو بھی زیارت کرائی گئی۔ اسی کی ساتھ عرس کی تقریبات اختتام پذیر ہوئیں۔ بہت سارے لوگ حضرت امین ملت مدظلہ اور حضرت رفیق ملت مدظلہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ کھانا کھانے کے بعد زائرین اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ عرسِ نوری کی یہ روایت رہی ہے کہ یہاں عرس سے کئی روز پہلے سے میلا لگتا ہے اور دکاندار عرس کے بعد بھی کئی روز تک دکانیں لگاتے ہیں۔ زائرین اپنے اپنے گھروں کو جانے سے پہلے کچھ نہ کچھ خریداری ضرور کرتے ہیں۔ لہذا اس بار بھی زائرین نے بچوں کے لئے کھلونے اور دیگر سامان خریدے اور اس کے بعد اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ صاحبِ عرس کے فیضان سے ہم سب کو مالا مال کرے اور ان کے جانشین کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر طویل عطا کرے اور یہ برکاتی نوری فیضان ہمیشہ جاری و ساری رہے آمین۔ بجاہ الحبيب الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔



سالانہ فاتحہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ

ماہِ محرم الحرام اور اس مہینے کی شب عاشور اور روز عاشورہ سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جو واقف نہ ہو۔ ماہِ محرم الحرام آتے ہی مومنوں کی دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں۔ روزِ اول سے اس یوم کی تقدیس مسلم ہے۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں اور پیغمبروں کے خاص واقعات کا تعلق اسی روز عاشورہ سے ہے۔ جس میں سب سے اہم واقعہ واقعہء کربلا ہے۔ کیوں کہ اس کو براہِ راست تعلق پیغمبرِ آخر الزماں اللہ تعالیٰ کے محبوبِ اعظم کائنات کے محسنِ اعظم نور مجسم جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے بیٹے اور نواسے امامِ عالی مقام حضرت سیدنا حسین علی جدہ و علیہ السلام اور ان کے پاکیزہ گھرانے سے ہے۔ یومِ عاشورہ کے دن امامِ عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کو بچانے اور اسلام کو سر بلند کرنے کی خاطر اپنی اور اپنی اولاد اور رفقا کی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں قربانیاں پیش کر دیں۔ اوار قیامت تک لے لئے حق اور اسلام کو سر بلند کر دیا۔ مصداق اس شعر کے ۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

محرم الحرام کی شب عاشورہ میں دوسرا اہم واقعہ کا تعلق بھی اسی حسینی گھرانے سے ہے۔ یعنی سرکارِ بغداد حضور غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہیتے عاشقِ صادق امام سلسلہء عالیہ برکاتِ صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ بابرکات ہے کہ آپ کا وصال اسی شب عاشورہ میں ہوا۔

درگاہ و خانقاہ برکاتِ تہ میں اسی مناسبت سے مجالس منعقد ہوتی ہیں اور فاتحہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس کی مختصر روداد حاضر خدمت ہے۔ شب عاشورہ ۱۲۳۳ھ بعد نمازِ عشاء درگاہ برکاتِ تہ میں صحن حضرت صاحب البرکات میں محفل کا آغاز ہوا۔ جناب قاری محمد جاوید

صاحب مدرس جامعہ البرکات، مارہرہ مطہرہ نے اللہ پاک کے مقدس کلام کی ترتیل کے ساتھ تلاوت کی۔ حافظ محمد منس متعلم جامعہ احسن البرکات نے حمد باری تعالیٰ پڑھی۔ مدرسہ قاسم البرکات کے طالب علم محمد ریان نے نعت شریف اور جامعہ احسن البرکات سے محمد واصف، محمد خالد اور محمد ریحان نے منقبتیں پڑھیں۔ قاری حمت اللہ قادری برکاتی نوری مدرس مدرسہ قاسم البرکات نے امام عالی مقام کی شان میں عطائے رسول سلطان الہند خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لکھی ہوئی فارسی زبان میں مشہور زمانہ رباعی

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دیں است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقاکہ بنائے لالہ است حسین

کا اردو ترجمہ بہ زبان نظم پڑھا۔ ان کے بعد مولانا قاری محمد اکبر برکاتی صاحب مدرس جامعہ احسن البرکات نے نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ ان کے بعد رفیق ملت سید شاہ نجیب حیدر قادری برکاتی نوری مدظلہ العالی نے نہایت عمدہ بیان کیا۔ شہادت امام عالی مقام اور ان کے شہزادوں کی شہادت کا ذکر کیا۔ خاص طور سے حضرت قاسم بن حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم جنہوں نے ایک زبردست پہلوان اور اس کے بیٹوں کو واصل جہنم کیا تھا۔ جن کو امام عالی مقام نے بڑی مشکل سے میدان جنگ میں جانے کی اجازت اپنے برادر مکرم امام حسن رضی اللہ عنہ کے عطا کردہ وصیت کو دیکھ کر جو کہ حضرت قاسم کے پاس بشکل تعویذ محفوظ تھی۔ اس کے بعد شرف ملت حضرت سید شاہ محمد اشرف قادری برکاتی مدظلہ العالی منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور انہوں نے شب عاشورہ اور یوم عاشورہ کے بارے میں چند اہم باتیں بتانے کے بعد قصیدہء مبارکہ پڑھا جس میں حضور صاحب البرکات اور ان کے جانشینوں، اقطاب مارہرہ اور مرشدان مارہرہ مطہرہ کی شان بیان کی۔

شرف ملت کے بعد حضور صاحب سجادہ حضرت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ نے خطبہء مسنونہ پڑھنے کے بعد اس شب اور

آنے والے دن کی فضیلت اور اہمیت بیان کی اور فرمایا کہ آج رات اس محفل میں امام سلسلہ عالیہ برکاتیہ یعنی حضور صاحب البرکات قدس سرہ کے بارے میں کچھ بیان کروں گا اور کل انشاء اللہ تعالیٰ امام عالی مقام کے بارے میں کچھ عرض کروں گا۔ حضرت امین ملت مدظلہ نے امام سلسلہ برکاتیہ کی سوانح حیات، ان کا سرکار غوث اعظم سے والہانہ عشق و محبت اور مخدومان کا لپی شریف حاضری اور مرشد اجازت مخدوم کا لپی کہ دریا بہ دریا پیوست،، سینے سے لگانا اور مارہرہ مطہرہ واپس جا کر مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہونے کا حکم دینا اور اس کے بعد سرکار بغداد غوث اعظم رضی اللہ عنہ بشکل تحفہ عنایت جو کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر کے ذریعہ حضرت صاحب البرکات کو بھیجا گیا۔ اور جس میں آپ کے خاندان میں سات قطب ہونے کی بشارت دی تھی کے سارے واقعات بیان فرمائے۔ مریدین و سامعین اپنے امام سلسلہ کے واقعات سن کر جھوم اٹھے۔ صلاۃ و سلام کے بعد فاتحہ قل حضرت والا نے پڑھا اور مع شجرہ، عالیہ، قادریہ، برکاتیہ دعا فرمائی۔

محفل کے بعد تمام زائرین نے کھانا تناول کیا۔ کھانے کے بعد بعض حضرات محو عبادت ہوئے اور بعض محو استراحت۔ جامعہ احسن البرکات اور مدرسہ قاسم البرکات کے اساتذہ اور پیشتر بچوں اور آئے ہوئے مہمانوں میں بھی کچھ حضرات نے عاشورہ کے روز روزہ رکھنے کی نیت سے سحری کی اور نماز تہجد ادا کی اور قرآن عظیم کی تلاوت اور درود شریف پڑھنے میں مشغول رہے۔ نماز فجر کی اذان ہوئی اور لوگ مسجد میں آئے اور نماز فجر باجماعت ادا کی۔ دعا کے بعد مختصر صلوٰۃ و سلام پڑھا گیا۔ درگاہ برکاتیہ میں حاضری دی۔ اور اس کے بعد قرآن خوانی ہوئی۔ فاتحہ کے بعد نیا تقسیم ہوئی۔

یوم عاشورہ ۱۴۳۳ھ بروز ہفتہ ساڑھے آٹھ بجے درگاہ برکاتیہ میں دوسری محفل کا آغاز ہوا۔ حافظ قاری محمد تابش برکاتی، جامعہ احسن البرکات نے کلام پاک کی تلاوت کی۔ محمد منس جامعہ احسن البرکات نے اللہ کی حمد بشکل نظم بیان کی۔ محمد برکت علی، مدرسہ قاسم البرکات نے نعت اور محمد حسین جامعہ احسن البرکات نے منقبت پڑھی۔ محمد نعمان واحدی،

جامعہ احسن البرکات نے حضرت امام عالی مقام پر نہایت عمدہ اور جامع تقریر کی۔ جس سے جامعہ احسن البرکات کی کارکردگی اور اساتذہ کی محنت کا پتہ چلتا ہے۔ نعت خواں عمران بے پوری نے نعت پڑھی۔ ناظم اجلاس قاری محمد عرفان برکاتی نے نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ ان کے بعد مفتی محمد حنیف برکاتی نے نہایت شاندار خطاب کیا اور سرکارِ غوثِ اعظم کی فضیلت اور ان کا فانی الرسول ہونے کا بیان کیا۔ ہر ولی اللہ کسی نہ کسی پیغمبر کی ذات و صفات کا مظہر ہوتا ہے اور ہمارے سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذات والا صفات کے مظہر ہیں۔ اسی وجہ سے سرکارِ غوثِ پاک پر بھی مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور آپ کے بول و براز کو زمین نگل جاتی تھی۔ حضرت رفیق ملت مدظلہ نے آنے والے مہمانوں اور جامعہ احسن البرکات اور مدرسہ قاسم البرکات کے اساتذہ اور طلبہ کو مخاطب کر کے نہایت سادہ سلیس انداز میں تربیت کی۔ فرمایا کہ خانقاہ برکاتیہ نہ کل خالی تھی اور نہ آج خالی ہے اور انشاء اللہ نہ کبھی خالی رہے گی۔ یہاں سے رشد و ہدایت کا چشمہ جاری و ساری رہے گا۔ طلبہ کو نہایت مفید مشورے دئے۔ اور بتایا کہ غرور و خود نمائی سے ہمیشہ دور رہنا۔ انکساری کے ساتھ ہمیشہ اپنے بڑوں اور اساتذہ کی عزت کرنا اور جو علم حاصل کیا ہے اس پر عمل پیرا رہنا۔ اساتذہ کو بھی بتایا کہ یہ بچے مہمانانِ رسول ہیں یہ ہمارے خدمت گار نہیں ہیں کہ ان سے پیردہوائے جائیں اور کپڑے دھلوائے جائیں جیسا کہ اکثر مدارس میں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فرمایا کہ جامعہ کی عمارت اللہ نے چاہا بہت جلد پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گی۔ جامعہ احسن البرکات انشاء اللہ ایک مثالی جامعہ ہوگا ہر لحاظ سے۔ کیونکہ یہ ایسی جگہ واقع ہے جہاں ہر وقت رحمت و نور کی بارش ہوتی ہے۔ رفیق ملت نے اپنے بیان کو طول دیا، علم حکمت کے موتی اور پھول لٹاتے رہے حضرت شرف ملت مدظلہ کے انتظار میں۔ شرف ملت جیسے ہی درگاہ شریف میں تشریف لائے رفیق ملت نے اختتامی جملے فرمائے اور حضرت شرف ملت منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ خطبہ مسنونہ کے بعد چند منٹ سامعین کو خطاب کیا، اور رفیق ملت کے بیان کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ عشق رسول ﷺ تو ہمارے صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عمل اور زندگی کے ہر پہلو سے ملتا ہے کہ جو کہا کرتے تھے فداک امی وابی تو اس کا عملی نمونہ بھی پیش کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ غار ثور کا واقعہ ہمارے سامنے ہے اور دوسرا واقعہ مولائے کائنات مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ہجرت کی رات سرکارِ دو عالم ﷺ کے بستر مبارک پر سونا۔ محبت و عظمت رسول پاک ﷺ کا تیسرا واقعہ سیف اللہ حضرت خالد بن ولید کا عین حالت جنگ میں گھوڑے سے اترنا اور اپنی ٹوپی کو تلاش کرنا جس میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے موئے مبارک ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج یوم عاشورہ ہے جو بہت اہم اور اپنے ایمان کو مستحکم کرنے کا دن ہے۔ آج شہدائے کربلا کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کا دن ہے۔ آج کے دن روزہ رکھنا اور نفل نمازوں اور تلاوت کا اہتمام کرنا صدقہ و خیرات کرنا اور سچے دل سے توبہ کرنا مومنوں کا کام ہے۔ اسی روز امام سلسلہ عالیہ برکاتیہ کا بھی یوم وصال ہے۔ لہذا ان کی یاد کرنا برکاتیوں کے لئے نعمت ہے۔ آپ نے حضرت امین ملت مدظلہ کے حوالے سے فرمایا کہ حضور صاحب البرکات کا دو سو پچانوے سالانہ فاتحہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت سید شاہ محمد صادق علیہ الرحمہ کے دور میں خاندان میں یہ بات اٹھی کہ حضور صاحب البرکات کا عرس کون کرے؟ اس وقت موجود اکابرین نے اتفاق رائے سے یہ طے کیا کہ حضرت سید شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ کا عرس حضرت سید شاہ محمد صادق صاحب کریں گے۔ حضرت سید شاہ محمد صادق صاحب علیہ الرحمہ اس فیصلے پر عمل پیرا رہے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے قاسم البرکات حضرت سید شاہ محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمہ کرتے رہے۔ ان کے بعد ان کی گدی پر ان کے صاحبزادے سید شاہ اولاد رسول محمد میاں تاج العلماء علیہ الرحمہ بیٹھے اور وہ کرتے رہے۔ ان کے بعد جانشین مرشد اعظم ہند حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ کرتے رہے اور مرشد اعظم ہند علیہ الرحمہ کے جانشین صاحب سجادہ حضرت امین ملت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں صحت و توانائی کے ساتھ برکت عطا کرے آمین۔ اس کے بعد آج یوم عاشورہ کی مناسبت سے امام عالی مقام اور

ان کی شہادت پر منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔

آخر میں حضرت امین ملت مدظلہ نے خطاب فرمایا اور اپنے وعدے کے مطابق آج کی محفل میں نواسہ رسول مقبول ﷺ کے بارے میں بیان فرمایا۔ آپ کی پیدائش سے لے کر شہادت تک کا خاکہ مختصر الفاظ میں مگر بڑے جامع انداز میں بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ غیر مقلدوں یعنی وہابیوں نے اپنا نام سلفی رکھ لیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ امام عالی مقام جنگ کے لئے گئے ہی کیوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب ایک مریض کو جان بچانے کی خاطر اُسی گروپ کے خون کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح بلا تشبیہ اسلام کی بقا کی خاطر خون حسین درکار تھا۔ اسی لئے حسین پاک باطل کے سامنے ڈٹ گئے۔ یہاں تک کہ اپنے بہتر رفقہ کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا اور اسلام کو ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا اور اپنے نانا جان ﷺ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ طلبہ کے روزہ دار ہونے کے پیش نظر محفل کا اختتام جلدی ہو گیا۔ صلوٰۃ وسلام بارگاہ خیر الانام ﷺ اور ہدیہ بارگاہ امام عالی مقام یعنی ”حسین تم کو زمانہ سلام کہتا ہے“۔ پڑھا گیا۔ یہ منظوم سلام حضور سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کا نظم کردہ ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے فاتحہ قل پڑھا اور دعا فرمائی۔ درگاہ شریف کے دروازے پر شیرینی تقسیم ہوئی۔ اور یہ نورانی و عرفانی تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

اللہ رب العزت نبی اکرم ﷺ، امام عالی مقام اور حضور صاحب البرکات کے صدقے ہماری مغفرت کرے۔ حضرت امین ملت قبلہ اور ان کے برادران کی صحت و سلامتی کے ساتھ عمر دراز کرے اور یہ مبارک محفلیں اسی طرح جاری و ساری رہیں۔ آمین۔ بجاء الحبيب الكريم عليه الصلوة والتسليم.



حضور امین ملت سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی کے تبلیغی و دینی دورے

گو ناگوں مصروفیات اور طبیعت کی ناسازی کے باوجود حضرت امین ملت مدظلہ العالی نے ملک و بیرون ممالک بھی اسفار کیے۔ جن کے ذریعہ بڑے پیمانے پر لوگ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں داخل ہوئے اور حضرت کے دست حق پرست پر توبہ کی۔ دین و سنت کی ترویج و اشاعت ہوئی۔ ان اسفار کی مختصر روداد قارئین کی خدمت میں حاضر ہے کہ کس طرح حضرت والا نے ڈپارٹمنٹ کی ذمہ داری، البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کی صدارت کی ذمہ داری اور خاندانی مصروفیات کے باوجود اصلاح معاشرہ کے لیے وقت دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ صحت و سلامتی کے ساتھ حضرت کا سایہ دراز کرے۔ آمین۔

۱۳/۱۲ مارچ (۲۰۱۵) تو لیہواں (نیپال) کا دورہ:

حضور امین ملت دام ظلہ ۱۲ مارچ کو ”صوفی سید شاہ برکت اللہ انٹرنیشنل کانفرنس“ میں شریک ہونے کے لیے نیپال تشریف لے گئے۔ ۱۱ مارچ کی شام کو ڈی پینچے، اور جناب حسنین برکاتی صاحب کے یہاں قیام فرمایا۔ صبح کو ڈی ایرپورٹ سے ہوائی جہاز کے ذریعہ کاٹھمانڈو پہنچے۔ کاٹھمنڈو میں سب سے مشہور ہوٹل ایورسٹ کاٹھمنڈو میں ایک رات قیام کرنے کے بعد دوسرے دن صبح کو پیکل وستو کے لئے روانہ ہونا تھا۔ وہیں پر دیگر مہمان جو دیگر ممالک سے تشریف لانے والے تھے وہ بھی آ گئے۔ کراچی پاکستان سے حاجی محمد رفیق صاحب پردیسی اور ڈاکٹر سید اشرف جمال، (U.S.A) سے جناب سید عبداللہ الفوال، مکہ مکرمہ سے سید محمود محمد عبداللہ صاحب وغیرہم۔ پاکستان سے مشہور نعت خواں عبدالرزاق صاحب اور ان کے بھائی، اور حضرت کے ساتھ یہ راقم الحروف۔ اسی طرح یہ نورانی قافلہ بذریعہ AC بس پہاڑ کا راستہ طے کرتے ہوئے نعت و منقبت پڑھتے ہوئے ظہر، عصر اور

مغرب کو باجماعت راستے میں ادا کرتے ہوئے اور قدرت کے خوبصورت مناظر کا نظارہ کرتے ہوئے تو یہ سواں ضلع کپل وستو کے مشہور ادارہ ”جامعہ اسلامیہ احسن البرکات“ تشریف لائے، جہاں پر پہلے سے موجود علما، مشائخ اور عام مسلمانوں نے آپ کا پر جوش استقبال کیا، پھر آپ عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے، وہاں بھی گھنٹوں ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ عشا کی نماز کے بعد کانفرنس شروع ہوئی۔ دیر رات تک مقامی و بیرونی علمائے کرام کے اصلاحی بیانات ہوتے رہے، آخر میں حضرت کا خطاب ہوا۔ آپ نے تصوف اور صوفیائے کرام کی خدمات کے حوالے سے بڑا بصیرت افروز خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ صوفیائے کرام کی زندگی کا ایک خاص مقصد تھا اللہ کے بندوں کی اصلاح اور ان کی خدمت۔ وہ اپنے اس مقصد میں اس قدر مخلص تھے کہ نہ کسی کی تعریفوں سے انھیں کوئی سروکار تھا اور نہ ہی کسی کے طعنوں سے ڈر۔ ہم جب تک اپنے اندر یہ جذبہ پیدا نہ کر لیں، تب تک دین کی صحیح خدمت نہیں ہو سکتی۔

پروگرام صلاۃ و سلام اور آپ کی رقت آمیز دعاؤں پر ختم ہوا۔ پروگرام کے بعد کافی دیر تک ملنے والوں کی بھیڑ لگی رہی۔ بعد نماز فجر آپ نے تھوڑی دیر آرام فرمایا، اور پھر ہوائی جہاز سے گھر واپس آ گئے۔

۲۷ تا ۳۰ مارچ (۲۰۱۵):

دیبا سرائے، مدالہ، حاجی پور، جالب سرائے، سرائے ترین، حسن پور امر وہا، چودھری سرائے اور خانقاہ نوشاہی جہیہ شریف۔

۲۷ مارچ ۲۰۱۵ء بروز جمعہ مبارکہ حضرت صاحب علی گڑھ سے سرائے ترین سنبھل کے لئے اپنی گاڑی سے روانہ ہوئے۔ سرائے ترین والوں نے باہر نکل کر موسیٰ پور سنبھل روڈ پر بوقت عصر زبردست استقبال کیا اور وہاں سے نجم الحسن برکاتی کے مکان پر تشریف لے گئے۔ بعد نماز عشا دیا سرائے سنبھل میں تنظیم دعوت فکر و عمل کی طرف سے زیر عنوان ”شرک و بدعت“ جلسہ ہوا۔ جلسہ کے بعد سرائے ترین واپس آئے۔

۲۸ مارچ بروز ہفتہ بعد نماز ظہر حضرت والا ”اجتماع پیغام اسلام“ اہلیان مدالہ فتح

پور سنبھل امر وہا روڈ پر مولانا محمد علی مصباحی اور مولانا راحت عزیزی مصباحی کی نگرانی میں ہوا اس میں شرکت کی۔ بعد نماز عصر موضع حاجی پور سنبھل مولانا ابرار حسین مصباحی کے مکان پر تشریف لے گئے جہاں پر بڑی تعداد میں خواتین و حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔ وہاں سے نجم الحسن برکاتی کے مکان سرائے ترین آ گئے۔ بعد نماز عشا حضرت صاحب موضع جالب سرائے سنبھل پہنچے۔ زیر انتظام صدام برکاتی اور حافظ ارشاد زبیر رضوان ”اصلاح معاشرہ کانفرنس“ ہوئی۔

۲۹ مارچ بروز اتوار بعد نماز ظہر حضرت صاحب برکاتی انٹر کالج کانسنگ بنیاد رکھنے کے واسطے مصطفیٰ پارک سرائے ترین سنبھل پہنچے۔ اس سنگ بنیاد میں شفیق الرحمن برکاتی اور انجمن شاہ برکات کا اہم کردار ہے۔

بعد نماز عصر حضرت والا موضع رسول پور گئے جہاں پر مدرسہ امین البرکات کی سنگ بنیاد رکھی اور کافی تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ اسی رات کو تحصیل حسن پور ضلع امر وہا تشریف لے گئے۔ مفتی نثار احمد صاحب کے دارالعلوم محمدیہ کے جشن دستار بندی میں شرکت فرمائی۔ وہاں سے سرائے ترین آ گئے۔

۳۰ مارچ بروز پیر بعد نماز ظہر حضرت صاحب محلہ حیات نگر تشریف لے گئے جہاں پر کافی تعداد میں لوگ بیعت ہوئے۔ بعد نماز عصر چودھری سرائے سنبھل گئے وہاں پر بھی بہت لوگ سلسلے میں داخل ہوئے۔ بعد نماز مغرب خانقاہ نوشاہی، جہیہ شریف تشریف لے گئے۔ عرس نوشاہی قادری میں شرکت فرمائی اور خانقاہ شریف میں رات قیام کیا۔ دوسرے دن قل شریف کے بعد علی گڑھ آ گئے۔ ان چار دنوں میں راقم الحروف اور نجم الحسن برکاتی حضرت صاحب کے ہمراہ رہے۔ جہیہ شریف قل میں شرکت کے لئے علی گڑھ سے حضرت امان میاں بھی تشریف لے آئے تھے۔

۴ اپریل ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ پٹواری کانگہ، علی گڑھ میں ”عظمت رسول کانفرنس“ مدرسہ نور مصطفیٰ کی جانب سے زیر نگرانی حافظ محمد طارق رضا برکاتی ہوئی۔ جس میں حضرت صاحب نے فصیح و بلیغ خطاب فرمایا۔

۶/۷ اپریل (۲۰۱۵) راول کیلا (اڑیسہ) کا دورہ:

حضور امین ملت ۶ اپریل کو ہوائی جہاز سے رانچی تشریف لے گئے۔ رانچی ایرپورٹ پر حاجی یوسف برکاتی اور محمد سلیم قریشی صاحبان حضرت کے استقبال کے لیے پہلے سے موجود تھے۔ ایرپورٹ پر حضرت کی گل پوشی ہوئی، پھر سب لوگ ٹرین سے راول کیلا (اڑیسہ) پہنچے، جہاں پر قریشی کمیٹی کے پرجوش اراکین کے ساتھ سیکڑوں مسلمانوں نے پھولوں کے ہاروں اور اللہ اکبر کے نعروں سے حضرت کا شاندار استقبال کیا۔ وہاں سے حضرت صاحب محمد سلیم قریشی صاحب کے مکان پر تشریف لائے، یہیں آپ کے قیام کا انتظام تھا۔ شام تک مریدین و متوسلین سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ عشا کی نماز کے بعد حضرت کی سرپرستی میں ”تاجدار مدینہ کانفرنس“ منعقد ہوئی، مقامی اور بیرونی علمائے کرام کے بیانات کے بعد حضرت کا خطاب ہوا جس میں آپ نے مسلمانوں کو خاص طور سے برکاتیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگ عقائد اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے قائم رہیں اور آپس میں مل جل کر رہیں اور ہر ایک کے دکھ درد میں کام آئیں۔ آپ نے تعلیم کے فروغ پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ خدا کے واسطے آپ لوگ اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائیں، اسی میں دونوں جہاں کی کامیابی ہے۔ اس موقع پر آپ نے خانقاہ برکاتیہ کا نعرہ ”آدھی روٹی کھائیے بچوں کو پڑھائیے“ بھی دیا۔ آپ کے خطاب کے بعد صلاۃ و سلام اور پھر آپ کی دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ پروگرام کے بعد بہت سے مسلمان اپنے گناہوں سے تائب ہو کر داخل سلسلہ ہوئے۔

۱۷/۱۸/۱۹ اپریل (۲۰۱۵) جے پور، راجستھان اور ممبئی کا دورہ:

۱۷ اپریل کو حضور امین ملت، مظفر اللہ خان عرف بھوری بھائی کی صاحبزادی کے نکاح کے پروگرام میں شریک ہونے کے لیے جے پور تشریف لے گئے اور وہاں کے مشہور ہوٹل Holyday Inn پہنچے جہاں پر آپ کے قیام کا انتظام تھا۔ وہاں تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد شادی ہال (کوئڈا پیلیس) تشریف لائے۔ وہاں پر بھوری بھائی کے

احباب کے ساتھ مفتی عبدالستار رضوی، علامہ سید کوثر ربانی، قاری اکرام عالم مصباحی، شجاعت علی قادری اور بہت سے مسلمان آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ حضرت کے آتے ہی سب نے آپ کی گل پوشی کی اور مصافحہ و دست بوسی کی پھر پروگرام شروع ہوا، رسم نکاح سے پہلے علامہ سید کوثر ربانی صاحب کا مختصر خطاب ہوا، اس کے بعد حضرت نے نکاح کے فوائد اور جہیز کے نقصانات پر جامع خطاب فرمایا، پھر بھوری بھائی کی صاحبزادی سے حاجی رفعت صاحب کے بھتیجے کا نکاح پڑھایا۔ نکاح کے بعد بہت سے لوگ بیعت ہو کر برکاتی سلسلے میں داخل ہوئے۔

۱۸ اپریل کو حضرت کو دہلی میں دارالعلوم نظامیہ غوث العلوم شکور پور کا لوہی کے ”نظامی کانفرنس و جلسہ دستار بندی“ میں شرکت کرنی تھی۔ یہ جلسہ حضرت کی صدارت میں تھا، اور منتظم قاری اسرار احمد صاحب تھے۔ حضرت جے پور سے سیدھے دہلی کے لیے روانہ ہوئے اور شام کے قریب منزل پر پہنچ گئے۔ عشا کی نماز کے بعد جلسہ شروع ہوا۔ جلسے میں حضرت نے ”علم کی اہمیت“ پر شاندار خطاب فرمایا۔ ۱۹ اپریل کو جناب مشتاق شیخا صاحب کی صاحبزادی کا نکاح پڑھانا تھا، اس لیے حضرت خطاب کے فوراً بعد دہلی ایرپورٹ پر آئے اور وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز ممبئی کے لیے پرواز کر گئے۔

۱۹ اپریل کی صبح کو حضرت ممبئی پہنچے۔ ایرپورٹ پر جناب عبدالعزیز سنی امتیاز برکاتی، فاروق برکاتی، مشتاق سورتی وغیرہ برادران طریقت پہلے سے موجود تھے، انھوں نے حضرت کا استقبال کیا پھر وہاں سے سب لوگ مشتاق شیخا صاحب کے یہاں پہنچے اور ناشتہ ہوا اس کے بعد حضرت نے تھوڑی دیر آرام کیا، پھر نکاح کا پروگرام شروع ہوا جس میں حضرت نے پہلے مختصر خطاب فرمایا، اس کے بعد مشتاق شیخا کی صاحبزادی شہانہ بانو کا نکاح پڑھایا اور دعا فرمائی۔

نکاح کے بعد بہت سے لوگوں نے حضرت کی دست بوسی کی اور کچھ لوگ سلسلہ میں داخل بھی ہوئے۔ اس کے بعد حضرت کی روانگی کا انتظام ہوا، اور آپ خیریت سے علی گڑھ پرواپس آ گئے۔

۲۱ اپریل بروز منگل شاہ جمال ADA کا لوہی، علی گڑھ میں حضرت صاحب کی

صدارت میں زیر عنوان سنت و توحید و عقیدت کانفرنس ہوئی۔ مولانا ظاہر اور ڈاکٹر یونس صاحبان نے انتظام کیا۔ حضرت امان میاں، سید مصطفیٰ علی قادری اور راقم الحروف حضرت کے ہمراہ تھے۔

۲۴/۲۵/۲۶ اپریل (۲۰۱۵) دھول پور (راجستھان) بھاگیہ و ہارڈ باس (دلی) اور لونی (دلی) دورہ:

۲۴ اپریل کو حضور امین ملت مدظلہ دھول پور کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں دارالعلوم گلشن برکات میں آپ کی صدارت میں ایک شاندار جلسہء دستار بندی کا پروگرام رکھا گیا تھا۔ دھول پور کے مسلمانوں کو جیسے ہی آپ کے آنے کی خبر ہوئی بہت سارے لوگ آپ کے استقبال کو نکل پڑے۔ حضرت سب کا سلام لیتے اور دعائیں دیتے ہوئے مدرسہ میں پہنچے، وہاں بھی علمائے کرام نے آپ کی گل پوشی کی، پھر حضرت اپنی آرام گاہ پر پہنچے اور چائے ناشتہ کیا۔ نماز عشا کے بعد پروگرام شروع ہوا۔ پہلے علمائے کرام کے بیانات ہوئے، اس کے بعد آپ کے ہاتھوں سے دستار بندی کی رسم ادا ہوئی، پھر آپ کا خطاب ہوا۔ آپ نے علم دین کی فضیلت پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: ”آج مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ میں اپنی زندگی میں پہلی بار ۸ سال کے حافظ قرآن کے سر پر تاج سجانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ یقیناً مبارک باد کے لائق ہیں، اس بچے کے والدین اور اساتذہ، جنہوں نے بڑی ہی محنت سے بچے کو اس مقام پر پہنچایا۔“ آپ کے خطاب کے بعد صلاۃ و سلام ہوا، پروگرام کے بعد بہت سے مسلمان سلسلے میں داخل ہوئے۔

۲۵ اپریل کو بھاگیہ و ہار مبارک پور ڈباس دلی میں حضرت کی سرپرستی میں ایک کانفرنس بنام ”برکات اولیاء کانفرنس“ تھی اس لیے آپ ۲۵ اپریل کو دھول پور سے رخصت ہو کر سیدھے بھاگیہ و ہار پہنچے۔ وہاں کے مسلمانوں نے بڑی عقیدت مندی کا مظاہرہ کیا اور بڑی محبتوں سے نوازا۔ اس پروگرام میں تصوف کے حوالے سے حضرت کا بہت نصیحت آمیز خطاب ہوا۔ آپ نے خطاب میں مسلمانوں کا صوفیائے کرام سے عقیدت و محبت رکھنے اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر زندگی گزارنے پر زور دیا۔ یہ پروگرام مولانا انیس احمد

مصباحی کے زیر اہتمام منعقد کیا گیا تھا۔

۲۶ اپریل کو لونی (دلی) کے مسلمانوں نے حضرت کی صدارت میں بہت ہی شاندار کانفرنس منعقد کی تھی۔ جس کا نام تھا ”عشرہ مبشرہ کانفرنس“ اس پروگرام میں حضرت کا مختصر لیکن جامع خطاب ہوا۔ یہ پروگرام صلاۃ و سلام کے بعد حضرت کی دعا پر ختم ہوا۔ پروگرام کے بعد بہت سے مسلمان اپنے گناہوں سے تائب ہو کر داخل سلسلہ ہوئے۔ دوسرے دن حضرت وہاں سے روانہ ہو کر گھر واپس آ گئے۔

۲۷/۲۸/۲۹ مئی کو اندور (ایم پی) کا دورہ:

۲۹ مئی کو حضور امین ملت مدظلہ اندور تشریف لے گئے۔ ۲۹ مئی کو مارہرہ شریف میں عرس نوری کے قتل کے بعد حضرت صاحب علی گڑھ تشریف لائے۔ ان کے ساتھ حضرت امان میاں اور بمبئی سے برادر طریقت عبدالعزیز سنی اور اراتیاز برکاتی بھی تھے، علی گڑھ سے اپنی گاڑی سے دہلی برادر طریقت حسنین برکاتی صاحب کے دولکدہ پر پہنچے اور رات آرام کرنے کے بعد صبح دہلی ہوئی اڑھ پر پہنچے اور وہاں سے بذریعہ طیارہ اندور پہنچے جہاں پر مریدین و متوسلین اور مقامی مسلمانوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ اس کے بعد حضرت قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور نماز ادا کرنے کے بعد چائے ناشتہ کیا۔ پھر ملاقاتوں اور دعاؤں کا سلسلہ چلتا رہا۔ رات کو حضرت کی سرپرستی میں ”وادی نور کھجرانہ درگاہ میدان“ میں ایک عظیم الشان کانفرنس بنام ”آل رسول کانفرنس“ منعقد ہوئی جس میں سادات کرام کی فضیلت پر حضرت کا شاندار خطاب ہوا، آپ نے اہل بیت کرام سے محبت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا ”میں تمہیں اہل بیت کے بارے میں اللہ کا وعدہ یاد دلاتا ہوں“، یعنی تم اہل بیت سے محبت کرنا۔ ہمیں حضور ﷺ کے اس فرمان کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ آپ نے حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی علیہ الرحمہ کی حیات پر بھی مختصر خطاب فرمایا اور مریدین و متوسلین کو اپنے ناصحانہ کلمات سے نوازا۔ پھر آپ کی تقریر کے بعد صلوۃ و سلام اور آپ کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔ پروگرام

کے بعد کچھ لوگوں نے سلسلہ برکاتیہ میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر تو آپ نے انہیں داخل سلسلہ بھی فرمایا۔

۶/۸/۱۰۹ مئی کو ممبئی کا دورہ:

۶ مئی کو حضور امین ملت مدظلہ العالی جناب عبدالغنی بھائی پٹیل صاحب کے بھتیجے کی شادی میں شرکت کی غرض سے ممبئی تشریف لے گئے، وہاں پر عبدالغنی بھائی نے اپنے عزیز واقارب کے ساتھ حضرت کا خیر مقدم کیا، اس کے بعد اپنے گھر لے گئے، جہاں قیام و طعام کا پہلے سے انتظام کیا گیا تھا۔ حضرت نے کھانا تناول فرمایا اور تھوڑی دیر آرام فرمایا۔ پھر آپ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور لوگوں سے ملاقاتیں کیں۔ یہ سلسلہ عصر تک چلتا رہا اس کے بعد حضرت نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔ بعد مغرب ممبئی کے احباب کو ملاقات کا وقت دیا گیا تھا۔ مریدین و متوسلین اور ملاقات کرنے والوں کی کثیر تعداد تھی۔ سب سے ملاقات کے بعد نماز عشاء کے بعد حضرت والا احباب کے ساتھ عبدالغنی بھائی کے بھتیجے کے ولیہ میں شرکت کے لئے ہال میں تشریف لے گئے۔ وہاں کھانا تناول کیا اور بہت سارے برکاتی احباب سے ملاقات کی۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد اپنی قیام گاہ جو کہ بانکہ میں عبدالغنی پٹیل کے مکان میں ہے تشریف لائے اور پانچوں روز یعنی ۶ مئی سے لے کر ۱۰ مئی تک یہیں قیام رہا۔ روزانہ ظہر سے پہلے اور بعد نماز مغرب ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ دعا تعویذ اور داخل سلسلہ ہونے کا عمل جاری رہا۔

۱۰/۱۳ مئی ۲۰۱۵ء (گوئڈل، موربی، دھوراجی اور راجکوٹ) (گجرات) کا دورہ:

۱۰ مئی کو راجکوٹ (گجرات) جانے کے لئے ممبئی ہوائی اڈے پر رات کے آخری پہر پہنچے کیوں کہ صبح کی فلائٹ تھی، اور وہاں سے راجکوٹ آ گئے۔ راجکوٹ ہوائی اڈے پر برادر طریقت یونس بھائی دیگر احباب کے ساتھ حضرت کے استقبال کے لئے پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ سلام اور دست بوسی کے بعد حضرت صاحب یونس بھائی کے یہاں تشریف لائے، وہیں حضرت کا قیام رہا۔

۱۰ مئی کو گوئڈل میں حضرت کی سرپرستی میں اجتماعی شادی کا پروگرام تھا۔ وہاں کے لوگوں نے حضرت کے استقبال کا شاہانہ انتظام کیا تھا، حضرت کے پہنچنے ہی لوگ آپ پر پروانہ وار ٹوٹ پڑے اور آپ سے دست بوسی کی سعادت حاصل کی، اس کے بعد حضرت کو گنگھی میں بیٹھا کر بشکل جلوس وہ بھی اس طرح کہ آگے نعت خواں نعتیں پڑھتے ہوئے پروگرام ہال میں پہنچے اور چار جوڑوں کا نکاح پڑھایا۔ اس موقع پر حضرت کا مختصر خطاب بھی ہوا جس میں آپ نے سنت کے مطابق شادی کرنے اور اسراف و فضولیت سے بچنے کی لوگوں کو ہدایت فرمائی۔ اسی دن ایک اور پروگرام بنام ”جشن مرشد اعظم“ منعقد ہوا جس کی سرپرستی حضرت نے فرمائی اور حضرت ہی کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔

۱۱ مئی کو حضرت ”موربی“ تشریف لے گئے جہاں آپ کی سرپرستی میں جشن معراج النبی ﷺ کے نام سے ایک پروگرام رکھا گیا تھا۔ حضرت عصر کی نماز پڑھ کر موربی کے لیے روانہ ہوئے اور جناب حاجی ولی محمد صاحب کے یہاں قیام فرمایا۔ اس پروگرام میں معراج النبی ﷺ کے حوالے سے حضرت کا بڑا معلوماتی خطاب ہوا جس کو سن کر سامعین بہت محظوظ ہوئے۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ: انبوی میں جب پے در پے جناب ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا اور حضور ﷺ کو بظاہر اس کا صدمہ پہنچا اسی لئے سیرت کی کتابوں میں اس سال کو ”عام الحزن“ یعنی غم والا سال کہا گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ظاہری غم کو دور کرنے کے لئے آپ کو معراج کرائی اور اپنے پاس بلا یا تاکہ میرے محبوب کا غم دور ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ آج بہت سے بد عقیدہ حضور ﷺ کی معراج جسمانی کا انکار کرتے ہیں۔ یاد رکھئے اہل سنت کا موقف یہی ہے کہ آپ کو معراج جسمانی ہوئی تھی۔ یہ محفل حضرت کے خطاب کے بعد صلاۃ و سلام اور آپ کی دعا پر ختم ہوئی۔

۱۲ مئی کو حضرت نے موربی میں عصر کی نماز ادا فرمائی اس کے بعد راجکوٹ کے لیے روانہ ہوئے یہاں بھی حضرت کی سرپرستی میں معراج النبی ﷺ کا پروگرام سجایا گیا تھا۔ یہاں بھی حضرت کا خطاب ہوا لیکن خطاب مختصر اور معلوماتی تھا جس کو لوگوں نے بہت پسند

کیا، اس خطاب میں آپ نے مسلمانوں کو اپنے نبی پاک ﷺ کی سیرت پڑھنے پر بھی زور دیا۔ یہ پروگرام بھی حضرت کی دعا پر اختتام کو پہنچا۔ پروگرام کے بعد کافی دیر تک لوگ آپ سے ملتے رہے پھر حضرت قیام گاہ پر آئے اور آرام فرمایا۔

۱۳ مئی کو دھوراجی کے مسلمانوں نے ”جشن خواجہ غریب نواز“ کے نام سے ایک پروگرام رکھا تھا۔ یہ جلسہ حضرت خواجہ شیرانی علیہ الرحمہ کی درگاہ کے احاطے میں حضرت امین ملت کی سرپرستی میں ہونا تھا۔ حضرت گوئڈل سے عصر کی نماز پڑھ کر دھوراجی تشریف لے گئے۔ وہاں پر لوگوں کا ایک ہجوم آپ کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ حضرت سب کے سلام کا جواب دیتے ہوئے اور دعائیں کرتے ہوئے اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں پر بھی کافی دیر تک آنے جانے والوں کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت نے مغرب اور عشا کی نماز وہیں پر ادا کی۔ نماز کے بعد مختصر کھانا تناول فرمایا اس کے بعد آرام فرمانے لگے۔ تقریباً رات کے ۱۲ بجے تک مقامی و بیرونی علمائے کرام کے بیانات ہوتے رہے۔ اس کے بعد حضرت کا خطاب ہوا جس میں آپ نے خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی سیرت اور آپ کی دعوت و تبلیغ اور ہندوستان میں مشائخ چشتیہ کی دین کے راستے میں تبلیغی کوششوں کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کا احسان مند ہونا چاہئے کہ ان کی برکت سے ہندوستان کی سرزمین پر اسلام کا نور پھیلا اور کفر کی تاریکیاں دور ہوئیں۔ مجھے ان لوگوں پر بڑا افسوس ہوتا ہے جو خود کو سچا اور پکا مسلمان ہونے کے دعوے کرتے ہیں لیکن خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ اور ان کے اخلاف کی شان میں گستاخیاں کرنے سے باز نہیں آتے۔ حضرت کا خواجہ بزرگ کے حوالے سے خطاب اتنا معلوماتی اور دلنشین تھا کہ پورا مجمع ہما تن گوش سن رہا تھا۔ حضرت کے خطاب کے بعد صلاۃ و سلام ہوا پھر آپ کی دعا پر محفل ختم ہوئی، اس کے بعد مصافحہ اور دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا۔ اس موقع پر کچھ لوگ داخل سلسلہ بھی ہوئے۔ پھر حضرت نے آرام فرمایا۔ ۱۴ مئی کو بعد نماز فجر چائے ناشتہ ہوا پھر حضرت انرپورٹ تشریف لے گئے اور وہاں سے بذریعہ جہاز دہلی تشریف لائے اس کے بعد گھر آ گئے۔ ان چاروں دنوں میں حضرت صاحب کا قیام یونس

بھائی تیلی کے گھر رہا اور سارے پروگراموں میں یونس بھائی اور ان کے بیٹے سراج برکاتی حضرت والا کے ساتھ رہے۔ اور یہ راقم الحروف بھی ہمراہ تھا۔ پور بندر سے برادر طریقت عبدالغنی بھائی اور ان کے برادران اور دیگر احباب بھی ملنے کے واسطے یونس بھائی کے گھر گوئڈل آئے تھے۔

۱۶ تا ۱۸ مئی (۲۰۱۵) سنبھل مرادباد کا دورا:

۱۶ مئی ۲۰۱۵ء کو سیف خان سرائے میں حضرت کا بے چینی سے انتظار تھا۔ سینکڑوں لوگ داخل سلسلہ ہونا چاہتے تھے۔ لہذا ۱۶ تاریخ کو دن میں جلسہ ہوا اور حضرت والا کے خطاب کے بعد بہت لوگ سلسلہ برکات تہ میں داخل ہوئے۔ یہ جلسہ معراج مصطفیٰ کا نفرنس کے نام سے تھا۔

۱۷ مئی کو حضرت مرادباد تشریف لے گئے۔ یہ پروگرام حضرت بلاقی شاہ علیہ الرحمہ کے آستانے کے قریب ایک وسیع میدان میں منعقد کیا گیا تھا۔ جلسہ عشا کی نماز کے بعد شروع ہوا۔ میدان کچھ کھچ بھرا ہوا تھا۔ لوگ اپنے مرشد کا بیان سننے کے لیے پہلے ہی سے جمع ہو گئے تھے۔ اس پروگرام میں حضرت کا بڑا شاندار خطاب ہوا۔ آپ نے حضرت سید شاہ برکت اللہ علیہ الرحمہ کے حالات زندگی پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور صاحب البرکات کو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے خاص نسبت اور تعلق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور غوث پاک نے اپنی تسبیح کے سات دانے بھیجو کر آپ کو سات اقطاب کی بشارت دی تھی اور یہ غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خاص عنایت ہی ہے کہ ہندوستان میں آپ نے اپنے سلسلے کی ترویج و اشاعت کے لیے حضرت سید شاہ برکت اللہ علیہ الرحمہ اور ان کی آل و اولاد کو منتخب فرمایا۔ اس موقع پر آپ نے لوگوں کو علم حاصل کرنے اور علم کو فروغ دینے پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ خانقاہ برکات تہ کا مشن ہے کہ ہر مسلمان تعلیم یافتہ ہو جائے۔ اس لیے کہ تعلیم کے بغیر مسلمانوں کی پسماندگی کبھی دور نہیں ہو سکتی۔ خانقاہ برکات تہ کا نعرہ ہے ”آدھی روٹی کھائیے بچوں کو پڑھائیے“ یہ پروگرام حضرت کی تقریر کے بعد صلاۃ و سلام

اور آپ کی دعا پر ختم ہوا۔ یہ جلسہ معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے منسوب تھا۔ اس پروگرام میں درگاہ کے سجادہ نشین نے حضرت کی بارگاہ میں چادر پیش کر کے اپنی عقیدت کا اظہار فرمایا۔

۱۸ مئی کو سنبھل سرائے ترین تشریف لے گئے جہاں پر آپ کی سرپرستی میں ”سید شاہ برکت اللہ کانفرنس“ ہونی تھی۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا۔ سرائے ترین کے بوڑھے، بچے اور جوان سبھی اپنے مرشد کے دیدار کے لیے نظریں گاڑے ہوئے کھڑے ہیں۔ جیسے ہی حضرت کی گاڑی پر نظر پڑی لوگ خوشی سے چل اٹھے اور تکبیر کی صدائیں بلند کرنے لگے۔ حضرت مجمعے کے درمیان سے ہوتے ہوئے قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ ان تینوں دنوں میں حضرت کا قیام نجم الحسن برکاتی کے گھر رہا اور حضرت صاحب کے ساتھ راقم الحروف اور نجم الحسن ساتھ رہے۔

نوٹ:

مذکورہ تاریخوں کے علاوہ کچھ متفرق جگہوں پر بھی حضرت کے دورے ہوئے لیکن انہیں طوالت کے خوف سے چھوڑا جا رہا ہے۔ ان کی روداد ان شاء اللہ خانقاہ سے نکلنے والے ہندی رسالہ ”سہ ماہی برکت نامہ“ میں پیش کی جائے گی۔

روداد مشاعرہ عرس قادری نوری ۲۰۱۵ء

مولانا علاء الدین

استاذ دینیات، البرکات پبلک اسکول، علی گڑھ

خانقاہ برکاتیہ کی دیرینہ ادبی روایت کا پاسبان:

عرس نوری کے موقع پر ہونے والے اس مشاعرے کی روایت کافی قدیم ہے۔ یہ مشاعرہ خانوادہ برکات کے ادبی و شعری وراثت کا بھی امین ہے۔ اس مشاعرے میں پڑھی جانے والی نعتوں و مقبتوں کے ذریعہ مذہبی شعر و شاعری کا مذاق رکھنے والے وابستگان خانوادہ برکات کے ادبی ذوق کا سامان بھی ہو جاتا ہے۔ اس مشاعرے کی روایت بہت پرانی ہے۔ حضور شرف ملت مدظلہ العالی اپنی کم عمری کے زمانے سے اس مشاعرے میں پیش پیش رہا کرتے تھے۔ ساڑھے تیرہ سال کی عمر میں اس مشاعرے کی نظامت کی ذمہ داری سنبھالنے اور موجودہ دور میں کرسی صدارت کو رونق بخشنے والے صاحبزادے کی زبان سے اگر اس مشاعرے کی قدامت اور اہمیت کا بیان سنا جائے تو بات ہی کچھ اور ہے۔

”حضرات گرامی! یہ معزز شعرائے کرام اور یہ محبوب سامعین کرام سب عرس نوری کے اس قدیمی مشاعرے میں حاضر ہیں جس کی قدامت اپنی جگہ ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ میں ہندوستان کے مختلف گوشوں میں جاتا رہتا ہوں، کبھی ادبی محفل کے سلسلے میں کبھی مشاعروں کے سلسلے میں، میری علم و دانش میں آج ہندوستان کا کوئی مشاعرہ اتنا قدیم نہیں ہے جتنا کہ عرس نوری کا یہ مشاعرہ ہے۔ قدامت ایک چیز ہوئی اور اس مشاعرے کی تاریخ کی ایک الگ اہمیت ہے۔ پہلی بات جو مجھے یاد آ رہی ہے وہ یہ کہ یہ مشاعرہ بہت پہلے سمع خانہ میں منعقد ہوا کرتا تھا اور میرے بچپن میں حضور سید العلماء قدس سرہ اکثر اس مشاعرے کی صدارت فرمایا کرتے تھے اور کبھی کبھی ان کے فیضان کرم سے مہمان شعر بھی صدارت فرماتے تھے۔ مقامی قدیمی میزبان

یعنی محلہ کمبوہ کے حشمت الہی سے بھی ان مشاعروں کی صدارت کرایا کرتے تھے۔ اس مشاعرے کی نظامت کرنے کا شرف جب مجھے حاصل ہوا اس وقت میری عمر عزیز ساڑھے تیرہ برس تھی اور یہ بات ۱۹۶۸ء یا ۱۹۶۹ء کی ہے۔ ۲۵-۲۶ سال تک مجھے اس مشاعرے کی نظامت کرنے کا شرف حاصل رہا۔ بڑے جب اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو اللہ کی توفیق سے ہم چھوٹوں پر اس کی صدارت کی بھی ذمہ داری آگئی۔ تقریباً ۱۲-۱۵ برس صدارت کے بھی گزرے ہیں تو آپ تصور کیجئے میری یادیں کتنی وسیع ہوں گی، اس مشاعرے کے تعلق سے مجھے یاد ہے، یہی مشاعرہ تھا جس میں حضور سید العلماء نے اپنا مشہور شعر پڑھا تھا۔

مری جاں پہ قبضہ ہے اچھے میاں کا

مرے دل کے مختار نوری میاں ہیں

یہ مشاعرہ نعتیہ، منقبتیہ کے ساتھ ساتھ بہار یہ بھی ہوتا تھا باقاعدہ مصرع طرح بھی دیا جاتا تھا مجھے یاد ہے حضرت نوشہ اکا بری مارہروی کی غزلیں اکثر یہ جمیل افغانی جو سامنے بزرگ صورت شاعر بیٹھے ہیں پڑھا کرتے تھے اس وقت یہ بالکل نوجوان تھے۔

ظاہر ہے اب میں عمر کے اس حصہ میں ہوں جب بھول جانا کوئی غیر فطری چیز نہیں ہوتی۔ بہت سے اشعار میں بھول بھی گیا ہوں کچھ کچھ یاد آتا ہے کہ ایک دفعہ جمیل افغانی نے یہ شعر بھی پڑھا تھا۔

جائے گی جان جائے گی جان کا اعتبار کیا

آئے گی موت آئے گی موت کا انتظار کیا

حضرت شفا متھراوی کو ہم نے اس مشاعرے میں سنا ہے ان کے یہ اشعار مجھے اس وقت یاد آ گئے۔

بہ حال سرکشی جب میکدے سے واپسی ہوگی

مرے بھیگے ہوئے دامن کو توبہ چومتی ہوگی

مری غیرت نے خود رخ کر دیا گرداب کی جانب

کنارے سے ذرا سی دور کشتی رہ گئی ہوگی

ان کی نعت کا یہ شعر بھی مجھے یاد ہے۔

بہ شان خسروی کس کا غلام آتا ہے محشر میں

تبسم سے لب رحمت نے فرمایا محمد کا

میرے والد گرامی حضور احسن العلماء نے جب یہ شعر پڑھا تو صدر مشاعرہ علامہ ضیاء الدیوبی جو کہ اس وقت داد دینے کے معاملے میں زیادہ سخی واقع نہیں ہوتے تھے اور ان کے داد دینے کا انداز بھی بڑا نرالا ہوتا تھا کوئی شعر اچھا لگا تو نظریں اٹھائیں اور شاعر کو دیکھ لیا ان کی داد مکمل ہوگئی۔ وہ بھی اپنے آپ کو داد دینے سے نہیں روک پائے وہ شعر یہ تھا۔

جو سکوں نہ راس آیا تو جنوں میں ڈھل رہا ہوں

غم زندگی سے کہہ دو کہ میں رخ بدل رہا ہوں

ترے ہر ستم کو میں نے بہ خوشی کیا گوارہ

تو پھر اے فلک بتا دے تجھے کیوں میں کھل رہا ہوں

حضرات آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ یہ مارہرہ کا جو خاندان ہے یہ الحمد للہ رب العالمین تحذیث نعمت کے طور پر عرض کر رہا ہوں کہ جو معاملات تصوف ہیں اور جو معاملات مشیخت ہیں ان سے تو آپ تمام حضرات واقف ہیں لیکن یہاں شعر و ادب کا جو سلسلہ ہے وہ بہت قدیم ہے۔ ہمارے خاندان کے سب سے پہلے ادیب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے۔ اور الحمد للہ رب العالمین حضرت میر عبد الواحد بلگرامی اور صاحب البرکات۔ صاحب البرکات اس سفید گنبد کے نیچے جو آرام فرما ہیں یہ اودھ سے آئے برج کی دھرتی پر اور یہاں برج والوں کی زبان میں شاعری کری۔ حضرت حمزہ عینی، حضرت شاہ جی میاں، وقار مارہروی اور حضرت سید آل مصطفیٰ سید مارہروی اور سید مخدوم عالم اثر مارہروی، سید امیر عالم دلیر مارہروی، غرض یہ کہ ایک پوری کہکشاں ہے جو اس خاندان اور اس خانوادے اور اس قبیلے کے شعراء اور ادباء کے حوالے سے وابستہ ہیں۔ ہم سب لوگ تو بس نام لیوا ہیں اپنے بڑوں کا نام لے کر اپنا نام ان کے ساتھ جوڑ کر آپ کے سامنے اپنا چہرہ روشن کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ ہمیں ان ناموں کی روشنی سے ہمارے چہروں کو منور کر کے دیکھ لو ورنہ ہم

جیسے ٹوٹے پھوٹے دل والے ہیں وہ ہمارا دل ہی بہت اچھی طرح سے جانتا ہے۔“

(خلاصہ تقریر مشاعرہ عرس نوری ۲۰۱۴)

یہ تو رہی قدامت کی بات اس مشاعرہ عرس نوری کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے جگر مراد آبادی صاحب کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں:

”میرے عزیز یہ مشاعرہ بہت قدیمی ہے اور اس مشاعرے میں وقت کے بڑے بڑے شعراء تشریف لائے ہیں اس مشاعرے میں جگر مراد آبادی صاحب بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ پہلے یہاں ایک دستور تھا کہ مشاعرے کے بعد آدموں کی دعوت ہوتی تھی تو ایک دفع جگر مراد آبادی صاحب تشریف لائے آدموں کی دعوت ہوئی جگر صاحب اپنا چاقو یہیں بھول گئے۔ طیش مار ہروی مار ہرہ کے بڑے مشہور شاعر ہیں یہ طیش مار ہروی وہی ہیں جن کا وہ مشہور شعر جو میر کے نام سے منسوب ہو گیا ہے کہ۔

وہ آئے بزم میں اتنا تو طیش نے دیکھا

پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

یہ طیش صاحب کا شعر ہے اس کی تصدیق پروفیسر خلیل الرحمن اعظمی نے کی ہے۔ جن کی تحقیق کے بارے میں شبہ نہیں کیا جاتا۔

طیش صاحب جگر صاحب کا چاقو لے کر مراد آباد گئے جگر صاحب نے ان کی دعوت کی طیش صاحب نے یہ شعر پڑھ کر جگر صاحب کے حوالے ان کا چاقو کیا۔

آپ تو قتل کی جلدی میں اسے بھول آئے

ہم اٹھا لائے ہیں یہ لیجئے خنجر اپنا

(خلاصہ تقریر مشاعرہ عرس نوری)

مہمانوں کی خاطر تواضع اور ان کی حوصلہ افزائی اس خانوادے کا ممتاز پہلو رہا ہے چنانچہ اپنے مہمانوں اور صدر مشاعرہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”حضرات گرامی! آج ہم لوگوں کی بڑی خوش بختی ہے کہ میرے برادر عزیز محترم علامہ ڈاکٹر سید شاہ سراج اجملی جو دو دمان خانوادہ اجمل کے روشن چراغ ہیں وہ اس مشاعرے کی صدارت فرما رہے ہیں ڈاکٹر سید شاہ سراج اجملی صاحب اپنے علم اور اپنے علم سے

دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے اعتبار سے غیر معمولی صلاحیت کے حامل ہیں۔

میرے لئے بھلائی کی بات ہے کہ عزیزی عزام میاں کو مہمان خصوصی کے طور پر یہاں دیکھ رہا ہوں۔ یہ عزام میاں مار ہرہ کی دھرتی پر آنے والے اپنے خاندان کی ساتویں پشت ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی آنے والی نسلوں کو بھی محبت کی اس ڈور سے وابستہ رکھے اور ان کی آنے والی نسلیں یہی پڑھتی ہوئی آئیں۔

ادب اے دل اسی گیتی پہ ہیں آگے درو دیوار مار ہرہ

بڑی سرکار ہے سرکاروں میں سرکار مار ہرہ

(خلاصہ تقریر مشاعرہ عرس نوری)

مشاعرے میں ہندوستان بھر سے اچھے اچھے شعراء نے شرکت فرمائی اور بڑے اچھے اچھے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا اور انھیں اخیر تک بیدار رکھا۔ منتخب اشعار قارئین کی نذر ہیں۔

جمیل افغانی

طور پہ جائیں حضرت موسیٰ اپنا طور معلیٰ طیبہ

اپنی تنجلی روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پیاری آنکھیں کعبہ ایماں پیاری نظر مہربان مسلمان

قبلہ نما ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی

جس کی چمک سے سارا گھرا نا ہے نور بار

ہیں معرفت کا ایسا ستارہ ابو الحسین

کیا ہی شفا ہے ہاتھ میں آل رسول کے کہہ کر

گیا ہے ہنس کا جوڑا ابو الحسین

مرشد امین کے ہاتھوں ہے پایا تمہارا ہاتھ

اب ہاتھوں ہاتھ لے گا زمانہ ابو الحسین

عزام بدایونی

روشنی ہی روشنی ہے آمد سرکار سے
اے اندھیرے دیکھ لے منہ تیرا کالا ہو گیا

☆

بیٹھے تو بیٹھے رہ گئے خوابہ کہ حکم سے
ساگر بھی خشک ہو گئے سارے انا کے دیکھ
فاروق مدناپوری

وہ تاج الفحول اور ہیں اعلیٰ حضرت
بڑھے جن کے درجات مارہرہ میں
اگر یہ نہ ہوتا نبی کا گھرا نا
تو کیا خاص تھی بات مارہرہ میں
جاوید نسیم رامپوری

سرکار کی امت پہ کرام دیکھ کے رب کا
جو امتی اوروں کے ہیں لپچائے ہوئے ہیں

☆

یہ دشمنان محمد کی خود سری دیکھو
سلام پڑھنے کو ان پر قصور جانتے ہیں
خالد ندیم بدایونی

روشنی باقی ہے آنکھوں کی بصارت میں ابھی
کیسے کہہ دوں کہ تری دید کا ارمان گیا
قبر میں اس نے پیمبر کی زیارت کر لی
لے کے آنکھوں میں جو دید کا ارمان گیا

نفیس بدایونی

یاد احمد میں گرا تھا جو میری آنکھوں سے
وہی قطرہ تو مرے عشق کا طوفان بنا

قاسم حبیبی

یہ رات گھنی چھوڑ کے جاتی نہیں ہم کو
چہرے سے نقاب اب تو اٹھا احمد نوری
مہتاب نگاہی نے یہ اعلان کیا ہے
ہر ذرہ ہے خورشید ترا احمد نوری

سید سراج اجملی

وہ کرم کردیں تو گوگنا گفتگو کرنے لگے
اور نا بیٹا بیان رنگ و بو کرنے لگے

ماسوائے رحمت عالم نہیں کوئی سراج
جو گنہہ گاروں کے چاکِ دل رفو کرنے لگے

اس کے علاوہ اس مشاعرے عرس نوری میں چاند مارہروی، کلیم دانش برکاتی،
میکائیل ضیائی، صابر فریدی اور اورثر بدایونی نے خصوصیت کے ساتھ شرکت فرمائی۔ آخر
میں حضرت شرف ملت نے امام الکلام کلام الامام کی مشہور زمانہ نعت کی تضمین پڑھی جس
سے تشنگان شعر و ادب کے دل سیراب ہو گئے حضرت کی تضمین کے ایک بند پہ اس رپورٹ
کو ختم کر رہا ہوں۔

ہاں خبر ہے کہ ہے دوزخ میں اذیت کتنی
تاب اٹھا پاؤں جہنم کی سو ہمت کتنی
واں کھڑی ہوں گی ترے نام پہ امت کتنی
ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا